۴۸۶

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ

تاریخِ مظاہر

(جلد اوّل)

یعنی عالم اسلام کی عظیم دینی اور مثالی درسگاہ جامعہ عربیہ
مظاہر علوم سہارنپور کے پچاس سالہ حالات اسکی دینی
علمی اور عرفانی خدمات کا جائزہ اور اسکے ارتقائی منازل
اور تدریجی نشوونما کا دل آویز تذکرہ

تالیف

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ

ناشر

کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی

سہارنپور

نام کتاب ــــــــــ تاریخِ مظاہر

تالیف ــــــــــ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

سن تالیف ــــــــــ ۱۳۳۵ھ

سن طباعت ــــــــــ ۱۳۹۲ھ

بار اول ــــــــــ دو ہزار

قیمت ــــــــــ سات روپے

ناشر ــــــــــ کتب خانہ اشاعت العلوم
محلہ مفتی سہارن پور

مطبوعہ ــــــــــ اسلامی پرنٹنگ پریس دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ مجھے اپنی فراغ طالب علمی کے بعد سے ہمیشہ اس کا خیال رہا کہ مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور کی کوئی خدمت کروں۔ جو اسکے اس احسانِ عظیم کی کچھ مکافات کر سکے جو مجھپر مدرسہ کی جانب سے تحصیلِ علوم کی اعانت کی صورت میں رونما ہوئے ہیں۔ مگر اپنی نا اہلیت اور درم وقلم سے عریانی نے ایک عرصہ تک اس خیال کو حدیث النفس ہی تک محدود رکھا لیکن بالاخر یہ سوچتے ہوئے کہ ادا فرض میں ہر شخص اپنی وسعت کے موافق مکلف ہوتا ہے کہ اگر میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر نماز نہیں ادا کر سکتا۔ تو ضروری ہے کہ لیٹ کر اشارہ سے ہی ادائیگی فرض کروں۔ اس لئے میرے خیال میں جس قدر صورتیں اس جزئی احسان کی آئیں ان میں سب سے بہترین صورت میں نے اسی کو سمجھا کہ مدرسہ کے پچاس سالہ حالات جس سے مدرسہ کی ابتدا، اور اس کا تدریجی نشو ونما اور ترقی کے حالات اور مدرسہ کی وہ علمی خدمات جو اس طویل زمانے میں مدرسہ نے کی ہیں۔ مختصر الفاظ کے ذریعہ ان حضرات تک پہنچاؤں جو علمی خدمات کے شائق اور دینی خدمات کے جویاں اور متلاشی رہتے ہیں کہ مدرسہ کی خدمات کے ساتھ ساتھ مدرسہ کی کفایت شعاری کیطرف جس میں مظاہر علوم اپنی نظیر آپ ہی ہے متلاشی انظار کو متوجہ کروں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ بڑا نفع اس میں یہ بھی ہے کہ مدرسہ کی تاریخ مدرسہ کی زندگی اور اس کے یادگار رہنیکا اور تعارف کا ایک قوی ذریعہ ہے اس میں شک نہیں کہ ایک تعلیمی درسگاہ نے جب اپنی عمر کے پچاس سال نہایت شاندار ترقی ورفعت کے ساتھ گذار دیئے تو وہ تاریخی یادگار ہونے کے خود ہی مستحق ہے۔ اس لئے کہ اقوام عالم میں مسلمانوں کی تاریخ جو حیثیت اور درجہ رفعت شان کے لحاظ سے رکھتی ہے وہ دوسروں کو کم نصیب ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دور حاضر نے فن تاریخ کا معیار اس قدر تنگ کر دیا کہ تاریخ کا مصداق صرف ناول یا ناولوں کا ہم رنگ مضمون قرار دیدیا گیا۔ مورخ کا کمال یہ شمار کیا جاتا ہے کہ وہ واقعہ کو اس رنگ آمیزی کے ساتھ لکھے کہ خواہ جھوٹ اور مستبعد ہی کیوں نہ ہو مگر ناظرین پر اپنا اثر جمائے بغیر نہ رہ سکے۔ حالانکہ ایک مورخ کی شان ان حالات سے یکسو ہونی چاہیئے اور اس کے لئے نفس واقعات کا جمع کرنا اور صرف قیودات زمانی کے ساتھ مقید کر دینا اصل مقصد ہونا چاہیئے اسلئے کہ علم تاریخ اور علم مداح

دو مستقل فن ہیں۔ ان کو ایک دوسرے سے ممتاز رکھنا ضروری ہے۔

میری غرض چونکہ نہایت ہی اختصار کے ساتھ مدرسہ کے سنہ وار حالات کو جمع کرنا ہے اس لئے میں اپنی اس تمہید کو بھی نہایت مختصر رکھتے ہوئے اپنا مقصود شروع کرتا ہوں۔ لیکن مدرسہ کے حالات چونکہ مختلف انواع پر مشتمل ہیں اس لئے میں بھی اس مضمون کے دو حصے کرتا ہوں۔ حصۂ اول میں مدرسہ کی اجمالی ترقی اور مختصر حالات سنویہ تین عنوانوں پر منقسم ہیں۔ اس لئے کہ مدرسہ کے اجمالی حالات ان ہی تین حصوں پر منقسم ہیں۔

خصوصی حالات جس میں مختلف انواع کے ہر سال میں پیش آنے والے تغیرات مذکور ہیں۔ **طلبہ** جن میں طلباء مدرسہ کی تعداد اور ہر سال کے فارغ التحصیل طلباء کے اسماء اور ان کی تعداد ذکر کی جائے گی۔ **ملازمین وارکین**:- جس کے ذیل میں منتظمین اور مدرسین و ملازمین کا مجملاً ذکر ہوگا اس کے بعد دوسرے حصہ میں ان مشائخ واکابر کا مختصر تذکرہ ہوگا۔ جن کے اسماء حصہ اول میں آئے ہیں۔ خیال تھا کہ حصۂ اول میں مالی حساب کا بھی اجمالی ذکر سن وار کیا جاوے مگر عام دلچسپی سے بے تعلق ہونے کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

محمد زکریا عفی عنہ کاندھلوی۔

خصوصی حالات، مدرسہ کی ابتداء اور بنیاد

حق تعالیٰ شانہٗ کو جب کوئی کام مقصود ہوتا ہے تو اس کے اسباب مقصد کے مناسب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس زمانے میں چونکہ رشد و ہدایت کا ذریعہ مدارس دینیہ کو بنانا تھا۔ اس لئے اکثر قلوب اس طرف متوجہ ہوئے اور خود بخود مشائخ وقت کے دلوں میں یہ ولولہ پیدا ہونا شروع ہوا اور اس کے اثرات و ثمرات دنیا میں ظاہر ہوئے۔ اس توجہ عامہ کا بڑا سبب ضیاع علوم کا خوف تھا کہ عرصہ سے دہلی منبع العلوم اور مخزن الفضائل تھا۔ اس لئے علوم کا بازار بھی وہاں کمال ترقی پر تھا۔ لیکن حوادث وقتیہ سے جب کہ وہاں علمی شموع بجھنے لگیں تو ہر اہل دل کو اس کی فکر ہوئی کہ موجودہ دنش بینش علماء موجودین اگر اس دار فانی سے چل بسے تو علم ہندوستان سے مفقود ہو جائیگا۔ اسی بنا پر ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ میں "دار العلوم" کی بنیاد پڑی۔ اور اس کے چھ ماہ بعد یکم رجب ۱۲۸۳ھ کو مظاہر علوم کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت مولانا سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپوری جو مسلم الثبوت فقہاء میں تھے اپنے دولتکدہ پر قدیم رواج کے موافق شائق طلباء کو پڑھایا کرتے تھے۔ مولانا عنایت الٰہی صاحب، مولانا الحافظ الحاج قمر الدین صاحب جو آج مشائخ وقت ہیں اُس زمانہ میں حضرت مولانا سعادت علی صاحب کے پاس طالب علمی کے منازل طے کر رہے تھے اور مولانا کے مخصوص تلامذہ میں سے سمجھے جاتے تھے۔ مولانا کو اکثر دینی مدرسہ کی بنیاد کا ولولہ رہتا تھا اور گاہ بگاہ اسکا ذکر تذکرہ بھی فرماتے رہا کرتے تھے لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کے علم میں اس کے لئے یکم رجب المرجب ۱۲۸۳ھ کی تاریخ مقرر تھی۔ چنانچہ عرصہ کے ذکر تذکرہ اور تمنا و خواہش کے بعد دفعۃً تاریخ مذکور میں مولانا کو جوش و ولولہ پیدا ہوا۔ اور "چوک" کی مسجد میں مدرسہ کی بنیاد ڈالدی۔ مولانا سعادت علی صاحب انبہٹوی کو جو پہلے انبہٹہ میں پڑھایا کرتے تھے بمشاہرہ عہ ماہانہ پر مدرس عربی مقرر فرمایا۔ جنھوں نے مولانا عنایت الٰہی صاحب[2]، حافظ الحاج قمر الدین صاحب[1]، محمد علی، مقبول احمد صاحبان وغیرہ طلباء کو نحو میر شروع کرائی۔ ان لوگوں کے کچھ اسباق مولانا سعادت علی صاحب کے پاس بھی متفرق طور پر ہوتے تھے جو مولانا نے خود ہی مسجد میں پڑھانے شروع فرما دیئے تھے۔ قلوب تو علی العموم متوجہ اور منتظر ہی تھے۔ مدرسہ کی بنیاد پڑتے ہی متفرق نواح سے طلباء کی رجوعات شروع ہو گئیں۔ اس بنا پر مولانا کو ایک مدرس کا فوراً اضافہ کرنا پڑا چنانچہ شوال ۱۲۸۳ھ

مطابق ۹ نومبر ۱۸۶۶ء (شاہد غفرلہٗ) سابقہ "چوک بازاراں" کی مسجد کا راستہ ہے۔ (المبدّ)

(حاشیہ:) "سرپرست" ... زیر بند (الکھ)

سے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز کو بمشاہرہ ۔۔۔ ماہانہ پر مدرس اول مقرر فرمایا۔" مولانا عنایت الٰہی صاحب فرماتے تھے کہ وہ منظر بھی خوب یاد ہے اور یاد رہیگا کہ مولانا سعادت علی صاحب سہارنپور کے تاجروں وسوداگروں کے پاس دکان، دکان مدرسہ کی اعانت کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ مدرسہ کی اس وقت اعانت عام طور سے اہل شہر ہی کی طرف سے تھی لیکن ابتداء ہی سے مدرسہ کی قبولیت ضلع سے متجاوز ہوکر دوسرے اضلاع تک پہنچ گئی۔ چنانچہ پہلے ہی سال کی روئداد میں جناب شیخ الٰہی بخش صاحب سوداگر میرٹھ کا اسم گرامی چندہ کی فہرست میں ۔۔۔ روپے سالانہ رقم کے ساتھ زیب قرطاس ہے۔ اہل سہارنپور اسوقت متفرق اخراجات اور متعدد چندوں میں اپنی مستعدی دکھلا چکے تھے۔ چنانچہ اس سے کچھ ہی قبل شہر کی طویل وعریض عیدگاہ تیار ہونے کے بعد ان ہی ایام میں شہر کی جامع مسجد بھی زیر تعمیر تھی۔ جس کی وجہ سے بعض مخلصین نے مدرسہ کیلئے چندہ کو ایسے وقت میں مستبعد بھی سمجھا۔ لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کا فضل شامل حال تھا کہ مدرسہ کیلئے توقعات سے زیادہ کامیابی ہوئی۔

سالِ بنائی مطابق از رجب ۱۲۸۳ھ تا جمادی الاخری ۱۲۸۴ھ

یہ مدرسہ کا پہلا سال ہے اور گویا بالکل ابتدائی قدم ہے۔ اس سال طلباء کی تعداد بہت ہی متفاوت اور مختلف رہی۔ لیکن جو طلبہ سال کے ختم پر موجود تھے وہ تعداد میں اٹھاون تھے جن میں اٹھائیس طلباء عربی کو امتحان کی کامیابی پر انعام تقسیم ہوا جن میں (حضرت اقدس مولانا الحاج) مولوی خلیل احمد صاحب کا نام بھی چمک رہا ہے۔ کہ کامیابی کے صلہ میں اصول الشاشی انعام میں ملی۔ بقیہ طلبائے قرآن شریف اور فارسی وغیرہ کو غالباً کوئی انعام نہیں ملا۔

ارکین وملازمین

مدرسہ کے سابقہ حالات سے یہ معلوم ہوچکا کہ حضرت مولانا سعادت علی صاحب فقیہ نے مدرسہ کی ابتداء فرمائی اور خود ہی ہر طرح کا اہتمام وانتظام فرمایا۔ امور اہتمام میں قاضی فضل الرحمٰن صاحب قاضی شہر بھی ہر نوع کی اعانت فرماتے تھے۔ مولانا عبدالرزاق صاحب سہارنپوری بھی گویا معین اہتمام تھے۔" مولانا سخاوت علی صاحب اور حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی کے اسماء گرامی اور ابتدائی تقرر پہلے گذر چکا۔" ان حضرات کے علاوہ مولانا سعادت حسین صاحب بہاری جو نواب قطب الدین صاحب دہلوی کے شاگرد رشید اور خادم خاص تھے ۱۲۸۴ھ میں مدرسہ کے مدرس مقرر فرمائے گئے۔ جناب حافظ فضل حق صاحب سوداگر

سہارنپور مدرسہ کے خزانچی بھی ابتدا ہی سے مقرر ہوئے۔"

مدرسہ کی ابتدا اگرچہ چوک کی مسجد میں ہوئی مگر کچھ ہی دنوں بعد مسجد کے قریب ایک مکان لے ماہانہ کرایہ پر لیکر اس میں مدرسہ کو منتقل کر دیا گیا لیکن مدرسہ کی روز افزوں ترقی نے اس جدید مکان کو بھی بہت جلد تنگ بنا دیا اس لئے یہ صورت اختیار کی گئی کہ بعض مدرسین اسی سابقہ مسجد میں درس دیتے رہے اور بعض حضرات اس جدید مکان میں جو کرایہ پر لیا گیا تھا مولانا احمد علی صاحب ان ایام میں کلکتہ تشریف فرما تھے۔ جب وہاں سے وطن تشریف لاتے تو مدرسہ اور اہل مدرسہ کی ہر نوع کی ہمت افزائی اور دستگیری فرماتے۔ اس وقت مدرسہ کا کوئی خاص نام نہیں تھا بس مدرسہ عربی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ مدرسہ کی جو ابتدائی روئدادیں طبع ہوئی ہیں وہ "مدرسہ عربی سہارنپور" کے عنوان سے طبع ہوتی رہیں۔ چونکہ مدرسہ کی سب سے پہلی روئداد تاریخی حیثیت سے ایک اہمیت رکھتی ہے اور مدرسہ کی موجودہ رفعت اور علو شان کو دیکھتے ہوئے وہ ایک بنیادی پتھر ہے۔ اسلئے مناسب ہے کہ اس جگہ اس روئداد کو بلفظہٖ شائع کرادیا جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیفیت مدرسہ عربی سہارنپور

للہ الحمد والمنۃ کہ ۱۲۸۳ھ ہجریہ مقدسہ مدرسہ عربی سہارنپور بخیریت تمام ختم ہوا یہ وہ سال فرخندہ مآل ہے کہ جس میں بنائے مدرسہ عربی سہارنپور قائم ہوئی۔ اگرچہ مدرسہ مذکور یکم رجب ۱۲۸۳ھ ہجریہ سے جاری ہوا۔ مگر بسبب قلت معاونین کے چھ مہینے تک گوشہ گمنامی میں پڑا رہا۔ اس سال میں اسقدر امید ترقی مدرسہ کی نہ تھی جیسی کہ ہوئی۔ یعنی تھوڑے عرصہ میں بہت سے طلبہ علاوہ اطراف وجوانب سہارنپور کے پنجاب و بنگالہ و قندھار کے جمع ہو گئے اور جو کہ خبر گیری خورد و نوش و پارچہ وغیرہ سے طلبہ بیرونی کی اہل سہارنپور نے کی اچھی طرح کی لہذا باطمینان آسائش تحصیل علوم میں مصروف رہے۔ ابتدائے سال میں ایک سو تیس ۱۳۰ طلبہ تھے۔ آخر سال میں وقت امتحان سالانہ ایک سو انتیس ۱۲۹ موجود ہیں۔ البتہ علو ہمتی اور دریا دلی سکان سہارنپور کتنی کچھ قابل تحسین و آفریں کے ہے کہ جو کام قابل انصرام واہتمام سلاطین وحکام کے ہوتے ہیں ان کو نہایت اخلاص وکشادہ پیشانی سے انجام کیا اور کر رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۲۷۲ھ ہجری میں ایک عید گاہ پختہ بہت وسیع وبلند طولاً وعرضاً مع احاطہ پختہ کے تعمیر کرائی۔ بعد اس کے ایک اور عالی عمارت نہایت بلند خوش قطع اچھی وضع مسجد جامع تیار کراتے ہیں کہ جس کے دیکھنے سے جامع مسجد شاہجہاں آباد کی یاد آتی ہے۔ اب وقوع ایسے امور کا منجملہ نتائج علوم سے تصور کر کے بنا مدرسہ عربی قائم کی ہے۔

سبحان اللہ کیا اچھا باغ لگایا گیا جو آب زر سے تر وتازہ ہو کر نشو ونما پا رہا ہے کہ تھوڑے دنوں میں ہر ایک درخت کے پھول پھل بہت ہی لگ سکیں اور زہے رونق اور دوام آبادی مسجد جامع منصور ہو۔

ہم اپنے اُن ہم وطنوں کے بڑے مشکور وممنون ہیں جنھوں نے زر چندہ نقد براہ خیر خواہی اور نیک نیتی اپنے ذمہ لے کر ایک سال کا پیشگی عنایت کیا اور سال آئندہ کا کر رہے ہیں۔ مگر زیادہ شکر ہم پر اُن غیر اہل وطنوں کا واجب ہے۔ کہ اجرائے مدرسہ کو محض کار نیک سمجھکر شریک چندہ ہوئے اور بکمال خوشی سے ایک سال کا پیشگی بھیجکر مرہون منت فرمایا اور دوسروں کو اس کام کیطرف راغب کیا۔

اب ہم مجملاً کیفیتِ مدرسہ۔ جمع وخرچ وحالِ امتحانِ سالانہ وانعام وخلاصہ آئین ودستور العمل مدرسہ ہذا جو بمقتضائے مصلحتِ وقت اس سال میں جاری رہی اور آئندہ کو جاری ہو اور انتظام خواندگی لکھتے ہیں تاکہ شرکارِ چندہ پر خوب واضح ہو جائے کہ زرِ چندہ امانت اور کفایت سے صرف ہوا ہے۔

اس سال میں شرکار چندہ مندرجہ فہرست ذیل نے لما مہ (۸۲۶) دینے کا وعدہ کیا۔ اور صما للعہ (۵۴۰) وصول ہوئے اور ما امحہ (۲۸۶) باقی قریب الوصول ہیں منجملہ صما للعہ (۵۴۰) وصول شدہ کے ما للعہ (۱۴۴) تنخواہ مدرسین میں صرف ہوئے۔ اور اما للعہ (۲۹۶) آخر جمادی الثانی ۱۲۸۴ھ کو باقی رہا ہے۔ وجہ اسقدر بچ رہنے روپیہ کی آخر سال میں وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

آج کل تین مدرس مدرسہ میں پڑھاتے ہیں۔ جسمیں فقط تنخواہ ہر سہ مدرسین سوائے سائر خرچ مدرسہ للعہ (۱۴) روپیہ ماہوار ہے۔ غرض خرچ سال آئندہ تخمیناً سماللعہ (۱۸۲) روپیہ سال کا چندہ امدادی سے ہے۔ نقشہ کل خرچ سال ہذا و تخمینہ سال آئندہ درج ذیل ہے۔

نقشہ کل خرچ ۱۲۸۳ھ و ۱۲۸۴ھ

تنخواہ مدرسین	انعام سالانہ طلبہ	میزان کل	کیفیت
ما للعہ (۱۴۴)	مبلغ ۸	ما امحہ (۱۵۲)	۲۹ طلبہ بیرونی کو پارچہ سرمائی دیا گیا۔ اگر قیمت لگائی جائے تو بہت ہوتا ہے

نقشہ تخمینہ کل خرچ سال آئندہ بابت ۸۴، ۸۵ ہجریہ مقدسہ

تنخواہ مدرسین	سائر خرچ: کرایہ مکان مدرسہ	سائر خرچ: متفرق	میزان کل	کیفیت
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

ذکر کارگذاری مدرسین

حسن کارگذاری عامل فاضل مولوی سخاوت علی صاحب مدرس مدرسہ ہذا۔ ہر آئینہ قابل تحسین وآفریں ہے۔ اسی واسطے کہ یہ نتیجہ مولوی صاحب ممدوح کی توجہ دلی کا ہے کہ جو طلبہ میزان پڑھتے داخل ہوئے تھے وہ کافیہ پڑھتے ہیں اور جو شرح مأتہ عامل پڑھتے داخل ہوئے تھے شرح ملا و میر پڑھتے ہیں۔

ذکر امتحان

آخر ماہ شعبان ۱۲۸۴ھ میں بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا سعادت علی صاحب نے بشمول حکیم مشتاق احمد صاحب وقاضی فضل الرحمن خان صاحب ومولوی عبدالرزاق ۲ بہنایت عرق ریزی اور سرگرمی سے امتحان لیا اور جلسۂ آخرمیں کیفیت مندرجہ نقشہ تمام فرمائی اور

کتب انعام قیمتی عہ/ کی واسطے طلبہ مندرجہ نقشہ ذیل کی ممتحنان صاحبان نے تجویز کی۔

نمبر دفعہ	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	میزان کل
تعداد کل طلبہ	۱	۱	۴		۹	۵	۸	۹	۴	۱۲	۶۸
تعداد حاضرین	۱	۱	۳		۸	۴	۷	۹	۴	۱۱	۶۸

دفعات مفصلہ ذیل کا کئی روز تک امتحان لیا اور حسب استعداد طلبہ کے سوالات مشکلہ کتب خواندہ میں سے پوچھے گئے بالعموم۔

حال خواندگی و تہذیب طلبہ اچھا ہے اور محنت ہر طالب علم کی نسبت کتاب کے ثابت ہے۔

العبد العبد العبد

محمد سعادت علی عفی عنہ ، مشتاق احمد سہارنپوری ، فضل الرحمٰن ، عبد الرزاق سہارنپوری

صاحبان مندرجہ نقشہ ذیل نے اٹھارہ ۱۸ روپے واسطے انعام امتحان سالانہ کے مرحمت کئے مگر جو کتب ذیل ممتحنان صاحبان نے واسطے انعام طلبہ کے تجویز فرمائی ان کی خرید میں مبلغ آٹھ روپیہ سات آنے (عہ/) خرچ ہوئے (لعہ/۹) باقی خزانہ میں جمع ہیں۔

فہرست اسمار شرکار چندہ انعامی

نمبر شمار	نام چندہ دہندہ	تعداد چندہ	نمبر شمار	نام چندہ دہندہ	تعداد چندہ
۱	حافظ فضل حق صاحب سوداگر خزانچی	قہ/۵	۵	الٰہی بخش سوداگر	۸ر
۲	شیخ عبد اللہ عرف بخشا صاحب	قہ/۵	۶	شیخ عبد العزیز	۸ر
۳	حافظ ولی محمد و شیخ گھسا سوداگران	عاز/۲	۷	متفرق معرفت شیخ عبد اللہ	تے/۳
۴	شیخ قدرت اللہ سوداگر	عاہ/۲	۰		۰

میزان کل ۲۸ صرف انعام عہ/۸ باقی خزانہ میں لعہ/۹۔

فہرست اسامی طلبہ انعام یافتہ ؛ کوئی نمبر خاص حصول انعام کے واسطے مقرر نہیں ہے فقط لحاظ نسبت ایک دوسرے کے کیا گیا ہے۔

نمبر شمار	نام طالب علم انعام یافتہ	کتب انعام	نمبر شمار	نام طالب علم انعام یافتہ	کتب انعام
۱	عبدالقادر پنجابی	شرح عقائد نسفی	۱۵	شرف الدین بنگالی	صرف میر
۲	عبدالحق سہارنپوری	جلالین حاشیہ جلالین	۱۶	محمد عظیم پنجابی	صرف میر راہ نجات
۳	خلیل احمد[لہ] ساکن انبہٹہ	شاشی	۱۷	نور محمد پنجابی	"
۴	محمد یوسف ساکن رام پور	میبذی و اصول الاصول	۱۸	رحیم الدین ساکن موضع سلطانپور	"
۵	ظہیر الدین بنگالی	شافیہ	۱۹	عزیز حسن " سہارنپور	پنج گنج
۶	حافظ قمر الدین ساکن سہارنپور	فصول اکبری	۲۰	ممتاز "	نحو میر
۷	تفضل حسین بنگالی	فصول اکبری	۲۱	اللہ رکھا "	پنج گنج راہ نجات
۸	عطاء اللہ بنگالی	ہدایۃ النحو	۲۲	فتح الدین پنجابی	قواعد فارسی راہ نجات
۹	حافظ مشتاق احمد ساکن انبہٹہ	شرح ملا	۲۳	محبوب الرحمٰن سہارنپوری	نحو میر راہ نجات
۱۰	محمد منیر ساکن موضع دہلاپڑہ	ہدایۃ النحو	۲۴	محمد عاشق "	دستور الصبیان
۱۱	عبداللہ خاں ساکن سہارنپور	قال اقول و راہ نجات	۲۵	محمد یعقوب "	انشائے دولت رام
۱۲	عمر دراز ساکن موضع سٹھانپورہ	اصل الاصول	۲۶	عبدالرحمٰن سوم "	دستور الانشاء
۱۳	عبدالعزیز ساکن انبہٹہ	قال اقول راہ نجات	۲۷	محمد عمر "	انشائے عجیب
۱۴	میر حسن	نحو میر	۲۸	خدا بخش "	"

لہ اس نام نامی کا مصداق حضرت اقدس الحاج الحافظ المحدث مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہ ہیں جو مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے ۱۲۸۶ھ میں دورۂ حدیث شریف اور ۱۲۸۷ھ میں فنون سے فارغ ہو کر اولاً بہاولپور بسلسلہ تدریس تشریف لے گئے۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں مدرس دوم کے عہدہ پر فائز رہے اور آخر میں اہل مدرسہ کی طلب پر قطب العالم حضرت مولانا گنگوہی رحؒ کے مشورہ اور ارشاد سے مظاہر علوم کے صدر مدرس اور بعد ازاں ناظم اعلیٰ کے منصب جلیلہ پر رونق افروز ہوئے۔ آپ نے جو علمی عرفانی اور تعمیری کارنامے انجام دیے۔ آپ کے دور میں مدرسہ جس بام عروج پر پہنچا اور ہر نوع جو ترقیات ہوئیں وہ مدرسہ کی شاندار تاریخ کا زریں باب ہیں۔ ۱۲

خلاصہ آئین دستور العمل مدرسہ ہذا

دفعہ (۱) اس مدرسہ کے مہتمم اعلیٰ مولانا سعادت علی و قاضی فضل الرحمٰن صاحب قرار دیئے گئے۔
دفعہ (۲) ہر شریک چندہ مہتمم تصور کیا جائے گا۔ دفعہ (۳) حافظ فضل حق سوداگر سہارنپور خزانچی مدرسہ مقرر ہوئے۔ دفعہ (۴) چندہ تین قسم پر قرار دیا گیا ہے۔ ایک چندہ امدادی۔ پھر یہ دو قسم کا ہے سالانہ و عطائی یعنی یکشت بطور عطا۔ دوسرا چندہ انعامی جو بوقت امتحان جمع ہو۔ تیسرا چندہ خوراکی۔ اور ایک قسم کا چندہ دوسری قسم میں شامل نہ کیا جائیگا۔ دفعہ (۵) چندہ بلا قید تعداد لیا جائیگا۔
دفعہ (۶) حساب و کتاب مدرسہ ماہ بماہ بہت صاف صاف رہا کرے۔ ہر شریک چندہ کو اختیار ہے جس وقت چاہے معائنہ حساب کرے۔ جو کچھ نقص بابت حساب معلوم ہوا تھا اس کا مہتمان اعلیٰ سے ضرور ہے۔ اور بندوبست اس کا مہتمان صاحبان بھی ضرور سمجھیں۔ دفعہ (۷) بعد مصارف ماہواری ہر مہینہ کے شروع میں چار سو روپیہ خزانہ میں موجود رہنا چاہئیں۔ جس وقت روپیہ اس مقدار سے کم ہو اہتمام کے واسطے پورا کرنے مقدار مذکور کے ضرور ہے۔ دفعہ (۸) کوئی صاحب شریک چندہ اگر زر چندہ میعادِ مقررہ پر عطا نہ فرمائیں گے یا کچھ باقی رہیگا تو واسطے طلب زر مذکور خط بیرنگ بھیجا جائیگا۔
دفعہ (۹) بنظر اطمینان یہ میعاد مقرر ہوئی کہ ہر شریک چندہ پیشگی ایک سال کا عنایت کیا کرے۔
دفعہ (۱۰) رسید زر چندہ پاس مرسل چندہ حسب نمونہ ذیل بصیغہ پیڈ بھیجی جائے گی۔

نمبر فہرست	نام شریک چندہ	مقدار چندہ	معرفت کس کے	بابت کس سال کے	تاریخ وصول	العبد مہتمان و خزانچی	کیفیت

دفعہ (۱۱) شریک چندہ مجاز ہے درصورت نہ پہنچنے رسید کے۔ بذریعہ ارسال خط بیرنگ رسید زر طلب کیا کرے۔ دفعہ ۱۲۔ خزانچی روپیہ مدرسہ کا حسب اطمینان اپنے کے خزانہ سے علیحدہ کیا کرے۔

دفعات متعلق تعلیم طلبہ

دفعہ (۱) پابندئ وقتِ درس ہر طالب علم کو ضرور ہے۔ وقتِ مقررہ پر انتظار نہ کیا جائے گا۔
دفعہ (۲) تعینِ اسباق مابین المدرسین حسب تجویز مدرس اعلیٰ کے ہوگی۔ کسی کو عذر نہ ہوگا۔
دفعہ (۳) کسی طالب علم کا سبق دو سے کم تین سے زیادہ نہ ہوگا۔ دفعہ (۴) اس مدرسہ میں وہی علوم

پڑھانے جائیں گے۔ جو نقشہ دفعہ بندی میں درج ہیں۔ دفعہ (۵)۔ جو طالب علم بیرون شہر کا ہوگا۔ کم از خواندگی شرح مأتہ عامل نحو میں اور مراح الارواح صرف میں داخل مدرسہ نہ ہوگا۔ دفعہ ۶۔ چونکہ بڑی غرض بنیاد مدرسہ سے یہ ہے کہ ہمارے اہل وطن نتائج علوم سے کامیاب ہوں۔ اس واسطے طلبہ اندرون شہر یا وہ طلبہ جو مسکان قرب وجوار سہارنپور ہیں۔ بلاقید خواندگی داخل ہو سکتے ہیں۔ دفعہ (۷)۔ جو طالب علم بلاسبب ایک ہفتہ سے زیادہ یا بخوف امتحان غیر حاضر ہوگا مدرسہ سے خارج کیا جائیگا۔ دفعہ (۸) جو طالب علم مدرسہ عربی دیوبند داخل مدرسہ ہٰذا ہووے بدون صفائی اور رضامندیٔ مدرسہ مذکور یا اور کوئی وجہ معقول کے داخل نہ کیا جائیگا۔ دفعہ (۹) جو طالب علم تحصیل علوم میں محنت نہ کرتا ہوگا یا چال چلن اچھا نہ ہوگا مدرسہ سے خارج کیا جاویگا۔

دفعات متعلق مدرسین مدرسہ ہٰذا

دفعہ (۱)۔ جو آئین نسبت تعلیم و تہذیب مہتمان مدرسہ سے وقتاً فوقتاً جاری ہوں تعمیل انکی ذمہ مدرسین واجب ہے۔ دفعہ (۲)۔ کثرت طلبہ موجب حسن کارگذاری مدرسین تصور کی جائے گی۔ دفعہ (۳)۔ کوئی مقدار تنخواہ مدرسین کی دوام کے واسطے نہیں ہے۔ بلکہ یہ امر موقوف آمدنی چندہ امدادی اور حسن سعی مدرسین پر ہے۔ دفعہ (۴)۔ علوم مندرجہ نقشہ دفعہ بندی کے پڑھانے سے کسی مدرس کو انکار نہ ہوگا۔ دفعہ (۵)۔ پابندی وقت تعلیم ہر مدرس کو ضرور ہے۔ درصورت غیر حاضری بلاسبب مناسب مہتمان مدرسہ کو اختیار ہے کہ نسبت غیر حاضری جو تجویز فرمائیں گے قابل پذیرائی سمجھا جائے۔ دفعہ (۶)۔ وقت تعلیم موسم سرما میں ۷ بجے سے ۱۲ بجے تک اور ۲ بجے سے ۴ بجے تک۔ اور موسم گرما میں ۶ بجے سے ۱۱ بجے تک اور ۳ بجے سے ۵ بجے تک مقرر کیا گیا۔

نقشہ دفعہ بندیِ تحصیلِ علوم

دفعہ	تفصیل کتب عربی	تفصیل کتب فارسی	تفصیل کتب ریاضی	لکھنا	کیفیت
۱	صحیح مسلم۔ بخاری شریف۔ موطا۔ ترجمہ قرآن، خطبہ قاموسی درمختار کل	تحفۃ العراقین وتزک جہانگیری	۰	ترجمہ اردو بعربی ترجمہ عربی بفارسی	امتحان طلبہ ہمیشہ موافق نقشہ ہٰذا لیا جائیگا۔
۲	بیضاوی، ہدایہ کل، ابوداؤد، نسائی، سبعہ معلقہ	ایضاً	۰	ایضاً	
۳	جلالین، مشکوٰۃ شریف، ترمذی، تیسیر الاصول۔ تاریخ یمینی،	قصائد عرفی و معارج النبوۃ	۰	ایضاً	
۴	میبذی، شرح عقائد نسفی، توضیح تلویح، سراجی فرائض، دیوان متنبی،	اخلاص جلالی علم عروض،		ایضاً	
۵	قطبی میر، مختصر معانی، شاشی، نور الانوار شرح فقہ اکبر، مقامات حریری،	نفحات الانس اخبار الاخیار	اقلیدس مقالہ اول جبر و مقالہ مساوات اول	ایضاً	
۶	شرح ملا، شرح تہذیب، شرح وقایہ شافیہ، مقامات ہندی،	مدارج النبوۃ جواہر ترکیب	اعمال کسور اعشاریہ	ترجمہ عربی بفارسی و مختصر الجمل	
۷	کافیہ۔ قال اقول، مرقات قدوری فصول اکبری، منتخبات عربی،	ابوالفضل سکندر نامہ	اعمال کسور عام	ترجمہ اردو بفارسی	
۸	ہدایۃ النحو، ایساغوجی ہیئتہ المصلے مراح الارواح،	انوار سہیلی، رقعات عالمگیری عبدالواسع رسالہ روشن علی انصاری	اربعۂ صحیح	"	
۹	دستور المبتدی، شرح مأۃ عامل، نحو میر	بوستاں، زلیخا، مصدر فیوض	ضرب و تقسیم	"	
۱۰	میزان منشعب، صرف میر وغیرہ	گلستاں، صفوۃ المصادر انشائے خلیفہ، دلکشا	جمع وتفریق	"	
۱۱	کلام مجید	از ابتدا تا گلستان	۰	مشق خوش قلمی	

فہرست اسامی شرکائے چندہ مابین سال من ابتدائے یکم رجب سنہ ۱۲۸۳ھ لغایت آخر جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۴ھ ہجریہ مقدسہ واجب ایک سال

نمبر شمار	نام دہندۂ چندہ	سکونت یا عہدہ	تعداد چندہ	قسم چندہ	کیفیت
۱	قاضی فضل الرحمٰن خاں وحافظ ابوسعید	قاضی سہارنپور	۲۴/-	امدادی	یہ صاحب ایک مدرس کو کھانا بھی دیتے ہیں
۲	حکیم مشتاق احمد ساکن سہارنپور	ملازم ریاست ٹونک	۴۸/-	"	
۳	حافظ فضل حق نبیرہ حاجی پیر محمد مرحوم سہارنپوری	خزانچی مدرسہ	۹۰/-	"	
۴	شیخ الٰہی بخش سوداگر	میرٹھ	۶۰/-	"	
۵	منشی نجف علی اکسٹرا اسسٹنٹ رائے بریلی	سہارنپوری	۲۴/-	"	
۶	شیخ احمد حسن انسپکٹر کانپور	"	۱۲/-	"	
۷	شیخ کاظم علی	ساکن سہارنپور	۱۲/-	"	
۸	الٰہی بخش وعبدالغفور تاجر جفت پاپوش	"	۱۲/-	"	
۹	مولوی احمد علی	"	۲۴/-	"	
۱۰	مولوی سعادت علی	"	۱۲/-	"	
۱۱	مولوی محمد عبدالرزاق ولد میاں جی غلام نبی مرحوم	"	۱۲/-	"	
۱۲	منشی انصار علی اسسٹنٹ اورسیر	"	۱۲/-	"	
۱۳	محمد حمد اللہ خاں رئیس کیلاشپور ضلع سہارنپور	کیلاشپور سہارنپور	۴۸/-	"	
۱۴	شیخ قدرت اللہ سوداگر	سہارنپوری	۱۲/-	"	
۱۵	حکیم احمد حسین	سہارنپور محلہ مفتی	۶/-	"	
۱۶	حافظ حبیب اللہ سررشتہ دار دیوانی دہرہ	"	۱۲/-	"	
۱۷	شیخ عبداللہ عرف بختا	"	۴۰/-	"	
۱۸	حاجی خدا بخش وحافظ احمد حسین سوداگران	"	۵۰/-	"	
۱۹	حاجی امام الدین بساطی	"	۱۲/-	"	
۲۰	حاجی خان محمد بساطی	"	۱۲/-	"	

ے یعنی جد امجد مولانا الحاج حکیم سید محمد ایوب صاحب سرپرست مدرسہ ۱۲

نمبر شمار	نام دہندۂ چندہ	سکونت یا عہدہ	تعداد چندہ	قسم چندہ	کیفیت
۲۱	حافظ گامادہ خدا بخش صاحبان	سہارنپوری	12/00	امدادی	
۲۲	غلام رسول و رحیم بخش	"	12/00	"	
۲۳	منشی محمد حسن و احمد حسن	"	66/-	"	
۲۴	مولوی محمد صادق نائب سررشتہ دار ضلع رہتک	"	ے	"	
۲۵	منشی محمد زکریا سب اورسیر ضلع بستی	"	12/00	"	
۲۶	حاجی خدا بخش عرف بخشا	"	12/-	"	
۲۷	خدا بخش و رحیم بخش ڈاکٹران	"	12/-	"	
۲۸	منشی کریم بخش سررشتہ دار کانگڑہ	"	25/00	"	
۲۹	منشی عبد العزیز تحصیل دار ضلع کول	"	48/-	"	
۳۰	حاجی سید احمد یونس	"	12/00	"	
۳۱	منشی حمید علی تحصیلدار ضلع انبالہ	"	18/-	"	
۳۲	حاجی کریم بخش ملازم ریاست ٹونک	"	12/00	"	
۳۳	شیخ گھیسا پٹواری سوداگر پارچہ	"	ے	"	
۳۴	منشی امیر علی تحصیلدار ضلع کرنال	"	12/00	"	
۳۵	مولوی خیراتی	"	1/-	"	
۳۶	شیخ غلام محمد عرف گامو سوداگر	"	3/00	"	
۳۷	احمد یار بساطی	"	ے	"	
۳۸	نجابت علی عطر فروش	"	ے	"	
۳۹	میاں جی عبد الرحمٰن	"	1/-	"	
۴۰	شیخ محمد زکریا پٹواری	"	1/-	"	
۴۱	شمس الدین	بنگالی	1/-	"	
۴۲	حاجی قادر بخش بساطی	سہارنپوری	2/00	"	
۴۳	حاجی کریم بخش و محمد بساطیان	"	3/00	"	
۴۴	حافظ الٰہی بخش بساطی	"	1/00	"	

نمبر شمار	نام دہندہ چندہ	سکونت یا پتہ	تعداد چندہ	قسم چندہ	کیفیت
۴۵	حاجی مولا بخش بساطی	سہارنپوری	۳/- سے	امدادی	۱۲۸۳ھ پنجم ماہانہ (۲۷)
۴۶	الٰہی بخش بن رمضان بساطی	"	۳/- سے	"	

التماس | چونکہ غرض اجرائے مدرسہ عربی سہارنپور سے محض خیر خواہی اور کار نیک ہم وطنان ہند ہے لہٰذا بخدمت جملہ ناظرین کیفیت ہٰذا التماس ہے کہ جس طرح ہو سکے اعانت مدرسہ ذمہ اپنے ضروری تصور فرما کے معاون مدرسہ ہوں۔ اعانت بتفصیل ذیل تین طور پر ہو سکتی ہے۔
(۱) زر چندہ پیشگی ایک سال کا آپ دینا اور دوسروں کو رغبت دیکر دلانا۔ (۲) رائے مفید سے جو موجب استحکام و انتظام دوام آبادئ مدرسہ متصور ہو مطلع فرمانا۔ (۳) جملہ اہل مطابع طبع کتب مندرجہ دفعہ بندی میں توجہ فرمادیں کہ جس سے اشاعت کتب ہو۔ خصوصی کتب علم ادب جو آجکل بہت کم دستیاب ہیں و نیز استحقاق طلبۂ مدارس عربی کا ہمیشہ پیش نظر رکھنا۔ فقط۔ ۵۵

---

۲ و ۳ سنہ بنائی مطابق از رجب ۸۴ھ تا ذی الحجہ ۸۵ھ

مدرسہ کی ابتدا چونکہ رجب ۸۳ھ سے ہوئی تھی۔ اس لئے پہلا سال جمادی الآخری ۱۲۸۴ھ پر ختم ہوا اور رجب ۱۲۸۴ھ سے دوسرا سال شروع ہو کر جمادی الآخری ۸۵ھ پر دو سال شمار ہونے لگا۔ اس طرح دائمی طریقہ پر سال کی ابتدا رجب سے ہونی چاہیئے تھی مگر چونکہ اس میں بداہتہً چند دقتیں تھیں۔ نیز سال کے شروع ہی میں رمضان المبارک کی تعطیلات کی وجہ سے مدرسہ کبھی بند ہوتا تھا۔ اسلئے اہل مدرسہ نے عام حسابی سال کے موافق دو۲ تین۳ سال کو مشترک کر دیا۔ اسلئے میں بھی اتباعاً ان دونوں سالوں کو مجتمعاً پیش کر رہا ہوں۔

خصوصی تغیرات | میں بجز اس کے کہ مدرسہ کو اپنی ابتدائی اور نو عمری کے زمانہ میں جیسا کہ ایک شیر خوار بچہ کو ذرا سی تیز ہوا اور تھوڑی سی گرمی بھی کافی ستاتی ہے متفرق ایسے حوادث پیش آئے جو اس کی شیر خواری کے لحاظ سے کافی اہم تھے۔ مثلاً مولوی عبدالرزاق صاحب مہتمم مدرسہ کا فکر معاش کی ضرورت سے کہیں تشریف لیجانا اور اہل شہر و اہل اموال کا مدرسہ کی اس کی ضرورت کے موافق اعانت سے قاصر رہنا وغیرہ وغیرہ امور۔ لیکن باوجود ان حوادث کے مدرسہ بحمد اللہ تدریجی ترقی کرتا رہا۔ اور نشو و نما پاتا رہا۔

۵۵۔ ضمیمہ نجم الاخبار ۱۲۸۶ء۔

طلبہ کی کل تعداد چہتّر ۷۶ نفر تھی۔ جس میں پچیس ۲۵ طلبا عربی کو خاص کامیابی پر انعام تقسیم کیا گیا مدرسہ کے قیام کو دو ہی سال گذرے تھے کہ اسمیں انتہائی درجہ کی جماعتیں بھی تعلیم پانے لگیں۔ سال زیر بحث میں بیضاوی شریف جس میں مولوی عبد الحق صاحب، مولوی نور الحسن صاحب مولوی میر باز خاں صاحب شر کار درس تھے۔ اور مشکوٰۃ شریف جس میں (حضرت مولانا) خلیل احمد (صاحب) (مولانا) عنایت الٰہی (صاحب) وغیرہ شریک تھے۔ یہ دو کتابیں اعلیٰ تعلیم میں سے مدرسہ میں پڑھائی گئیں۔

اراکین و ملازمین میں یہ تغیر پیش آیا کہ سال گذشتہ کے ہر دو مدرس بعض عوارض کی وجہ سے مدرسہ میں تشریف فرما رہے۔ اور تعلیم کا تمام بار سال رواں کے اکثر حصہ میں حضرت مولانا محمد مظہر صاحب اور خود مولینا سعادت علی صاحب نور اللہ مرقدہما پر رہا۔ اسیطرح مولانا سخاوت علی صاحب کی اپنے چند امور کی بنار پر طویل غیبت ہوئی۔

سنہ بنائی مطابق سنہ ۱۲۸۶ھ اس سال مدرسہ کو جو حقیقۃً بڑا حادثہ پہنچا وہ حضرت مولانا سعادت علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ بانی مدرسہ کا وصال تھا کہ مولانا حقیقۃً مدرسہ کی روح تھے۔ لیکن چونکہ حق تعالیٰ شانہٗ کو مدرسہ کی بقار منظور تھی۔ اس لئے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کا وجود اس حادثۂ عظمٰے کیلئے پشت پناہ بن کر مدرسہ کی بقار کا سبب ہوا۔ اس حادثہ کے ساتھ ہی ساتھ سال رواں میں قحط عامہ کا اس قدر ابتلار ہوا کہ اہل چندہ کو اپنی ہی معیشت مشکل ہوگئی۔ لیکن بڑی مبارکبادی اور آفریں کے قابل تھے وہ طلبا جنھوں نے حقیقتاً حق طالب علمی اس زمانہ میں ادا کیا۔ اور دن بھر فاقہ کے باوجود طلب علم کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس مقدس گروہ کی ارواح کو اپنی رضا و انوار سے مالا مال فرماویں کہ حقیقۃً طلب علم کا حق ادا کر گئے۔ اور اس ابتلار کے ساتھ ہی دوسرا ابتلار مرض عامہ کا شہر میں نمودار ہوا۔ جس میں طلبہ بھی مبتلار رہے۔

طلبہ کی مقدار امسال عوارض بالا کی وجہ سے سنین ماضیہ کے مقابلہ میں کم رہی۔ یعنی کل مقدار پچاس ۵۰ طلبا تھی جن میں تئیس ۲۳ نفر عربی خواں تھے۔ لیکن باوجود ان عوارض مہلکہ کے تعلیمی ترقی بدستور رہی۔ اور انتہائی درجہ کی کتب میں امسال بیضاوی شریف، مسلم شریف تمام کے علاوہ ادب و منطق وغیرہ کی انتہائی کتب عبد العلی، میر زاہد رسالہ وغیرہ بھی پڑھائی گئیں۔ بخاری شریف جسکے شرکار مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا سید جمعیت علی صاحب، مولانا چراغ علی صاحب جیسے

حضرات تھے۔ پہلی دفعہ مدرسہ میں ہوئی۔

اراکین میں سے حضرت مولانا سعادت علی صاحب کا وصال معلوم ہو چکا۔ مولوی سعادت حسین صاحب بیماری بھی رمضان المبارک کی تعطیل میں دولتکدہ پر تشریف لے گئے۔ اور پھر واپس تشریف نہ لا سکے۔ ۱۵ ذی الحجہ ۸۶ھ سے مولوی احمد حسن صاحب پنجابی کا بمشاہرہ ۱۵ماہانہ مدرس دوم عربی کا تقرر ہوا۔

سنہ بنائی مطابق ۸۷ھ میں کوئی خاص واقعہ بجز اس مرض عامہ کے جو گذشتہ سال شروع ہوا تھا اور کچھ پیش نہیں آیا۔ اور مدرسہ اپنی روز افزوں ترقی کے ساتھ بڑھتا رہا۔

طلبہ کی مقدار بھی نسبتاً زیادہ ہی رہی یعنی کل میزان اکہتر[۷۱] تھی جن میں ستائیس[۲۷] عربی خواں تھے جن میں ترمذی، بخاری، ہدایہ۔ توضیح درمختار وغیرہ انتہائی کتب کے طلبا بھی شریک درس رہے۔ مولوی امیر باز خاں صاحب سہارنپوری واعظ جامع مسجد اسی سال فارغ التحصیل ہوئے ممدوح بنا۔ مدرسہ سے پہلے سے طالب علمی کرتے تھے۔ ان کے علاوہ مولوی غلام محمد بھی کتب حدیث سے فارغ ہوئے۔ اسی طرح (حضرت اقدس مولانا) خلیل احمد (صاحب) سہارنپوری نے توضیح میں امتحان دے کر اعلیٰ نمبر حاصل کر کے انعام میں شرح سلم حاصل کی۔

حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب جو بعد میں مدرسہ کے ناظم مہتمم بنائے گئے۔ انھوں نے ترمذی شریف میں امتحان دیکر اٹھارہ[۱۸] نمبر حاصل فرمائے۔ اور جامع ترمذی ہی انعام میں ملی۔ اور مولانا جمعیت علی صاحب والد ماجد حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب سابق ناظم مدرسہ نے توضیح وتلویح کا امتحان دے کر انعام میں درمختار حاصل فرمائی۔ اس موقعہ پر باوجود امتداد مرض کے ممتحنین نے جو کیفیت امتحان تحریر فرمائی وہ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ اس لئے بلفظہٖ اسکو نقل کیا جاتا ہے۔

"ہم نے امتحان طلبہ مندرجۂ نقشہ کا تحریری وتقریری کتب متفرقہ میں مقامات متناقضہ سے کئی روز تک مفصل اور مشرح لیا۔ باوجود کثرۃ بیماری کے جو کئی مہینے تک لاحق حال طلبہ رہی امتحان اچھا دیا جو ہم کو امید نہ تھی۔ اور کئی طلبہ نے جواب سوالات زبان عربی میں تحریر کئے۔ منجملہ ان کے (حضرت مولانا) خلیل احمد نے جوابات توضیح وتلویح کے اچھے واضح عربی عبارت میں لکھے۔ اور راغب اللہ پانی پتی نے سراجی کے جوابات عربی میں لکھے۔ اور امین الحق عظیم آبادی نے فارسی میں

نہایت بسط وصراحت سے لکھے۔ اگر درازی کیفیت مانع نہ ہوتی تو قابلِ درج کیفیت تھے۔"

العبد العبد العبد العبد

قاضی فضل الرحمٰن ، محمد مظہر مدرس ، احمد حسن مدرس ، محمد صدیق مدرس

اراکین میں قاضی فضل الرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ کی نگرانی میں حضرت مولانا محمد مظہر صاحب صدر مدرس جملہ امورِ اہتمام کا نظم فرماتے تھے۔ مولوی احمد حسن صاحب مدرس دوم مولوی محمد صدیق مدرس فارسی کا تقرر شروع سال سے ہوا۔ حافظ قمر الدین صاحب جو اکثر کتب سے فراغت پا چکے تھے وہ ۸۷ھ سے بمشاہرہ ۷ ماہانہ پر مدرس قرآن شریف مقرر ہوئے۔ ساتھ ہی ساتھ بقیہ کتب کی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ چنانچہ ۸۹ھ میں بخاری شریف میں امتحان دیا روئداد مدرسہ ۸۷ھ میں چند مدرسین کے تقرری کے متعلق ایک عبارت مجھے بہت پسند آئی۔ جو روئداد سے نقل کرتا ہوں۔ اس عبارت سے ان حضرات کے ذوق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۱) مولوی احمد حسن صاحب جامع علوم معقول و منقول مدرس دوم نے ہمہ تن مصروف ہو کر نہایت سرگرمی اور مستعدی سے تعلیم اور تہذیب طلبہ میں سعی بلیغ فرمائی۔ ہم مہتمم تہِ دل سے شکر گذار ہیں۔ اور بمنظوری ارباب جلسۂ انتظامیہ ایک روپیہ ماہوار (تنخواہ میں) اضافہ کیا گیا۔

(۲) مولوی محمد صدیق صاحب مدرس سوم جامع ضروریات علوم مدرسہ ہیں۔ امسال اپنا کام بہت حسن تدبیر سے جیسا کہ پسندیدہ طبائع مہتمان ہے انجام دیا۔ اور نتیجہ اپنی کارگذاری کا اچھی طرح سمجھ کر چند طلبۂ فارسی کو عربی شروع کرائی جو سال آئندہ میں قابل اعتبار تصور کیجائیگی اور اسی وجہ سے واسطے ۱۲۸۸ھ کے ایک سال کے لئے ارباب جلسۂ انتظامیہ نے بارہ[۱۲] روپیہ جو ایک روپیہ ماہواری اضافہ تنخواہ متصور ہوکر ملاکر یگا عطا فرمائی۔

(۳) حافظ قمر الدین صاحب مدرس چہارم مرد مہذب خیر خواہ مدرسہ ہیں۔ درمیان سال ہذا مقرر کئے گئے طلبۂ قرآن خواں کو پڑھاتے ہیں۔ بسبب جدید کام کے نسبت تعلیم حافظ صاحب کوئی اثر معتد بہا ہم کو نہیں ملا جو درج کیفیت کیا جائے۔ ہاں ہم سچے دل سے کہتے ہیں کہ امتثالِ امورِ مدرسہ میں مطیع ہیں۔ بوجہ کثرت طلبہ ایک معین چار[۴] روپیہ ماہواری کی تنخواہ کا واسطے ۱۲۸۸ھ کے ارباب جلسۂ انتظامیہ نے منظور کیا۔ لہ

حافظ قمر الدین صاحب کے جس تقرر کا اس روئداد میں تذکرہ ہے یہ زمانہ حضرت حافظ صاحب کا

لہ - روئداد مدرسہ بابت ۸۷ھ صفحہ ۲ -

نوکری اور ابتدائی تقرر کا ہے۔ لیکن اس کے بعد حافظ صاحب اجل مشائخ اور مدرسے کے روح رواں بن گئے تھے کہ شہر اور دیہات کا چندہ جمعہ کی نماز کے بعد سے لیکر عصر تک جامع مسجد سہارنپور میں حضرت ہی وصول فرمایا کرتے تھے۔ جامع مسجد سہارنپور کے از ابتدا تا انتہا مستقل امام رہے اخیر کے ساٹھ سال نہایت شدید مسلسل بیمار رہے۔ فالج بھی زوردار رہا۔ خدام کرسی پر بٹھا کر مسجد میں صف اول میں بٹھادیا کرتے تھے۔ کوئی نماز تکبیر اولیٰ کے بغیر نہیں پڑھی۔ جب امامت سے معذور ہوگئے تو میرے چچا جان بلا تنخواہ ان کے نائب امام مقرر ہوئے۔ اللہ مغفرت فرمائے۔ بہت ہی اکابر مشائخ میں تھے۔ نہایت پابند صوم و صلوٰۃ و اوراد و وظائف تھے۔ ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت گنگوہی کے بھی مجاز تھے چنانچہ تذکرۃ الرشید میں حضرت گنگوہی کے خلفاء کی فہرست میں لکھا ہے کہ۔

"حضرت مولانا حافظ قمرالدین صاحب امام جامع مسجد سہارنپور بھی اغلب یہ ہے کہ حضرت امام ربانی سے مجاز ہیں مگر اخفا بہت فرماتے تھے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی طرف سے تو اجازت بیعت بالفاظ صریحہ ہوچکی ہے۔ ا۔ھ۔"

۲۷ محرم ۱۳۳۴ھ کی شب میں تہجد کے وقت انتقال فرمایا اور اس آخری شب کی عشاء کی نماز بھی حسب معمول تکبیر اولیٰ کے ساتھ اپنی کرسی پر جماعت سے پڑھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ اس زمانے میں مدرسے کے تعلیمی اوقات ساتؔ گھنٹے تھے کہ پانچ گھنٹے صبح اور دو گھنٹے شام کو تعلیم ہوا کرتی تھی۔ البتہ موسم کے تغیر سے اوقات بدلتے رہتے تھے۔ چنانچہ موسم سرما میں صبح کو ساتؔ بجے سے بارہؔ بجے تک۔ دو بجے سے چار بجے تک۔ اور گرما میں چھؔ بجے سے گیارہؔ بجے تک۔ دوؔ بجے سے چار بجے تک اسباق ہوا کرتے تھے۔

۱۳۰۶ھ بنائی مطابق ۱۸۸۸ء میں مدرسہ کو خاص کامیابی یہ حاصل ہوئی کہ یہاں سے علمائے کرام کی جماعت علوم کی تکمیل فرماکر رشد و ہدایت کے مسانید پر متمکن ہونے لگی اور گویا پانچ ہی برس کی عمر میں حق تعالیٰ شانہٗ نے مدرسہ کے نفع کو متعدی بنادیا۔

طلبہ کی مقدار اس سال سو سے متجاوز ہوکر ایک سو گیارہ تک پہنچ گئی تھی جن میں صرف عربی خوان چھتیس ۳۶ عدد تھے امسال مدرسہ سے علمائے ذیل تحصیل علوم فرماکر مسانید رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے (حضرت مولانا) خلیل احمد انبہٹوی، مولوی عبدالصمد بنگالی، مولوی

لہ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۱۵ء۔ (شاہد غفرلہٗ)

غلام محمد ہشیار پوری۔ مولوی محمد الدین، مولوی مرشد احمد میانوالی، مولوی جلال الدین، ان فارغین میں سے اول الذکر مدرسہ ہی میں مسند تدریس پر معین المدرس مقرر ہوئے اور بقیہ حضرات متفرق بلاد میں تبلیغ ونشر علوم میں مشغول ہوئے۔ مولانا خلیل احمد صاحب چند ماہ قیام کے بعد مولانا فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپوری جو مشہور شیخ الادب گذرے ہیں اور اس وقت لاہور یونیورسٹی میں پروفیسر تھے ان کی خدمت میں تکمیل ادب کیلئے تشریف لے گئے تو ان کی جگہ مولانا جمعیت علی صاحب جو قریب بفراغ علوم تھے معین المدرس مقرر ہوئے۔ اس لحاظ سے مولانا بھی گویا اسی سال کے فارغ التحصیل ہیں۔ اگرچہ ایک دو کتابیں مولانا کی ۸۹ھ و سنہ ۹۰ میں بھی ہوئیں۔ تو گویا مدرسہ نے اپنی پانچ سالہ عمر میں مجموعی طور پر سات عالم مکمل پیدا کئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

ان تحریر کردہ حضرات کے علاوہ مولوی راغب اللہ پانی پتی اور مولوی سراج الدین پنجابی، وغیرہ نے کتب حدیث ختم فرما کر ختم سال پر امتحان دیا۔ اس لحاظ سے یہ حضرات بھی اسی سال کے فارغین میں شمار ہوں گے۔ مولوی راغب اللہ صاحب پانی پتی فراغت کے بعد مدرسہ پانی پت میں منصب تدریس پر فائز ہوئے۔

اراکین بزیر اہتمام قاضی فضل الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب صدر مدرس ہر نوع کا نظم فرماتے رہے۔ مولانا کے مشاہرہ میں ماہ محرم سے ۱۰؍ کا اضافہ بھی ہوا۔ مولانا احمد حسن صاحب مدرس دوم کا ماہ محرم سے ۲؍ اور پھر وسط سال میں للعہ کا اضافہ ہو کر ۲۰؍ ماہانہ ختم سال تک مشاہرہ ہوا۔ ایسے ہی دیگر مدرسین کی تنخواہوں میں بھی تھوڑا تھوڑا اضافہ ہوا۔ چونکہ طلبہ کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔ اسلئے درجہ عربی وفارسی دونوں میں استاذوں کے اضافے کی ضرورت پیش آئی۔ اسی بناء پر درجہ عربی کے لئے (حضرت) مولانا خلیل احمد (صاحب) کا جو اسی سال فارغ ہوئے تھے للعہ ماہانہ مشاہرہ پر تقرر کیا گیا۔ اور جب شعبان میں مولانا لاہور تشریف لیجانے لگے تو مولوی جمعیت علی صاحب کو ان کی جگہ معین المدرس مقرر کیا گیا اور شروع ۹۰ھ میں بمشاہرہ للعہ درجہ فارسی کے لئے مدرس ہوئے۔

تغیرات اس سال حضرت مولانا محمد مظہر صاحب قدس سرہٗ نے بعارض درد گردہ دو ماہ کی رخصت لی۔ اور اس مدت میں ایک ماہ کے لئے مولانا امیر باز خان صاحب کو ان کے قائم مقام بنایا گیا۔ اہل مدرسہ نے رخصت بالعوض کی تنخواہ دی۔ لیکن جس ماہ میں حضرت مولانا کا کوئی قائم مقام نہیں بن سکا اس زمانے کی تنخواہ نہیں دی گئی۔ ایسے ہی مولانا صدیق صاحب

مدرس فارسی نے بوجہ قلت تنخواہ برائے حصول امید ترقی میرٹھ جانے کیلئے رخصت لی۔

۷ سنہ بنائی مطابق ۸۹ سنہ میں طلبہ کی تعداد ایک سو تیرہ تھی۔ جن میں انچاس[۴۹] طلباء عربی کی تعلیم پارہے تھے۔ اس سال مولوی امین الحق، مولوی احمد اللہ وغیرہ طلباء علوم منقول ومعقول سے فارغ ہوکر رشد وہدایت میں مشغول ہوئے۔ حافظ قمرالدین صاحب نے اسی سال بخاری شریف وابوداؤد شریف پڑھی اور ساتھ ہی ساتھ معین المدرس بھی رہے۔ امتحان میں مولوی امین الحق نے ہدایہ اخیرین کا پرچہ جوابات جو تحریر کیا ہے وہ حقیقۃً موصوف کی کمال استعداد پر روشن دلیل ہے روئداد مدرسہ ۱۲۸۹ھ میں اس کو بعینہٖ نقل کیا گیا ہے۔ جس کو میں بھی نقل کرتا ہوں۔

جواب سوالات ہدایہ تحریر امین الحق طالب علم مدرسہ سہارنپور

سوال اول ان قال مالی فی المساکین صدقۃ فھو علی ما فیہ الزکوۃ وان اوصی بثلث مالہ فھو علی ثلث کل شئ۔ اس کی وجہ بیان کرو۔

جواب القیاس فیہ ان یتصدق بالکل کما ہو مذہب امام زفر لعموم اسم المال کما فی الوصیۃ وجہ الاستحسان اما اولا فلان ایجاب العبد یعتبر بایجاب اللہ تعالی فیصرف الی ایجاب ما اوجب الشارع وہو الزکوۃ اما الوصیۃ فہی اخت المیراث لانہا خلافۃ کہی فیصرف الی الکل واما ثانیا فلان الظاہر من التزام الصدقۃ علی ما فضل من مالہ ولیس ہو الا الزکوۃ بخلاف الوصیۃ فانہا فی حال الاستغنا فتنصرف الی الکل۔

سوال دوم شہادت کے اقسام بیان کرو۔

جواب الشہادۃ فرض تلزم الشہود ولا یجوز لہم کتمانہا اذا طالبہم المدعی لقولہ تعالی ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا ولقولہ تعالی ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ اثم قلبہ۔ وانما شرط مطالبۃ المدعی لانہا حقہ فیتوقف علی طلبہ کسائر الحقوق اذا ثبت ہذا فنقول بتوفیق اللہ تعالی ان للشہادۃ مراتب منہا الشہادۃ علی الزنا ویعتبر فیہا شہادۃ اربعۃ من الرجال لقولہ تعالی واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم ولا یجوز فیہا شہادۃ المرأۃ ومنہا الشہادۃ فی بقیۃ الحدود والقصاص وتعتبر فیہا شہادۃ رجلین لقولہ تعالی واستشہدوا شہیدین من رجالکم وفی ہذہ الصورۃ ایضا لا یجوز شہادتہا ومنہا الشہادۃ علی الولادۃ والبکارۃ

والیوب فی موضع لایستطیع الرجال النظر الیہ والجمع المحلی بالالف واللام یراد بہ الجنس فیتناول الاقل وہو حجۃ علی الشافعی باشتراط الاربع بناء علی ان کل امرأتین تقومان مقام رجل واحد فی باب الشہادۃ واما ثانیا فلانہ انما اسقطت الذکورۃ لیخف النظر لان نظر الجنس الی الجنس اخف فکذا یسقط اعتبار العدد۔

سوال سوم | کس چیز کی شہادت بغیر معائنہ کے جائز ہے ؟۔

جواب | شہادۃ النکاح والموت والولادۃ وولایۃ القاضی والنسب یجوز بغیر المعاینۃ والقیاس ان لا تجوز لان الشہادۃ مشتقۃ من المشاہدۃ وہی النظر لیحصل العلم وفی ہذہ الصورۃ لا یحصل النظر فما معنی العلم وجہ الاستحسان انہ ان لم تقبل الشہادۃ فی ہذہ الصورۃ بالتسامع لادی الی الحرج وابطال الاحکام فلا بد ان تقبل ولیعلم انہ لابد فی الشہادۃ العدالۃ ولفظ الشہادۃ اما الاول ای العدالۃ فلقولہ تعالیٰ ممن ترضون من الشہداء والمرضی من الشہادۃ ہو العدالۃ ولقولہ تعالیٰ واشہدو ذوی عدل منکم ولان العدالۃ ہی المعنیۃ للصدق واما الثانی ای لفظ الشہادۃ فلان النصوص نطقت باشتراطہا اذ الامر فیہا بہذہ اللفظۃ ولان فیہا زیادۃ توکید واذا ثبت ہذا فنقول اذا قال الشاہد اعلم او اتیقن لم تقبل"

واضح ہو کہ یہ سوالات بعد ظہر دیئے گئے تھے اور بین العصر والمغرب لیئے گئے تھے۔ ۵۸

اراکین | میں قاضی صاحب مہتمم اور منشی فضل حق صاحب خزانچی حسب دستور سرگرمی سے مدرسہ کو ترقی دینے میں مشغول رہے اور ملازمین بھی کسی قدر اضافہ کے ساتھ حسب ذیل رہے۔

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب	تنخواہ ۳۲/	حافظ قمر الدین صاحب	للعہ ۴/
مولانا احمد حسن صاحب	۲۰/	منشی محمد زکریا صاحب معین فارسی	۱۰/

تغیرات | اس سال حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نے بعض خانگی امور کی وجہ سے ایک ماہ کی رخصت لی اور ان کے عوض مولانا امیر باز خاں نے حضرت قدس سرہٗ کے اسباق پڑھائے اور اسی سال مولانا سخاوت علی صاحب مدرس فارسی نے مدرسے سے استعفاد یا اور امبہٹہ میں مدرس ہوئے ان کی جگہ مولانا جمعیت علی صاحب معین سابق بمشاہرہ ۱۰ روپے مدرس فارسی مقرر ہوئے اور مولانا جمعیت علی صاحب کی خدمات مفوضہ کی ذمہ داری مولانا عنایت الٰہی

۵۸۔ روئداد مدرسہ ۱۲۸۹ھ صفحہ ۔ شاہد غفرلہ

صاحب پر رکھی گئی۔ اور ان کو معین مدرس بنا دیا۔ لیکن مولانا عنایت الٰہی صاحب اپنے خانگی افکار واشغال نیز اپنے دادے صاحب کے حادثۂ انتقال کی وجہ سے مدرسہ میں زیادہ مدت تک نہ رہ سکے ادھر مدرسہ کی آمدنی میں قلت کی وجہ سے یہ طے ہوا کہ یہ عہدہ سردست خالی رکھا جائے مگر فارسی کے طلبار کی کثرت کی وجہ سے کہ ان کی روز افزوں تعداد کی بنار پر ان کے مدرسہ میں قیام کی گنجائش بھی نہ رہی تھی۔ اور اسی طلبا کی کثیر تعداد کی بنار پر مدرس فارسی اور معین مدرس دونوں ملکر بھی فارسی کے اسباق اور طلبا کی معیاری تعلیم کا انتظام نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ایک عارضی مدرس بشاہرہ للعہ/۴ مقرر کیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ مولوی محمد زکریا صاحب مدرس مدرسہ کو ان کی جانفشانی بالخصوص حساب کے سکھلانے میں کمال سرگرمی کی وجہ سے ان کی تنخواہ میں ایک روپیہ کا اضافہ کیا گیا۔ اس سال کے مدرسین و ملازمین وغیرہ کی تنخواہ کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

نام مدرس	تنخواہ	نام مدرس	تنخواہ
مولانا محمد مظہر صاحب مدرس اول	۳۲/۰۰	معین جو مقرر کیا جائے گا	للعہ/۴
مولوی احمد حسن 〃 مدرس دوم	۲۰/-	مولوی محمد زکریا صاحب معین فارسی	للعہ/۴
مولوی جمعیت علی 〃 مدرس فارسی	۱۰/-	کرایہ مکان مع فراش	سے/۳
حافظ قمر الدین 〃 مدرس قرآن	للعہ/۴	محرر نویسندہ خطوط و حسابات	صہ/۵

اس نقشہ کے موافق مدرس و ملازمین وغیرہ کی تنخواہوں کا کل خرچ نو سو چراسی (۹۸۴) روپیے ہوا اور تخمیناً چھبیس (۲۶) روپے دوسرے امور میں خرچ ہوئے۔

اس لحاظ سے اس سال کا مجموعی خرچ ایک ہزار دس روپے (۱۰۱۰) ہے۔

سنہ ۸ بنائی مطابق سنہ ۱۲۹۰ھ

میں طلبار کی تعداد ایکسو چھبیس (۱۲۶) رہی۔ جن میں عربی خواں طلبار سرسٹھ (۶۷) تھے۔ اسی سال مولانا مولوی جمعیت علی صاحب اور مولانا حافظ قمر الدین صاحب جو کئی سال سے فراغت سے قبل ہی معین المدرسی کی مسند پر تشریف فرما ہو گئے تھے۔ جملہ کتب درسیہ سے فارغ ہوئے۔ ان حضرات کے علاوہ مولوی حافظ عبد الرحمٰن مولوی خدا بخش صاحب نے اکثر کتب حدیث سے فراغت حاصل کی۔ مولوی محمد زکریا صاحب ۴ مولوی عنایت الٰہی صاحب جو کتب حدیث سے گذشتہ سالوں میں فارغ ہوئے تھے۔ ایک دو سبق

پڑھتے رہے بقیہ اوقات اعانت تدریس میں صرف فرماتے رہے۔ اسی سال کے مخصوص طلبا میں میر محمد حسن صاحب وکیل بھی ہیں۔ جنھوں نے کنز الدقائق کا امتحان دیکر قدوری انعام میں حاصل کی۔ اور بعد میں وکالت کا امتحان دیکر تقریباً پینتیس ۳۵ سال سہارنپور میں کامیاب وکیل رہے۔ اور آج کل روڑکی میں ہیں۔ اسی طرح مولانا جمعیت علی صاحب نے حماسہ اور متنبی کا امتحان دے کر یہی دونوں کتب انعام میں حاصل کیں اور مولانا پیر محمد صاحب نے بخاری شریف کا امتحان دیا۔ ایسے ہی حافظ قمرالدین صاحب نے درمختار میں امتحان دیکر درمختار ہی انعام میں حاصل فرمائی۔

اراکین وملازمین میں بجز تنخواہ اضافہ بعض مدرسین اور کوئی خاص تغیر نہیں ہوا۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے اراکین اور ملازمین ایسے مستعد عطا فرمائے تھے۔ جو بہت زائد جانفشانی سے مدرسہ کا کام کرتے تھے۔ چنانچہ ۸۹ھ کی روئداد ۲۵ محرم ۹۰ھ کو طبع ہوکر شائع ہوئی۔ جو جانفشانی کا ثمرہ ہی ہے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

۹۰ھ بنائی مطابق ۱۲۹۱ھ چونکہ مدرسہ کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے طلبار اور مدرسین کو محلِ درس اور محل قیام کی تکالیف میں ہر روز اضافہ ہی ہوتا جاتا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ مدرسہ کا وہ مکان جو ۶ر صہ سے کرایہ پر لیا ہوا تھا درس کیلئے بھی کافی نہیں رہا تھا۔ اسی بنار پر طلبا قرآن شریف قاضی صاحب کی مسجد میں اور مولانا احمد حسن صاحب مدرس دوم چوک کی مسجد میں درس دیا کرتے تھے ان وجوہات کی بنار پر سال رواں میں اہل مدرسہ نے مدرسہ کے لئے کسی مکان بنوانے کی تجویز فرمائی اور اس کے لئے خاص طور سے چندہ وغیرہ کا اہتمام فرمایا۔ اہل اموال کو اپنی وسعت کے باوجود روپیہ صرف کرنے میں جو گرانی پیش آتی ہے اس سے وہی قلوب واقف ہیں جن بیچاروں کو تحصیل چندہ کے سلسلہ میں متمولین کی ناز برداری کرنی پڑتی ہے۔

علمار کے لئے یہ مجاہدہ جس قدر سخت ہے شاذ ہی کوئی دوسرا مجاہدہ ہو۔ مدرسہ کے قیام کا یہ آٹھواں سال تھا۔ اس ہشت سالہ زندگی میں مدرسہ نے اپنی سالانہ آمدنی میں سے تنگی اٹھا اٹھا کر جو پس انداز کیا تھا وہ تقریباً پندرہ ۱۵۰۰ سو روپیہ کی قلیل مقدار تھی۔ مدرسہ کا سالانہ متعینہ خرچ بارہ سو ۱۲۰۰ روپیہ سے زیادہ تھا ایسی حالت میں ڈیڑھ ہزار کی رقم گویا صرف ایک سال کا خرچ تھا۔ لیکن اسپر بھی چندہ دہندگان نے وعدہ کی یاد دہانی پر جس قدر طعنے دیئے ہیں وہ قابل حیرت ہیں۔

اس کو توکل کے خلاف بتلایا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ میاں پہلے یہ پندرہ سو تو کھالو پھر ہی اور مانگ بھیجو، وغیرہ وغیرہ۔ فالی اللہ المشتکی۔ جن لوگوں کو ہزاروں روپے کی موجودگی پر بھی یہ خیال نہیں آتا کہ پہلے کسی گوشہ میں بیٹھ کر اس رقم کو کھالیں اور اللہ کی یاد میں تھوڑا سا زمانہ عمر خرچ کردیں۔ ان کو غریب طلبا کیلئے سعی کرنے والوں پر یہ الزام ؟ کہ تقریباً دو سو طلبا و ملازمین کے کنبے کیلئے ڈیڑھ ہزار کی رقم اس شمار میں ہے کہ پہلے اس کو ختم کرلی جاوے۔ اے کاش! کہ سو روپیہ ماہانہ تنخواہ پاتے والے حضرات اگر ۲/۱ ماہانہ مدارس عربیہ پر خرچ کرنے کو اپنے ذمہ سمجھیں تو ۲/۱ کی کوئی بھی حیثیت نہیں کہ اہل مدارس کے لئے ۱/۲ سال کی کثیر رقم اور معطین کیلئے اس سے بھی بڑا ذخیرۂ آخرت جمع ہو سکے۔ الغرض سال رواں میں مدرسہ کیلئے محلہ مفتی میں جہاں اب مدرسہ بحمداللہ قائم ہے مکان کی بنیا ڈالی گئی۔

طلبہ کی تعداد اس سال ایک سو سینتالیس ۱۴۷ رہی جن میں بیشتر عربی خواں تھے۔ مجموعی تعداد میں سال گذشتہ سے گو کسی قدر کمی رہی مگر عربی خواں طلباء کی تعداد میں اضافہ ہی ہوا۔ مولوی عبدالرحیم مولوی پیر محمد صاحب سہارنپوری، مولوی شاہ دین، مولوی احمد اللہ۔ مولوی عبدالرحمٰن دیوبندی، مولوی امداد الحق وغیرہ اسی سال کتب حدیث وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنی اپنی مسانید پر تشریف لے گئے۔

اراکین و ملازمین میں ایک قابل قدر اضافہ اس سال یہ ہوا کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری نے جو بانی مدرسہ کے بعد سے اب تک کلکتہ میں ملازمت کی وجہ سے تشریف فرما تھے۔ اس سال کلکتہ سے قطع تعلق فرما کر مستقل سہارنپور میں قیام فرمایا۔ اور مدرسہ کی غیر موقت اعانت فرمائی۔ تاہم مدرسہ کے ساتھ حضرت ممدوح کی اعانت اور توجہات قیام کلکتہ ہی کے زمانے سے شروع ہو چکی تھی کہ جب بھی رخصت پر تشریف لاتے تو مدرسہ کی ہر نوع کی تقویت فرماتے تھے۔ حضرت مولانا سعادت علی صاحب کے وصال کے بعد سے اب تک مدرسہ کی سیابت کسی کے سپرد نہیں ہوئی تھی۔ حضرت ممدوح کی تشریف آوری پر مولانا مرحوم کی جگہ حضرت کا اسم گرامی لکھا جانے لگا۔ اس سال کی روئداد میں مولانا کی آمد اور تشریف آوری پر یہ شعر تحریر ہے۔

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ ۔۔۔ جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

اس کے علاوہ اور کوئی تغیر مدرسین و اراکین میں اس سال نہیں ہوا۔ مدرسہ کی ابتدائی دور کی روئدادوں میں مدرسین کے اسباق بھی علیحدہ علیحدہ تفصیل سے لکھے جاتے تھے۔ چنانچہ اس سال ۱۲۹۰ھ

کی رونداد میں صدر مدرس حضرت مولانا محمد مظہر صاحب اور مدرس دوم مولانا احمد حسن صاحب کے اسباق کی تفاصیل تحریر ہے۔ چونکہ وہ ہمارے زمانے کے اعتبار سے ایک عجوبہ ہے۔ اس لئے لکھواتا ہوں اور آئندہ بھی کہیں کہیں لکھواتا رہوں گا۔

اسباق متعلقہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب صدر مدرس

ہدایہ جلد ثانی کتاب القسامۃ سے آخر تک۔ توضیح تلویح مقدمات اربعہ۔ پھر دوسری مرتبہ شروع سے پچیس ۲۵ صفحہ تک۔ بخاری شریف کتاب التفسیر سے آخر تک۔ پھر شروع سے کتاب الجہاد تک حسامی تمام سنن ابن ماجہ تمام صحیح مسلم کتاب الحج سے آخر تک۔ جلالین ہدایہ کتاب الشفعہ سے آخر تک مقامات حریری انتالیس ۳۹ مقامے نفحۃ الیمن۔ دیوان متنبی ردیف رار تک شرح عقائد خیالی سنن ابی داؤد کتاب الخاتم تک۔ جامع ترمذی قدوری۔

اسباق متعلقہ مولانا احمد حسن صاحب

شرح وقایہ صفحہ باون ۵۲ سے صفحہ ایکسو بانوے ۱۹۲ تک میبذی الہیات تک ملا حسن میرزاہد مع غلام یحیٰی وعبد العلی مشکوۃ شریف تمام توضیح تلویح صفحہ سینتالیس ۴۷ سے صفحہ ایکسو اٹھاسی ۱۸۸ تک۔ حمد اللہ صفحہ ایکسو آٹھ ۱۰۸ سے آخر تک۔ قاضی مبارک صفحہ ایکسو پینسٹھ ۱۶۵ سے آخر تک پھر دوسری مرتبہ شروع سے آخر تک نور الانوار تمام شرح جامی بحث ظروف تک میرزاہد رسالہ میرزاہد ملا جلال نصف غلام یحیٰی عبد العلی دو ثلث حمد اللہ دوسری مرتبہ بحث شرطیات تک۔ جامع ترمذی صفحہ دوسو ۲۰۰ سے آخر کتاب تک۔ اقلیدس ایک مقالہ شرح وقایہ دوسری مرتبہ کتاب النکاح تک۔ ہدایہ کتاب الشفعہ تک۔ شمس بازغہ بحث حرکت تک ترمذی جلد ثانی صفحہ ایکسو چالیس ۱۴۰ تک صدرا جزلا یتجزی تک۔

سنہ بنائی مطابق سنہ ۱۲۹۲ھ

میں اس مکان کا اکثر حصہ تکمیل کو پہنچ گیا تھا جو گذشتہ سال سے مدرسہ کے لئے زیر تعمیر تھا۔ مدرسہ کا تاریخی نام بنا کے لحاظ سے "مظہر علوم" ہے۔ اور تکمیل کے لحاظ سے مظاہر علوم تجویز ہوا۔ اور اسی سال سے وہ مظاہر علوم کے نام سے مشہور ہوا۔ ورنہ وہ اپنی اس دس ۱۰ سالہ عمر تک عربی مدرسہ کہلاتا رہا۔ اس نام میں ایک ہلکا سا اشارہ حضرت اقدس مولانا محمد مظہر صاحب رح کے اسم گرامی کی طرف بھی ہے جو حقیقۃً مدرسہ کے روح رواں اور مدرسہ کے مربی تھے۔ اس لئے کہ مدرسہ نے اپنے وجود میں آنے

کے بعد سے آج تک حضرت ممدوح ہی کی تربیت میں نشوونما پایا۔ ایک بات یہاں اور قابل ذکر ہے کہ ۱۳۰۹ھ تک روئدادیں مدرسہ عربیہ کے نام سے شائع ہوتی رہیں۔ لیکن ۱۳۱۰ھ کی روئداد میں مدرسہ کا نام تجویز ہوکر اعلان ہوا کہ اب ۱۳۱۰ھ سے روئداد مظاہر علوم کے نام سے شائع ہونا شروع ہوں گی۔ ۱۳۱۰ھ کی روئداد میں مدرسہ کی تعمیر کا معتظم حصہ اور اس کے آمد و اخراجات کی تفصیل شائع ہوئی۔

طلبہ کی تعداد اس سال ایک سو تیس رہی جن میں سے اٹھانوے نفر عربی خواں تھے۔ مولوی امین الحق عظیم آبادی اور مولوی عزیز الحسن سہارنپوری جو کئی سال ہوئے کتب حدیث سے فراغت پا چکے تھے۔ فنون کی تکمیل کے بعد اس سال لاہور گئے۔ حافظ غلام محمد، مولوی محمد حسن پنجابی، مولوی رحمۃ اللہ، مولوی انوار احمد انبہٹوی، مولوی اسمٰعیل بھونوی نے کتب حدیث وغیرہ سے فراغت حاصل کرکے اپنے اپنے مشاغل دینیہ کو اختیار فرمایا۔ مولوی محمد زکریا صاحب جو ۱۲۸۹ھ میں بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث سے فراغت پا چکے تھے اور معین المدرس بن کر درجہ فارسی میں تدریس کا کام انجام دے رہے تھے۔ مگر چونکہ اس سال (۱۳۱۰ھ) کے ختم تک ایک آدھ کتاب انکے زیر درس رہی تھی۔ اس لحاظ سے ان کی تکمیل بھی گویا اسی سال ہوئی۔

ارکین و ملازمین میں ضروریات وقتیہ اور مدرسہ کی ترقی کے لحاظ سے کچھ ترقیات تنخواہوں میں بھی کی گئی۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب رح کی ترقی مبلغ تین روپیہ ہوکر مجموعی تنخواہ پینتیس ۳۵ روپے ہوئی۔ اور مولانا احمد حسن صاحب کی ترقی مبلغ پانچ روپیہ ہوکر مجموعی تنخواہ پچیس ۲۵ روپے اور مولوی جمعیت علی صاحب مدرس سوم کی ترقی مبلغ دو روپے ہوکر مجموعی تنخواہ پندرہ ۱۵ روپے ہوئی۔ بقیہ حضرات اپنی اسی سابقہ تنخواہوں پر مدرسہ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس سال صدر مدرس و مدرس دوم اور مولانا احمد علی صاحب کے پاس یہ کتب رہیں۔

کتب متعلقہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب صدر مدرس مدرسہ بیضاوی شریف، بخاری شریف، ہدایہ جلد ثانی۔ دیوان متنبی۔ مقامات حریری، توضیح تلویح۔ سبعہ معلقہ ابن ماجہ۔ ابوداؤد درمختار۔ تاریخ یمینی قصیدہ ہمزیہ۔ شرح عقائد نسفی، مع خیالی تاریخ، تیموری جلالین شریف، کنز الدقائق، جبر و مقابلہ و مساوات۔

کتب متعلقہ مولانا محمد احسن صاحب مدرس دوم مشکوٰۃ شریف۔ ترمذی شریف بقیہ حصہ

سنن ابی داؤد۔ صحیح مسلم۔ ترجمہ قرآن شریف۔ تصریح شرح چغمینی۔ اقلیدس مقالہ اول و ثانی و ثالث حمد اللہ۔ میرزاہد رسالہ مع عبد العلی صدرا میرزاہد۔ ملا جلال شرح جامی۔ نور الانوار۔ قاضی مبارک مختصر المعانی مطول خلاصۃ الحساب، شمس بازغہ مسلم الثبوت۔ سراجی۔ نفیسی، ملا حسن۔ توضیح تلویح۔ شرح تہذیب،

کتب متعلقہ مولانا احمد علی صاحب

حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ نے کتب ذیل بغیر تنخواہ کے حسبۃ اللہ تدریس فرمائیں۔ مسلم شریف تمام۔ دوم ترمذی ابوداؤد۔ بخاری شریف ایک مرتبہ تمام۔ دوسری مرتبہ گیارہ سیپارے۔ مشکوٰۃ شریف۔ نسائی ابن ماجہ۔ ترمذی۔ موطا امام محمد۔ جامع صغیر۔ جلالین شریف۔ ترجمہ کلام مجید۔ احیاء العلوم۔ درمختار۔ شمائل ترمذی۔ مقدمہ ترمذی۔ سراجی۔ شرح جامی۔ قدوری۔

اللہ جل شانہ، نے ان حضرات کے علوم اور اوقات میں اتنی برکت عطا فرمائی تھی کہ ہم جیسے ضعفاء ان کی تعلیم اور تدریس کو کرامت کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ قطب الارشاد حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا دس سال تک تن تنہا دورہ شریف کی تمام کتب شوال میں شروع فرما کر رجب میں ختم کرانے کا عام معمول تھا۔

سالہ بنائی مطابق ۱۲۹۳ھ

میں مدرسہ کی سابقہ تعمیر گویا تکمیل پا چکی تھی۔ اس لئے شوال سنہ رواں میں مدرسہ محلہ قاضی سے منتقل ہوا آٹھ ۸ شوال کو انتقالِ مدرسہ کی تقریب پر اس جدید مکان میں جلسہ ہوا جس میں حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ نے تین گھنٹہ مسلسل وعظ فرمایا اور اسی تقریب میں جناب الحاج حافظ فضل حق نے دعوت عامہ فرمائی۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب بھی اب تک اپنے دولتکدہ پر تدریس فرماتے تھے۔ اس سال سے مدرسہ ہی میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا مدرسہ کی معظم تعمیر اگرچہ ختم ہو چکی تھی۔ مگر جن لوگوں کو تعمیر سے سابقہ پڑتا ہے وہ اس سے خوب واقف ہیں کہ تعمیر کا تتمہ بہت زیادہ طول طلب ہوتا ہے۔ اس بنار پر کچھ نہ کچھ سلسلہ اس تعمیر کا منتہائے ۱۲۹۶ھ تک چلتا رہا۔ مسجد مدرسہ قدیم بھی اسی زمانے میں تعمیر ہوئی۔ اور مجموعی خرچ اس تمام تعمیر کا دس ہزار چار سو بارہ روپے (۱۰۴۱۲) ہوا۔ اس رقم میں زمانہ کے لحاظ سے گو ہر شخص قابل تشکر ہے کہ اس زمانہ میں روپیہ کی قلت کثیر رقم سے اعانت کو مانع تھی لیکن جناب نواب محمود علی خان صاحب رئیس چھتاری اور شیخ الٰہی بخش صاحب رئیس میرٹھ خصوصیت سے مستحق تشکر و دعا ہیں کہ ایک

ایک ہزار روپیہ کے گرانقدر عطیہ سے اس تعمیر کی اعانت میں حصہ لیا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

طلبہ کی تعداد اس سال ایک سو چالیس ۱۴۰ رہی جسمیں اٹھتر ۷۸ طلباء عربی خواں تھے۔ چونکہ حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ نے بھی امسال مدرسہ ہی میں قیام فرماکر تعلیمی وتدریسی سلسلہ شروع فرمادیا اور حضرت کی شہرت نواح ہند میں جیسی ہونی چاہیے تھی۔ وہ ظاہر ہے اس لئے طلباء حدیث میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ اور پچیس ۲۵ طلبہ حدیث کی تکمیل فرماکر اطراف ہند میں مصابیح ہدایت بنے۔ جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

مولوی عبداللہ ساکن راولپنڈی، مولوی محمد قاسم راولپنڈی، مولوی عبداللہ ساکن گنگاگوہ مولوی سید محمد شفیع بلند شہری، مولوی محمد عمر اعظم گڈھی۔ مولوی حمایت حسین گیاوی۔ مولوی محمد عظیم ٹونکی۔ مولوی عبدالکبیر بہاری۔ مولوی محمد قاسم مظفر پوری، مولوی عبدالغنی عظیم آبادی، مولوی منصور علی خاں مرادآبادی۔ مولوی محمد صدیق سرساوی۔ مولوی محمد بشارت کریم عظیم آبادی مولوی امیر بازخان مظفر پوری، مولوی عبدالحمید ٹونکی۔ مولوی حافظ محمد علی کانپوری، مولوی امام شاہ جہلمی۔ مولوی عبداللہ ٹونکی۔ مولوی سید عبدالرحمن انبالوی۔ مولوی حافظ مستقیم حصاروی، مولوی رسول شاہ امرتسری۔ مولوی حافظ غلام محمد ساکن راولپنڈی۔ مولوی ابوالحسن سہارنپوری۔ مولوی عبداللہ الوری۔ مولوی عبدالقدیر دیوبندی۔ ان کے علاوہ حسب ذیل حضرات مدرسہ کے قواعد کے موافق جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ مولوی ناظر حسن دیوبندی۔ مولوی احمد الدین۔ مولوی غلام علی۔ مولوی فرمان علی۔ مولوی محمد دین۔ مولوی فتح الدین، مولوی محمد حسن،

ارکین وملازمین میں اس سال کوئی خاص تغیر نہیں ہوا۔ بجز اس کے کہ مولوی عنایت الٰہی صاحب جو اس وقت معین المدرس اور محرر مدرسہ تھے۔ انکی تنخواہ میں دو روپیہ کا اضافہ ہوکر ماہانہ تنخواہ ساٹھ روپے قرار پائی۔

۱۳ھ بنائی مطابق ۹۴ء میں مدرسہ کی مالی اعانت میں کچھ کمی رہی جس کی وجہ سے طلبا بھی کم لئے گئے۔ اور مدرسین وملازمین میں تخفیف کی تجاویز زیر غور رہیں۔

طلبہ کی تعداد ایک سو تینتیس ۱۳۳ رہی۔ جن میں سرسٹھ ۶۷ عربی خواں تھے۔ حاجی اسمٰعیل حصاری مولوی الٰہی بخش، حافظ غلام محمد پنجابی، مولوی محمد غوث صاحبؒ فارغ التحصیل ہوئے۔

جن طلبا نے حضرت مولانا احمد علی صاحب سے تعلیم پائی انکی تعداد پچیس ۲۵ ہے جوانکے علاوہ ہیں۔

ارکین وملازمین

میں حضرت مولانا محمد مظہر صاحب اور مولانا احمد حسن صاحب مدرس دوم مولانا عنایت الٰہی صاحب معین التدریس والاہتمام حضرات نے سفر حجاز اختیار فرمایا۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب کے وجود کی برکت سے کتب حدیث میں تو زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ کیونکہ مولانا نے جملہ کتب حدیث خود ہی پڑھائیں اور صدر مدرسی کی نیابت پوری طرح ادا فرمائی۔ البتہ بقیہ کتب کیلئے مولوی امین الحق جو گذشتہ سنین کے فارغ التحصیل تھے بتاہرہ للعہ عارضی مدرس رکھے گئے اور پیر محمد خاں صاحب معاون مدرسہ تجویز کئے گئے۔ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نے سفر حجاز کے باوجود مندرجہ ذیل کتب پڑھائیں۔

بیضاوی از صفحہ سولہ ۱۶ تا ختم سیپارہ۔ ہدایہ جلد اول تمام جلد ثانی صفحہ دوسو چھ ۲۰۶ تک اصول الشاشی تمام۔ مختصر المعانی از صفحہ دوسو اکسٹھ ۲۶۱ تا ختم کتاب۔ شرح وقایہ از صفحہ ایکسو پینسٹھ ۱۶۵ جلد اول تمام۔ مشکوۃ شریف از صفحہ ایک سو پینتیس ۱۳۵ تا ختم کتاب قرآن شریف سورۂ قصص سے ختم قرآن تک۔ بخاری شریف تمام سنن ابی داؤد صفحہ نوے ۹۰ سے ختم کتاب تک۔ نسائی شریف تمام موطا امام مالک صفحہ دوسو چوالیس ۲۴۴ تک، توضیح تلویح مسلم الثبوت جلالین شروع سے لے کر ایک سو دو ۱۰۲ صفحہ تک، تاریخ تیموری اسی صفحہ تک۔ نور الانوار صفحہ نوے ۹۰ تک۔

کتب متعلقہ مولوی احمد حسن صاحب

شرح عقائد معہ خیالی ختم تک۔ بیضاوی صفحہ چھیالیس سے صفحہ انہتر ۶۹ تک۔ ہدایہ جلد ثانی صفحہ اٹھاسی ۸۸ سے تین سو بانوے ۳۹۲ تک۔ مطول صفحہ ایک سو پانچ ۱۰۵ تک۔ شمس بازغہ صفحہ پچاس ۵۰ سے چونسٹھ ۶۴ تک۔ میرزاہد جلالی صفحہ بیس ۲۰ سے آخر کتاب تک میرزاہد رسالہ معہ حواشی صفحہ تیس ۳۰ سے آخر تک۔ شرح جامی صفحہ اڑتیس ۳۸ سے صفحہ انچاس ۴۹ تک۔ حمداللہ سینتالیس صفحات۔ بخاری شریف کتاب التفسیر سے آخر تک۔ ابوداؤد شریف دوسو چونتیس ۲۳۴ صفحات تک۔ ترمذی شریف جلد اول۔ صحیح مسلم تمام۔ اقلیدس مقالہ اول۔ تصریح تمام۔ شرح چغمینی اکیاسی ۸۱ صفحہ تک۔ قطبی و میر قطبی تصدیقات درمختار صفحہ پچپن ۵۵ تک۔ سراجی تا صفحہ اٹھائیس۔

اسباق متعلقہ مولوی امین الحق صاحب

ہدایہ جلد ثانی تا اکہتر ۷۱ صفحہ۔ میرزاہد ملاجلال باون ۵۲ صفحات۔ نور الانوار از صفحہ ایک سو تا دوسو ۲۰۰۔ مختصر المعانی صفحہ ایک سو پانچ ۱۰۵ سے ایک سو چھیاسٹھ ۱۶۶ تک۔ ملاحسن صفحہ پینسٹھ تک

ہدیہ سعید یہ صفحہ پینسٹھ ۶۵ تک۔

۱۳ سنہ بنائی مطابق ۹۵ھ گذشتہ سال سے قلت آمدنی کی وجہ سے حضرات مدرسین کی تنخواہوں میں تخفیف کا مسئلہ زیر غور چل رہا تھا۔

۱۲ ربیع الاول ۹۵ھ کو مجلس شوری میں یہ قرار پایا کہ شوال ۹۲ھ میں جو اضافے کئے گئے ہیں وہ ملتوی کردیئے جائیں۔ اللہ اللہ یہ تھا وہ خلوص جس کی نظیر آج مفقود ہے کہ اگر اضافہ کردیا گیا تو اس میں شاکر رہے۔ اور جب آج تنزل ہو رہا ہے تو نہ جزع فزع ہے اور نہ چین بجبیں اسی استقلال وہمت کے ساتھ جملہ حضرات اپنے اپنے مشغلہ کی تکمیل فرماتے رہے۔ اس قرارداد کی بنا پر مولانا محمد مظہر صاحب کی تنخواہ پینتیس ۳۵ روپے سے گھٹا کر پھر حسب دستور سابق بتیس ۳۲ روپے کردیگئی۔ اور مولانا احمد حسن صاحب کی تنخواہ بجائے پچیس ۲۵ روپے کے بیس ۲۰ روپے کردیگئی۔ اور مولانا جمعیت علی صاحب کی تنخواہ پندرہ ۱۵ روپے کے بجائے بارہ ۱۲ روپے کردیگئی۔

شوال ۹۴ھ میں حضرت مولانا محمد مظہر صاحب اور مولانا احمد حسن صاحب وغیرہ حج کیلئے تشریف لے گئے ان کی چھ ماہ کی تنخواہ سفر حج کے سلسلہ میں منظور کیگئی اور مولانا محمد مظہر صاحب کا کام مولانا احمد علی صاحب اور مولانا احمد حسن صاحب کی خدمات مولانا امین الحق صاحب نے انجام دیں۔ حج کو تشریف لیجانے والے تمامی حضرات مدت رخصت پوری ہونے سے قبل ہی تشریف لے آئے۔ اور اپنے اپنے مشاغل علمیہ میں لگ گئے۔

طلبہ کی تعداد میں ایسی صورت میں کمی لابدی تھی کہ جب مدرسہ کے متعینہ اخراجات میں کمی کرنی پڑی تو طلبا کا داخلہ جو وسعت آمدنی پر موقوف ہے اس میں لامحالہ اختصار کرنا ہوا۔ چنانچہ سال زیر بحث میں صرف ننانوے ۹۹ طلبہ تھے۔ جن میں پینتالیس ۴۵ عربی خواں تھے۔ طلبا کی کمی کا بڑا سبب یہ بھی ہوا کہ جو طلبا مساجد میں رہتے تھے وہ بالخصوص مجبور او اپس ہو گئے۔ کہ گرانی غلہ کی وجہ سے اہل محلہ ان کے کھانوں کے متحمل نہ ہوسکے۔ لیکن بایں ہمہ حضرات ذیل فارغ التحصیل ہو کر اکناف ہند میں مساند رشد پر ممتاز ہوئے۔

فہرست طلبہ سند یافتہ علم حدیث از جناب مولوی احمد علی صاحب در ۱۲۹۵ھ۔

(۱) سید امین الحق عرف منیر الدین بن سید فیض علی بہاری

(۲) مولوی محمد اشرف علی بن محمد عبد الغفور سلطانپور ضلع جالندھر

(۳) مولوی محمد مظہر حسین بن شیخ محمد مظہر علی موضع عکرآباد پرگنہ بھیا ضلع شاہ آباد

(۴) ۔ حافظ کریم الدین ولد جان محمد زاردی ضلع گجرات

(۵) ۔ محمد صدیق بن فضل حسین گنگوہ ضلع سہارنپور

(۶) ۔ حسیم الدین بن حرمت علی خاں رانی ساگر پرگنہ بھیا ضلع شاہ آباد

(۷) ۔ محمد ثناء اللہ ولد رحمت اللہ سلہٹ بنگال

(۸) ۔ حمایت حسین ولد عابد حسین۔

(۹) ۔ عبد اللطیف شاہ ولد عبد القادر شاہ بھانڈی سیدان کشمیر

(۱۰) ۔ محمد اسماعیل بن عبد اللہ پکھروال

(۱۱) ۔ محمد عبد الصمد بن شاہ محمد عبد العلی مبارک پور ضلع گورکھپور

(۱۲) ۔ محمد ذاکر بن شیخ غلام نبی ہروی چک پرگنہ ارول ضلع گیا۔

(۱۳) ۔ غلام حسین ولد احمد الدین قمم والی ضلع بنوں۔

(۱۴) ۔ عالم خاں ولد غیرت خاں موضع ہروزی ضلع راولپنڈی

(۱۵) ۔ محمد دیدار علی بن نجف علی سید المشہدی شہر اور

(۱۶) ۔ بدر الدین احمد ولد شیخ حمید الدین آصف پور ضلع مونگیر

(۱۷) ۔ حافظ غلام محمد بن خدا بخش

(۱۸) ۔ مولوی محمد حنیف ساکن شہر آرہ

(۱۹) ۔ مولوی سید سخاوت حسین ولد سید احسان علی عظیم آبادی۔

(۲۰) ۔ ناظر حسین بن امیر بخش

(۲۱) ۔ شاہد حسین بن ملک امیر علی موضع ہرتو ضلع عظیم آباد

(۲۲) ۔ فتح الدین ولد عبد اللہ میرپوری

(۲۳) ۔ دوست محمد خاں ولد سعادت خاں قصبہ بھو لگام

(۲۴) ۔ شیخ نور الحق بن شیخ حسن علی موضع شاہ میر ضلع اسلام آباد

(۲۵) ۔ مولی بخش ولد کریم بخش لدھیانہ

(۲۶) ۔ الٰہ بخش خاں بن جعفر خاں کوئٹہ

(۲۷) ۔ عبد الغفار بن شیخ حسین عظیم آبادی۔

(۲۸) مولوی محمد حسن ابن پیر محمد ملتانی
(۲۹) " عبد الحق المعروف بعبد الحی بن شیخ خیرات علی عظیم آبادی
(۳۰) " غلام محمد ولد مولوی غلام رسول ضلع جہلم
(۳۱) " عبد الجبار بن شیخ شہامت علی شیخپور ضلع مونگیر
(۳۲) " محمد عبد الشکور بن سید ولایت حسین عظیم آباد
(۳۳) " محمد ابراہیم بن حکیم محمد یوسف بریلوی
(۳۴) " نعمت اللہ بن قیام الدین سلہٹ بنگال
(۳۵) " تجمل حسین بن میر صابر حسین عظیم آبادی
(۳۶) " محمد حسن بن بہاؤ الدین نوشہرہ
(۳۷) " محمد سراج الحق بن مولوی عبد الحق دیوبندی
(۳۸) " محمد صدیق بن پیر جی حبیب محمد سہارنپوری

ان سب حضرات نے حضرت مولانا احمد علی صاحب سے صحاح ستہ پڑھکر سند حاصل کی۔[۵۰]

ارکین وملازمین

میں تنزل تنخواہ کے علاوہ جس کا ذکر اوپر آچکا دو تغیر اور بھی ہوئے اوّل یہ کہ مولانا عنایت الٰہی صاحب کو حجاز سے واپس تشریف لانے کے بعد امراض کی وجہ سے رخصت لینی پڑی اور بندرہ رجب کو بامتثال حکم والد صاحب مدرسہ میں استعفا دیکر منگلور تشریف لیجانا پڑا۔ دوم یہ کہ مولوی پیر محمد خاں صاحب کو بمعاوضہ للعہ/۴ ماہانہ محافظ کتب خانہ بنایا گیا۔

سنہ بنائی مطابق سنہ ۱۲۹۶ھ

امسال مدرسہ کی روئداد میں ایک نفیس خطبہ احیاء العلوم سے نقل ہو کر طبع ہوا جو درج ذیل ہے۔

الحمد للہ الذی لا تستفتح الکتب الا بحمدہٖ۔ ولا تستمنح النعم الا بواسطۃ کرمہ ومجدہ۔ والصلوۃ علی سید الانبیاء محمد رسولہ وعبدہٖ۔ وعلی الہ الطیبین واصحابہ الطاہرین من بعدہ۔ اعلموا ایہا الناس ان الاخرۃ مقبلۃ والدنیا مدبرۃ۔ والاجل قریب۔ والسفر بعید۔ والزاد طفیف۔ والخطر عظیم۔ والطریق سد۔ وماسوی الخالص لوجہ اللہ من العلم والعمل عند الناقد البصیر ردٌ۔ وسلوک

---

[۵۰] - روئداد مدرسہ بابت ۹۵ھ۔

طریق الاٰخرۃ مع کثرۃ الغوائل مکد ۔ فادلۃ الطریق ھم العلماء الذین ھم ورثۃ الانبیاء قد
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل الناس المومن العالم الذی ان احتیج الیہ نفع ۔
وقال صلی اللہ علیہ وسلم الایمان عریان ولباسہ التقوی ۔ وزینتہ الحیاء ۔ وثمرتہ العلم
(ترجمہ) جانو تم اے لوگو! تحقیق آخرت آنے والی ہے اور دنیا جانے والی (ہے) اور
اجل قریب اور سفر دور دراز اور توشہ قلیل اور خطر بڑا اور راہ بند (ہے) اور جس علم اور عمل میں
خلوص لوجہ اللہ نہ ہو نزدیک صراف یعنی پرکھنے والے بینا کے مردود (ہے) اور بوجہ کثرت عوائق
چلنا راستہ آخرت کا دشوار (ہے) پس بتلانیوالے راستہ کے وہ علما وارث انبیاء ہیں ۔ اور تحقیق
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل لوگوں کا وہ مومن عالم ہے کہ وقت حاجت کے نفع پہنچائے ۔
اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایمان برہنہ ہے اور لباس اسکا تقوی اور زینت اسکی
حیاء اور پھل اس کا علم (ہے) پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ علم کی کس قدر فضیلت و منقبت
ہے ۔ چنانچہ اللہ سبحانہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ۔ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین
لایعلمون ۔ (ترجمہ) کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور (وہ لوگ) جو نہیں جانتے ۔
وقولہ تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ــــــــ اسی وجہ سے رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم نے طلب علم کو فرض کیا ہے ۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ ۔ فرمایا
ہے ۔ اور اس میں حرص دلائی ہے اور طالبان علوم دینیہ کی خاطرداری کے لئے لوگوں کو رغبت دلائی
(چنانچہ فرمایا) فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنیٰ رجل من اصحابی ۔ ا ۔ ھ ۔

اس سال میں علاوہ اس قلت آمدنی کے جو مسلسل کئی سال سے درپیش تھی ۔ چند ماہ شدت
سے مرض کی کثرت رہی ۔ لیکن اس کے باوجود ۔

طلبہ کی تعداد ایک سو ایک رہی ۔ جن میں چون ۵۴ عربی خوان تھے ۔ ان میں سے مذکورۃ الذیل
حضرات علوم دینیہ نقلیہ و عقلیہ سے فارغ ہوئے ۔ مولوی محمد حیات مولوی کمال الدین
مولوی الٰہی بخش ۔ مولوی امام الدین ۔ مولوی عبد الغفار ۔ مولوی محمد حسین ۔

ارکین و ملازمین میں بجز اس کے اور کوئی خاص تغیر نہیں ہوا کہ منشی محمد زکریا صاحب
کی تنخواہ ماہ محرم ۱۲۹۶ھ سے ۶؍ روپے ماہانہ تجویز کی گئی ۔ اور چونکہ
منشی صاحب کو بعض عوارض کی وجہ سے مدرسہ کے اوقات میں کچھ مشغولیتیں درپیش آجاتی تھیں

اس لئے آخیر سال ماہ ذی الحجہ سنہ مذکورہ میں منشی صاحب نے استعفار دیا جو اوقات کے کثرت حرج کی وجہ سے مجبوراً منظور کرنا پڑا۔ ذی الحجہ ۹۶ھ میں مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس میں یہ قرار پایا کہ یکم محرم الحرام ۱۲۹۷ھ سے مدرسہ کا تعلیمی نظم اس طرح ہوگا کہ چونکہ مولوی محمد زکریا نے استعفا دیدیا جو منظور کرلیا گیا ہے۔ اس لئے اب درجہ فارسی کی تعلیم مولوی جمعیت علی صاحب کے پاس اسی طرح رہیگی جسطرح کہ پہلے سے تھی اور اس کے ساتھ ساتھ مولانا جمعیت علی صاحب کی معاونت کے لئے مولوی ثابت علی صاحب ایک جدید مدرس بمشاہرہ للعہ/۴ رکھے گئے۔ اس طور پر کہ دو روپیہ چندہ امدادی سے اور دو روپیہ چندہ حق طلبا سے ان کو دیا جاتا رہیگا۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ ایک مدرس عربی مولوی احمد علی پسر شیخ مدار بخش قصبہ اغوان پور ضلع مراد آباد کا تقرر بمشاہرہ ملعہ/۱۰ ماہانہ پر ہوا۔

خواندگی طلبہ

امسال حضرت مولانا محمد مظہر صاحب مدرس اول نے یہ کتابیں پڑھائیں بخاری شریف صفحہ آٹھ سو چار سے آخر کتاب تک مسلم شریف تمام۔ ابوداؤد شریف تمام ابن ماجہ تمام موطا امام مالک صفحہ ایک سو پانچ تک مشکوٰۃ شریف ربع آخر۔ بیضاوی شریف اسی صفحات تک۔ دوسری مرتبہ تیس صفحہ تفسیر کشاف صفحہ ایکسو ستر تک جلالین ترجمہ قرآن شریف ہدایہ جلد ثانی تمام۔ درمختار دوسو پچاس صفحات تک۔ توضیح تلویح صفحہ تراوے سے رکن ثانی تک۔ مسلم الثبوت چھتیس صفحات تک۔ تاریخ یمینی اکہتر صفحات تک۔ دیوان متنبی صفحہ ایک سو اٹھارہ سے ختم کتاب تک۔ حماسہ تمام سبعہ معلقہ دو مرتبہ قصیدہ ہمزیہ تمام۔

اور مولانا احمد حسن صاحب مدرس دوم سے متعلق یہ اسباق رہے۔

ترمذی شریف تمام۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ تین سو اناسی سے آخر کتاب تک جلالین سورہ یوسف تک۔ ہدایہ جلد اول صفحہ پانچسو سات سے آخر کتاب تک۔ شرح وقایہ چالیس صفحات تک۔ خیالی مع شرح عقائد دوبارہ تیسری مرتبہ چودہ صفحات تک حاشیہ عبد الحکیم خیالی صفحہ بیس تک۔ مقامات حریری تمام دوسری مرتبہ تینتیس صفحات تک۔ سبعہ معلقہ تمام۔ سراجی تمام مختصر معانی۔ ایک سو اکیانوے صفحات تک۔ تحفۃ الفکر تمام تحریر اقلیدس پچپن صفحے سے آخر کتاب تک تصریح تمام ملا حسن صفحہ ایک سو بیس سے آخر کتاب تک۔ حمداللہ صفحہ بانوے سے آخر تک قاضی مبارک اڑتالیس صفحات تک۔ دوسری مرتبہ نوے صفحات تک۔ شمس بازغہ اسی صفحے تک۔ میر زاہد ملا جلال چوالیس صفحات تک۔ عبد العلی ایک سو پچپن صفحات تک۔ میر زاہد

ملا جلال عبد العلی دوسری مرتبہ بیس صفحات تک. شرح چغمینی مقالہ ثانیہ سے آخر کتاب تک۔ شرح حکمت العین تمام میر زاہد امور عامہ و شرح مواقف چودہ صفحات تک. مختصر الحساب و شرح تہذیب و میر ایساغوجی تمام.

کیفیت امتحان سالانہ

مدرسہ کی ہر سال کی روئداد میں امتحان سالانہ کی کیفیت اور کامیاب طلبا کو انعام کی تقسیم وغیرہ کا ذکر تفصیل سے ہوتا آیا ہے. یہاں پہنچکر جی چاہا کہ بطور نمونہ کے اس سال کی کیفیت تحریر کردی جائے تاکہ اس کے ذریعہ سے مدرسے کے امتحانات کا کچھ اندازہ ہو جائے. امسال حسب دستور مولانا الحاج احمد علی صاحب، اور مولانا فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپور وغیرہ نے مدرسہ کا امتحان لیا. اور طلبائے مدرسے نے صحیح مسلم شریف اور ہدایہ جلد ثانی کا حفظاً امتحان دیا. بقیہ کتب میں سے بعض کا امتحان تحریری اور اکثر کا تقریری ہوا. صحیح مسلم میں مولوی محمد حیات نے اچھا سنایا اور ہدایہ جلد ثانی میں مولوی ثابت علی، مولوی محمد حسن، مولوی کمال الدین اور مولوی اشرف علی نے اچھا امتحان دیا. ممتحن نے سب کو بیس بیس نمبرات مرحمت فرمائے. امتحان بعد مولانا احمد علی صاحب نے ان طلبا کی محنت اور امتحان میں یکساں اعلیٰ نمبر حاصل کرنے پر فرمایا. ما اشبہہم یعنی یہ لوگ آپس میں کیسے متناسب ہیں. ہر سال کی روئداد میں مدرسہ کا آئین مستقل طور سے طبع ہوتا آیا ہے. نمونہ کے طور پر اس سال کے آئین کی نقل بھی روئداد مدرسے کراتا ہوں.

دستور العمل مدرسہ

دفعہ ۱. چندہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں. چندہ تین قسم کا قرار دیا گیا ہے ۱ چندہ امدادی. اس کی دو قسمیں ہیں. ایک سالانہ. دوسرے عطار یکمشت. چندہ انعامی جو طلبا کو انعام میں دینے کے لئے دیا جاتا ہے. چندہ خوراکی. جو خوراک وغیرہ طلبا کے واسطے جمع ہو. اس قسم میں زکوٰۃ کا روپیہ بھی صرف ہوتا ہے.

دفعہ ۲. ایک قسم کا چندہ دوسری قسم میں شامل نہ کیا جائیگا.

دفعہ ۳. ہر شریک چندہ ایک سال کا پیشگی عنایت فرمایا کریں.

دفعہ ۴. زر موعودہ جو وقت مقررہ پر نہ پہنچیگا اس کے طلب کرنے کیلئے بیرنگ خط روانہ کیا جائے گا. اور رسید پیڈ.

دفعہ ۵. جن صاحب سے زر چندہ تین برس تک وصول نہیں ہوگا ان کا نام خارج کر دیا جائیگا. اور بذریعہ کیفیت سالانہ اطلاع دیجائے گی. مگر یہ کہ وعدہ کیا جاوے کہ عنقریب

ادا کردیا جائیگا۔

دفعہ ۶۔ ہر شریک چندہ ممبر مدرسہ ہے۔

آئین مدرسین

دفعہ ۱۔ جو قواعد تعلیم و تہذیب کی نسبت وقتاً فوقتاً ارباب شوریٰ مدرسہ صادر فرمائیں گے۔ ان کی تعمیل مدرسین کے ذمہ ضروری متصور ہوگی۔

دفعہ ۲۔ کوئی مقدار تنخواہ مدرسین دوام کے واسطے نہیں۔ بلکہ یہ امر آمدنی چندہ و حسن سعی مدرسین پر موقوف ہے۔

دفعہ ۳۔ کثرت طلبہ و حسن تعلیم و درستیٔ اخلاق طلبہ سے کارگزاری مدرسین متصور ہوگی۔

دفعہ ۴۔ خواندگی علوم معینہ مدرسہ کی اشاعت کا ملحوظ رکھنا کارروائی مدرسین سمجھا جاویگا اور اس کا نتیجہ نقشہ خواندگی سالانہ سے واضح ہوتا رہیگا۔

دفعہ ۵۔ وقت تعلیم موسم سرما میں سوا سات بجے سے گیارہ بجے۔ پھر ڈیڑھ بجے سے عصر تک اور موسم گرما میں ساڑھے پانچ بجے سے دس بجے تک پھر دو بجے سے عصر تک رہیگا۔

دفعہ ۶۔ کوئی کتاب مدرسہ میں بلا استصواب مدرس اول شروع نہ کی جائے۔

قواعد رخصت وغیر حاضری

رخصت تین قسم کی ہے۔ رعایتی۔ بوجہ بیماری۔ اتفاقی۔ رخصت رعایتی۔ تمام ماہ رمضان المبارک میں بلا وضع تنخواہ ملا کریگی۔ رخصت بوجہ بیماری سال بھر میں ایک ماہ کی بلا وضع تنخواہ مل سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ بیماری مہتمم کی رائے میں ایسی متصور ہو کہ جس سے کام مدرسہ کا نہ دے سکے۔ اور اس رخصت کا تجزیہ بھی ہوسکتا ہے بشرطیکہ مجموعہ رخصت سال بھر کا ایک ماہ سے زیادہ نہ ہو۔ اور اگر بیماری زیادہ ہو تو زیادہ ایام کی کل تنخواہ نہیں دیجائیگی۔ رخصت اتفاقیہ سال بھر میں دو ہفتے کی دو دفعہ کرکے بلا وضع تنخواہ مل سکتی ہے۔ یعنی بعد کارگزاری ششماہی کے ایک ہفتے کی مگر قبل انقضائے ششماہی استحقاق نہیں۔

دفعہ ۱۔ استفادہ رخصت کے لئے منظوری مہتمم کی شرط ہے۔

دفعہ ۲۔ درصورت غیر حاضری بلا حصول رخصت تنخواہ وضع ہوگی۔ ایک روز کی نہایت دو روز کی درگذر کی جائیگی۔ بشرطیکہ عادت نہ کی جاوے۔

دفعہ ۳۔ جو ملازم بلا حصول رخصت تعطیل سالانہ کے مدرسہ سے غیر حاضر رہیگا تو مستحق پانے تنخواہ ایام غیر حاضری کا دوسری شوال سے نہ ہوگا۔

ذکر آئین طلبہ

دفعہ ا۔ پابندیٔ وقت درس ہر طالب علم کو ضروری ہر وقت پر انتظار نہ کیا جائیگا
دفعہ ۲۔ کسی طالب علم کے سبق دو سے کم تین سے زیادہ مدرسہ میں مقرر نہ ہونگے۔
دفعہ ۳۔ جس طالب علم کا چال چلن اچھا نہ ہوگا۔ مدرسے خارج کیا جائیگا۔
دفعہ ۴۔ طلبہ بیرونی وغیر اضلاع جب تک کم ازکم ہدایۃ النحو میں امتحان ندیں گے۔ مدرسہ میں داخل نہ کئے جائیں گے۔
دفعہ ۵۔ طلبہ بیرونی کی خوراک وپوشاک کی سعی کیجائے گی مگر ذمہ نہیں۔
دفعہ ۶۔ طلبہ خاص شہر سہارنپور کے دس۔ بارہ برس کی عمر سے کم یعنی جب تک استنجار پیشاب خود نہ کرسکیں مدرسہ میں داخل نہ ہوں گے۔ اور خواندگی کم سے کم گلستاں ہونی چاہیئے۔
دفعہ ۷۔ ترتیب پڑھانے کی حسب رائے مہتمان جس طرح قرار پائی گئی۔ اور سنہ ۹۴ھ میں چھاپی گئی اس پر عمل ہونا چاہیئے۔ ادر ریاضی کے پڑھانے کی جملہ مدرسین کو اجازت ہے۔ اور مسلم الثبوت توضیح تلویح (پڑھانے) کی مدرس دوم کو بھی اجازت ہے۔ اور مدرس سوم کو میبذی اور قطبی اور مختصر معانی کے پڑہانے کی اجازت ہے۔

۱۵ سنہ بنائی مطابق ۹۷ھ

میں مدرسہ کو ایک سخت متزلزل کرنے والے حادثہ سے سابقہ پڑا۔ کہ حضرت فخر المحدثین مولانا احمد علی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا سایۂ عطوفت بھی مدرسے کے سر سے اٹھ گیا۔ مولانا کے وصال سے مدرسہ پھر دوبارہ گویا یتیم ہوگیا۔ حضرت مولانا رح کا مختصر تذکرہ مقدمہ اوجز۔ اور مقدمہ لامع الدراری میں حواشی بخاری کے ذیل میں مختصر طور پر مذکور ہے۔ مولانا نے تعلیمی سلسلہ کافی عمر گذر جانے کے بعد شروع فرمایا۔ لیکن جب شروع کیا تو طالب علمی کا حق ادا کردیا۔ کہ دہلی میں جملہ کتب متداولہ استاذ الکل حضرت مولانا مملوک العلی صاحب اور مولانا وجیہ الدین صاحب سہارنپوری سے پڑھیں۔ اور حدیث پاک سید المحدثین حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب سے پڑھنے کا اشتیاق وارادہ تھا کہ اسی دوران میں حضرت مولانا شاہ اسحٰق صاحب ہجرت فرما گئے یہ بھی ساتھ ساتھ گئے۔ اور جملہ کتب حدیث اپنے دست مبارک سے لکھ کر پڑھیں۔ جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ صبح کی نماز کے بعد سے ظہر کی نماز تک حرم شریف میں حدیث پاک کی کتب نقل کرتے۔ اور ظہر سے عصر تک حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب سے پڑھتے۔ حدیث پاک کی تمام کتابیں اسی طرح پڑھیں۔ حضرت مولانا نہایت خوش قلم تھے۔ ان کے دست مبارک کی لکھی ہوئی کتب کی بندہ نے بھی زیارت کی۔ جو

نہایت مختصر اور نہایت خوش قلم تھیں۔ مولانا نور اللہ مرقدہ کا ابو داؤد شریف کا کامل نسخہ حضرت قدس سرہ کے پاس بذل المجہود کی تالیف کے زمانے میں ساتھ ساتھ رہا۔ علم حدیث سے فراغت کے بعد مولانا مکہ سے ہندوستان واپس تشریف لائے اور ۱۲۹۰ھ میں دہلی میں "مطبع احمدیہ" قائم کر کے اپنی جدوجہد اور مساعی جمیلہ سے حدیث پاک کی کتب طبع کرنی شروع فرمائیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کتب حدیث میں بین السطور مختصر حاشیہ کے بعد جہاں "۱۲۰ مولانا" کا لفظ آتا ہے اس کے لکھنے والے یہی حضرت مولانا احمد علی صاحب ہیں۔ اور "مولانا" کے مصداق حضرت شاہ اسحٰق صاحب رح ہیں۔ مولانا نے جو مطبع دہلی میں قائم فرمایا تھا۔ اسکو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ ہندوستان کا سب سے پہلا مطبع ہے جس نے حدیث کی کتابیں طبع کرائیں اس کے بعد ہندوستان میں جتنی حدیث کی کتابیں طبع ہوئیں وہ اسی مطبع کی مطبوعات کی نقل ہوتی تھیں۔ بخاری شریف کا تحشیہ بھی مولانا نے خود ہی فرمایا تھا۔ البتہ آخر کے پانچ سیپاروں کا تحشیہ مولانا ہی کے شاگرد رشید قاسم العلوم والخیرات حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح نے فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف کے حواشی بھی مولانا نے تحریر فرمائے تھے۔ آخر زمانے میں کلکتہ میں تدریس کتب حدیث کے لئے تشریف لے گئے۔ اسی زمانے میں جب تعطیل یا اور کسی بنا پر سہارنپور تشریف لاتے تو مظاہر میں رخصت کے ایام میں درس دیا کرتے تھے جیسکا ذکر سنین سابقہ میں آچکا۔

مولانا کا کل قیام مدرسہ میں چھ سال رہا۔ اس مدت میں بلا معاوضہ درس حدیث اور مدرسہ کی سرپرستی فرمائی دو طلبا کا کھانا آپ کے یہاں مقرر تھا۔ سالانہ جلسہ انعامی میں بخاری شریف کے کبھی پانچ نسخے کبھی تین عدد۔ دو عدد نسخے مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ مدرسہ کی اعانت خود بھی بڑے حوصلہ سے فرمایا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیا کرتے تھے چنانچہ مدرسہ قدیم اور مسجد کیلئے دس ہزار کی رقم مہیا ہو جانا زیادہ تر آپ کی ہی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ حضرت مولانا رح کا وصال بمرض فالج ۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ شنبہ کو ہوا۔ اور اپنے جدی قبرستان متصل عید گاہ میں تدفین ہوئی۔ حضرت مولانا کی عمر شریف تقریباً بہتر سال کی ہوئی۔ اس لحاظ سے سن ولادت ۱۲۲۵ھ کے آس پاس ہوتا ہے مولانا رح کے سانحۂ ارتحال سے دو یوم قبل حضرت اقدس ؁ نانوتوی قدس سرہ کا وصال ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ

؁ حضرت اقدس نانوتوی رح کی پیدائش شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ھ میں ہوئی ہے۔ تاریخی نام خورشید حسن ہے۔

بروز پنجشنبہ بعد نماز ظہر دیوبند میں ہوا۔ وصال کی تفصیل اور تاریخی احوال وغیرہ سوانح قاسمی میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ حضرت نانوتوی کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے ایک مکمل سوانح تحریر فرمائی تھی۔ (جو بعد میں مولانا مناظر احسن گیلانی کی تصنیف کردہ "سوانح قاسمی" کا ماخذ و متن بنی۔

بہرحال چونکہ اب تک مدرسہ شخصی سرپرستان کی عطوفت میں نشو ونما پا رہا تھا۔ اور دنیائے فانی میں بقاء اور دوام کسی کو بھی میسر نہیں اس لئے اس حادثہ کے بعد ارکین مدرسہ کی رائے سے مدرسہ کے لئے متعدد افراد مربیان کا انتخاب ہوا کہ ہر شخصی مفارقت سے مدرسہ کے بند ہونیکا احتمال منتفی ہو جائے۔ اس لئے حضرات ذیل کا منتظمہ کمیٹی کے طور پر انتخاب کیا گیا جو حضرت قاضی صاحب کیلئے معین انتظام بنے۔

مولانا فیض الحسن صاحب ادیب و مدرس یونیورسٹی لاہور۔

مولانا ذوالفقار علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس سہارنپور۔

مولانا نجف علی صاحب رئیس سہارنپور پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ۔

مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی سابق ڈپٹی انسپکٹر مدارس مظفر نگر۔

مولانا خلیل الرحمٰن صاحب خلف الصدق حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ محدث۔

طلبہ کی تعداد ایک سو چار تھی۔ جن میں سے اکسٹھ عربی خوان تھے۔ اس سال کے فارغ التحصیل حضرات میں مولوی ثابت علی جو بعد میں معین مدرس بنائے گئے۔ مولوی محمد حسن بنوی۔ مولوی میر حسن، مولوی نور محمد پسروری، مولوی محمد حسن لاہوری، مولوی سید اشرف علی سلطان پوری شامل ہیں۔

ملازمین مدرسہ میں چونکہ منشی محمد زکریا صاحب کا استعفا منظور ہو چکا تھا۔ اس لئے مولوی جمیعت علی صاحب ۱۰/ مشاہرہ پر مدرس فارسی بنا دیئے گئے اور مولوی ثابت علی صاحب چار روپیہ وظیفہ پر معین فارسی تجویز کئے گئے۔ اور مولوی احمد علی بن شیخ مدار بخش صاحب ساکن (قصبہ اغوان پور ضلع مراد) مدرس سوم عربی بمشاہرہ ۱۰/ شہریہ پر تجویز کئے گئے۔ شوال سن رواں میں مولوی احمد حسن صاحب بترقی تنخواہ مدرسہ فیض عام کانپور میں مدرس اول ہو کر تشریف لے گئے۔ چونکہ مولوی احمد علی صاحب موصوف کا تقرر بھی قریب ہی میں ہوا تھا۔ نیز مولانا عنایت الٰہی صاحب بھی تعلیم کا کام بڑے اہتمام سے انجام دیتے تھے۔ اس لئے سردست مولانا احمد حسن صاحب کی تشریف بری پر کسی جدید تقرر کی ضرورت نہیں ہوئی۔ بلکہ ہر دو مذکورۃ الصدر حضرات کی تنخواہوں میں تھوڑا تھوڑا اضافہ ہونا قرار پایا جس پر شروع ۹۸ھ سے عمل درآمد ہوا۔

اس سال کی روئداد میں مدرسہ کی تعمیرات کا پورا چندہ و آمد وخرچ تحریر کیا گیا ہے جس میں منشی نول کشور مالک مطبع نول کشور کی جانب سے ایک سو سینتالیس ۱۴۷ روپے نیز حضرت اقدس گنگوہی کی طرف سے چھ ۶ روپیہ اور حضرت نانوتوی کی طرف سے پندرہ ۱۵ روپیہ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کیطرف سے دو ۲ روپے کے عطیہ جات تحریر ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی کی طرف سے دو سو تیئیس ۲۲۳ روپے اور نواب محمود علی خاں صاحب رئیس چھتاری کی جانب سے گیارہ سو ۱۱۰۰ روپے اور شیخ الٰہی بخش صاحب اینڈ کو رئیس میرٹھ کی طرف سے ایک ہزار روپیہ بھی درج ہیں۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

سنہ ۱۶ بنائی مطابق ۹۸ھ

مدرسہ کے اکثر امتحانات اب تک تقریری ہوا کرتے تھے۔ مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی ممبر و ممتحن مدرسہ کی تجویز پر اس سال سے امتحانات کا بہت سا حصہ تحریری ہونا شروع ہو گیا۔ اسی سال تقسیم انعام کے سالانہ جلسہ میں حضرت اقدس فخر الملۃ راس المحدثین مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے شرکت فرمائی۔ اور جلسہ غیر معمولی رونق و برکات سے منور رہا۔ حضرت رحمہ اللہ نے اپنے دست مبارک سے انعامات تقسیم فرمائے۔ جلسہ میں اجمالاً ان فارغ التحصیل علما کا بھی تذکرہ کیا گیا جو ابتدائے مدرسہ سے اب تک فارغ ہوئے ہیں۔ ہم ان لوگوں کو چونکہ سالوار ذکر کر چکے ہیں۔ اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اصحاب ذیل جدید قابل ذکر ہیں۔

مولوی ابو الحسن صاحب مہتمم جامع مسجد۔ حکیم صدیق صاحب، حافظ محمد حیات صاحب وغیرہ وغیرہ۔

طلبہ کی تعداد اس سال ایک سو تین ۱۰۳ تھی جن میں عربی طلبا چونسٹھ ۶۴ نفر تھے۔ اس سال کے فارغ التحصیل حضرات ہیں۔ مولوی عبد المجید اسلام آبادی۔ مولوی محمد عثمان، مولوی اکرام الدین مولوی عبد الحمید سکان متفرق اضلاع بنگال۔ مولوی رحیم بخش پنجابی۔ مولوی محمد باقر دیوبندی مولوی احمد الدین پنجابی وغیرہ تھے۔

ملازمین میں بلحاظ تنخواہوں کے کچھ معمولی تغیر ہو جنہیں شروع ۹۸ھ سے حسب ذیل عمل درآمد قرار پایا۔

اسمار مدرسین	تنخواہ	اسمار مدرسین	تنخواہ
حضرت مولانا محمد مظہر صاحب	۳۲/	مولوی ثابت علی صاحب معین فارسی	۵/
مولوی احمد علی صاحب اعوانپوری	۱۴/	حافظ قمر الدین صاحب مدرس قرآن شریف	۴/
مولوی عنایت الٰہی صاحب	۱۰/	مولوی عبد الوہاب صاحب نائب مہتمم	۸/
مولوی جمعیت علی صاحب	۱۱/	مولوی میر محمد صاحب محافظ کتب خانہ	۵/

یکم رجب سن رواں سے مولانا عبد العلی صاحب میرٹھی جو مدرسہ دیوبند میں مدرس تھے بمشاہرہ ۲۰؍ بجائے مدرس دوم کے تشریف لائے۔

۱۲۹۹ھ مطابق سنہ ۱۸۸۱ء میں مدرسہ کی ترقی کا دوسرا زینہ شروع ہوا کہ مدرسہ کی مستقل مالی اعانت میں ترقی شروع ہوئی چنانچہ

سال زیر بحث میں نواب صادق محمد خاں صاحب ریاست بھاولپور کی طرف سے تاقیام مدرسہ بیس روپے ماہانہ کا گرانقدر عطیہ شروع ہوا۔ اسیطرح امیر کبیر جناب خورشید جاہ بہادر حیدرآباد نے پندرہ روپے مدرسہ کو مرحمت فرمانا شروع کئے۔

طلبہ کی تعداد اس سال ایک سو چار تھی۔ جن میں انہتر طلبا عربی خواں تھے۔ اس سال جن لوگوں نے سند فراغ حاصل کی وہ یہ تھے۔ مولوی عبد العزیز کلکتوی، مولوی عبد الستار ہزاروی۔ مولوی ثمر الدین ــــــ، مولوی حکیم رحیم بخش سہارنپوری، مولوی نور محمد لدھیانوی۔ مولوی حشمت علی صاحب بنارسی،

ملازمین میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا۔ تمام عہدے اسی طرح برقرار رہے۔ مدرسہ کا امتحان مستقلاً مولانا فیض الحسن صاحب و مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی لیا کرتے تھے۔ لیکن چند عوارض اور مجبوریوں کی بنا پر اس سال یہ ہر دو حضرات امتحان نہ لے سکے۔ اسلئے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بشمول دیگر مدرسین، مدرسہ امتحان لیا۔ اور اجمالی طور پر امتحان کی کیفیت اور طلبا و مدرسین کی حسن محنت اور استعداد کی تعریف کرنے کے بعد ایک خاص طالب علم کے متعلق تحریر فرمایا۔

"شکر کی جگہ ہے کہ اس مدرسہ کا فیض ایسے دور دراز جگہوں پر پہنچا کر نواح کلکتہ و دیگر اضلاع بنگالہ سے شائقین علم حدیث واسطے تحصیل کے یہاں آتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عبد العزیز ماہ جمادی الاول میں اسی مدرسہ کا شہرہ کلکتہ میں سن کر یہاں آئے اور بہت قلیل مدت میں پانچ کتابیں صحاح ستہ کی قرأتاً و سماعاً اور چھٹی کتاب ابن ماجہ مولوی ابو الحسن مہتمم جامع مسجد (جو کہ مدرسہ ہی کے فارغ ہیں) سے تحصیل کیں۔ اور اسی اثنا میں بیضاوی و در مختار اور شرح مواقف اور بعض کتب دیگر یہاں بہت محنت و شوق سے پڑھیں۔ بعد عید الاضحیٰ اپنے وطن روانہ ہوئے۔ چنانچہ ان کو سربند (دستار) جو رنگون سے جناب ہاشم صاحب نے

واسطے طلبا فارغ التحصیل کے بھیجے ہیں۔) بندھوایا گیا۔ یہ بات لائق غور ہے کہ تخمیناً چھ ماہ کی مقدار میں یہ حضرات جملہ کتب پڑھکر اپنے گھر چلے گئے۔ اس بارہ میں ان کی محنت جسطرح لائق تحسین ہے مدرسین کی مشغولی بھی اس کار خیر میں سزاوار شکر گذاری کے ہے۔ اھ ـــ

۸ ـ سنہ بنائی مطابق سنہ ۱۳۰۰ھ

میں طلبہ کی تعداد ایک سو اکیس تھی۔ جن میں بہتر نفر عربی خواں تھے۔ اس سال کے فارغ التحصیل حضرات حسب ذیل ہیں۔ حافظ فضل الدین گجراتی، مولوی مقیم الدین بوتمانکی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں، مولوی غلام رسول فیروز پوری، مولوی فیض الحسن پور قاضوی، مولوی فتح محمد خاں نکوڑوی۔ مولوی منت اللہ بنگالی، مولوی ابراہیم بنگالی، مولوی احمد علی بنگالی، نیز اس سال کے فارغ التحصیل طلبا میں مولوی رحیم بخش بھی ہیں جن کا ذکر خاص طور سے روئداد مدرسہ میں اس تفصیل کیساتھ مذکور ہے۔

امسال مولوی رحیم بخش بساطی ساکن سہارنپور جو ابتدائے خواندگی سے اس مدرسہ میں داخل ہوئے تھے، علوم رسمیہ معقول و صحاح ستہ و تفسیر و فقہ و اصول فقہ وغیرہ سوائے فرائض کے پڑھکر فارغ التحصیل ہوئے ان کے والد اور اہل برادری نے کچھ شیرینی اور ایک عمامہ پیش کیا۔ شیرینی تقسیم کردیگئی، اور عمامہ جناب مولانا مولوی محمد مظہر صاحب مدرس اول مدرسہ ہذا کے واسطے منظور کیا گیا۔ اور ان کو ایک سربند (دستار) جو رنگون سے جناب حاجی ہاشم صاحب نے واسطے طلبہ فارغ التحصیل کے سال گذشتہ میں بھیجے تھے۔ مدرسہ کی طرف سے بندھوایا گیا ـــ انتہی۵۰

ملازمین

ربیع الاول سن رواں سے کچھ معمولی اضافہ حضرات مدرسین کی تنخواہوں میں ہوا جس کی تفصیل یہ ہے۔

اسماء مدرسین	تنخواہ	اسماء مدرسین	تنخوا
حضرت مولانا محمد مظہر صاحب	۳۵/-	مولوی ثابت علی صاحب معین فارسی	معہ/
مولوی عبد العلی صاحب مدرس دوم	۳۲/-	حافظ قمر الدین صاحب	معہ/
مولوی احمد علی صاحب	۱۳/-	مولوی پیر محمد صاحب	معہ/
مولوی جمعیت علی صاحب	۱۲/-		

۵۰۔ روئداد ۱۳۰۰ھ صفحہ ۹ ("شاہد غفرلہ")

اساتذہ میں سے بقیہ دو حضرات مولانا عنایت الٰہی صاحب اور منشی عبدالواحد خاں صاحب بدستور رہے۔ اوران کی تنخواہوں میں کچھ اضافہ نہیں ہوا۔

شوال سن رواں میں مولانا جمعیت علی صاحب مدرس ہوکر بہاولپور تشریف لے گئے۔ اسلئے مولانا ثابت علی صاحب انکی جگہ بمشاہرہ للعہ مستقل مدرس عربی و فارسی بنائے گئے۔ اور منشی عبدالواحد خاں صاحب نائب مہتمم معین فارسی بھی قرار دیئے گئے۔

۱۹ سالہ بنائی مطابق ۱۳۰۱ھ

امسال شوال کے بعد سے سہارنپور اور نواح سہارنپور میں اس قدر شدت سے تپ لرزہ کا سلسلہ چلا کہ العظمۃ للہ۔ مدرسہ کو بھی دوڈہائی ماہ کے لئے تقریباً بند کرنا پڑا۔

حضرات مدرسین میں سے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب وغیرہ اگرچہ مدرسہ میں تشریف فرمارہے لیکن درس وتدریس کا سلسلہ طلبا و مدرسین کی بیماری کی وجہ سے تقریباً معدوم رہا۔

طلبہ

ماہ شعبان میں طلبہ کی تعداد ایک سو بائیس ۱۲۲ نفر تھی جن میں چھیاسٹھ ۶۶ طلبائے عربی تھے۔ اہل مدرسہ کی خوش قسمتی سے قطب الارشاد حضرت اقدس گنگوہی نوراللہ مرقدہ نے ۲۴ جمادی الثانی سن رواں میں بتقریب شادی صاحبزادہ حافظ محمد فضل حق صاحب خزانچی مدرسہ، سہارنپور تشریف لائے اور مدرسہ میں قیام فرمایا۔

حضرت اقدس نے اہل مدرسہ کی استدعا پر تبرکاً بعض طلبا کا امتحان بھی لیا اور حسب ذیل کلمات تحریر فرمائے۔ جو تبرکاً بلفظہ نقل ہیں۔

> یہ احقر العباد جو چوبیسوئیں ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۳۰۱ھ میں مدرسہ عربیہ سہارنپور میں حاضر ہوا توچند جماعت کا امتحان خواندگی لیا۔ ازاں جملہ دو شخص درمختار خواں کو کہ جماعت اولیٰ مدرس اعلیٰ مولوی محمد مظہر صاحب مد فیضہم کی تھی قابل اجازت و ذی استعداد پایا۔ کہ پڑھنے میں فکرو فہم کو حاضر کرتے تھے۔ لہٰذا ان کو مجمع عام جامع مسجد میں روز جمعہ اجازت دیکر دستار باندھی گئی اور دوسری جماعت بیضاوی نے بھی اچھا پڑھا۔ اور مشکوٰۃ شریف کی جماعت نے بھی اپنی استعداد و درجہ کے موافق اچھا سنایا۔ البتہ جماعت ترمذی نے خوب نہ بتلایا اور اچھا جواب نہ دیا کہ اس جماعت کے لوگ اکثر مشغوف بمعقولات و فلاسفہ معلوم ہوتے تھے۔ ان کی فہم نارسا میں فن حدیث شریف نہ کچھ مشکل ہے اور نہ وہ توجہ تام اس کے فہم کی طرف کرتے ہیں۔ ان کی تقریرات

وجو ابات سے یہ تو واضح ہوا کہ ان کے استاذ معلم نے ان مواقع کی ضروری تقریرات سے مطلع کیا ہے اور تعلیم کی ہے۔ مگر چونکہ اس جماعت کے ذہن ناتمام میں وہ فن ضروری و مشکل ہی نہیں۔ سرسری طور پر بلا غور ما فیہ زیادہ سے زیادہ پڑھ کر کتاب سے فارغ ہو جانا منظور ہے۔ سو ہوش کر کے استاذ کے مضمون و بیان کو نہیں سمجھے اور وقت استفسار کے ویسا ہی جواب ناتمام بلا فہم ادا کر دیا۔ جس سے کوتاہی اس جماعت کی فہم و توجہ حدیث سے ظاہر ہوئی۔

لہٰذا مہتمم صاحب کو ضروری ہے کہ اس امر میں سعی فرماویں کہ طلبہ حدیث و فقہ کو بغور و تدبیر پڑھیں کہ اصل مقصد بنا ر مدارس سے یہ ہے اور بس! اور دیگر فنون یا خادم و مبادی اس کے ہیں جیسے فنون عربیہ، و ادبیہ، و اصول۔ یا مخل و مفر، اس کے جیسے فلاسفہ جہل مرکب، اور مدرسین کی خدمت میں بھی یہی عرض ہے... کہ درباب درس دینیات طلبہ پر تنبیہ رکھیں کہ خوب تدبر کے ساتھ مطالعہ کر کے سمجھیں اور فنون دینیہ خصوصاً حدیث شریف کا بہت اہتمام کریں۔ فقط"

واللہ الہادی الی صراط مستقیم وانا الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

(انتہی بلفظہ الشریف از روئداد ۱۳۰۱ھ ص ۷)

تنبیہ،، یہاں اس بات پر متنبہ کرنا ضروری ہے کہ تذکرۃ الرشید جلد اول کے ختم پر اسی جلسہ دستار بندی کا ذکر ہے اور اسمیں حضرت گنگوہی کی اس تشریف آوری کو تفصیل سے لکھا ہے لیکن روئداد مدرسہ اور تذکرۃ الرشید کے مضمون میں دو اعتبار سے فرق ہے۔ اول یہ کہ روئداد میں حضرت اقدس گنگوہی کی تشریف آوری حافظ فضل حق صاحب کے صاحبزادے کی شادی کے سلسلہ میں ذکر کیگئی ہے۔ اور تذکرۃ الرشید میں دیوبند سے واپسی پر حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کی درخواست پر دستار بندی کا ذکر ہے ان دونوں میں کچھ تعارض نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے اس تشریف آوری پر حضرت حافظ صاحب نے اپنے لڑکے کی شادی تجویز کردی ہو کہ دیوبند سے واپسی پر حافظ صاحب کی درخواست کی بنا پر نکاح میں شرکت کا وعدہ فرمالیا ہو۔ البتہ دوسرا امر جسمیں اختلاف زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ تذکرۃ الرشید میں ۴ ربیع الاول کو دیوبند کی دستار بندی کے بعد اسی ہفتہ میں سہارنپور کی آمد اور مدرسہ مظاہر علوم کی دستار بندی لکھی ہے اور روئداد مدرسہ میں ماہ جمادی الثانی میں یہ آمد تحریر ہے۔ لہٰذا ایہاں پر روئداد مدرسہ کی تاریخ کو ہی صحیح تصور کیا جاتے۔ کیونکہ اس میں

حضرت قدس سرہ کی تحریر کردہ سند کے متعلق ۲۴ رجمادی الثانیہ کو تحریر فرمانا لکھا ہے۔ واللہ اعلم

حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے جن طلبا کو اجازت دی وہ مولوی جان محمد پنجابی قاضی ریاست ٹونک اور مولانا فخر الدین صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ ہیں۔ مولانا فخر الدین صاحب کے متعلق مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی فرماتے ہیں:"

کہ میں نے ان سے کچھ حصہ آمدنامہ کا اور کچھ حصہ بوستاں کا پڑھا ہے۔ یہ دونوں کتابیں میں کیا پڑھتا وہ خود ہی پڑھا کرتے تھے اور خود ہی مطلب بیان کرتے تھے اور اس قدر رویا کرتے تھے کہ سامنے رکھی ہوئی کتاب آنسوؤں کی کثرت کی وجہ سے بھیگ جایا کرتی تھی۔ بڑے عابد، زاہد صبر و قناعت کی زندگی بسر فرمایا کرتے تھے کچا مکان تھا جس پر چھپّر پڑا رہتا تھا۔ اسی میں رہتے تھے بعض اعزہ نے بہت اصرار کیا کہ اس کو پکا بنوا لیں مگر منظور نہیں فرمایا۔ ایک مرتبہ مولانا سے دریافت کیا گیا کہ آپ ملازمت کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا کہ اسمیں بھی ایک فلاسفی ہے وہ یہ کہ میرے استاذ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب رح نے فرمایا تھا۔ کہ فخر الدین نوکری نہ کرنا۔

فراغت کے بعد نول کشور سے تصحیح کتب کیلئے ایک ملازم کی طلب آئی تو حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نے یہ کہکر انکار فرمادیا تھا کہ وہاں نہیں بھیجتے۔ ایک مرتبہ چند واقفین نے اصرار کیا کہ چند روز کے لئے کوہ منصوری تشریف لے چلئے۔ قبول فرمالیا اور چلدیئے یہ کوئی ملازمت وغیرہ کا معاملہ نہیں تھا مگر جو لوگ لے چلنے پر مُصر تھے انھوں نے اپنے ذہن میں یہ تجویز کر رکھا تھا کہ مولانا کو کچھ نقد بھی پیش کریں گے۔ کوہ منصوری پر پورا ایک ماہ گذرا تھا کہ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کھڑے ہیں اور دانتوں میں انگلی دبا رکھی ہے اور فرما رہے ہیں:

فخر الدین! کیا میں نے اس لئے پڑھایا تھا کہ نوکریاں کرتا پھرے؟

گھبرا کر آنکھ کھل گئی اور صبح کی نماز کے فوراً بعد وہاں سے واپسی کی تیاری کی اور چلدیئے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کچھ خرچ کی تنگی ہے، روپیہ پیسہ کی ضرورت ہے۔ فرمایا" نا بھئی رہنے کا حکم ہی نہیں"، اس کے بعد ساری زندگی گنگوہ میں گزاری، جب بھی حضرت مولانا محمد مظہر صاحب رح کا تذکرہ کرتے چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔ مرض فالج میں غالباً ۱۳۵۲ھ میں گنگوہ میں انتقال فرمایا اور وہیں کے قبرستان۔ امام صاحب" میں

دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

بہرحال ان دونوں حضرات کے علاوہ اس سال کے فارغ التحصیل حضرات میں مولوی حکیم محمد اسمٰعیل صاحب گنگوہی مولوی رحیم بخش پنجابی، مولوی عبداللہ کشمیری، مولوی حشمت علی بنارسی، مولوی عبدالواحد بنگالی، مولوی عبداللہ پنجابی، مولوی الٰہی بخش حصاروی، مولوی حسین علی پنجابی، مولوی محمد ہاشم سہارنپوری، مولوی فضل حق بنگالی، یہ کل گیارہ حضرات شامل ہیں"

ملازمین میں اس سال کوئی تغیر نہیں ہوا اور تمام عہدے اسی طرح برقرار رہے"

۲۰ سنہ بنائی مطابق ۱۳۰۲ھ ۔ اس سال مدرسہ کو دو جانکاہ حادثے برداشت کرنے پڑے۔ اسمیں شک نہیں کہ ان میں سے ہر حادثہ اتنا سخت تھا کہ مدرسہ کو اس سے جانبر ہونا مشکل تھا۔ لیکن حق تعالیٰ شانہ، کو مدرسہ کے فیوض کو ترقی دینا تھی۔ اس لئے ہر حادثہ کے بعد اس نے مدرسہ کیلئے ایسے اسباب پیدا فرمائے۔ جس کی بنا پر مدرسہ اپنے نشر و تبلیغ علوم میں مشغول رہا۔ ان میں اول حادثہ حافظ فضل حق صاحب خزانچی مدرسہ کا انتقال ہے کہ آخر صفر[1] سن رواں میں حافظ صاحب نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ ممدوح مدرسہ کی ہر نوع کی خبر گیری کرنے کے علاوہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ کے رفیق خاص اور مخلص دوست تھے۔ حضرت حافظ صاحب کی دیانت داری امانت داری اور تقویٰ و طہارت شہرہ آفاق تھی۔ ممدوح کے انتقال کے بعد بتجویز اراکین مدرسہ امانت خزانہ کا بار حافظ الٰہی بخش صاحب سوداگر بساط خانہ سہارنپور کے سپرد ہوا۔ حضرت حافظ فضل حق صاحب مرحوم بہت ہی خوبیوں کے آدمی تھے اور نہایت ہی مخلص تھے۔ مولانا محمد مظہر صاحب کی جاں نثاروں میں تھے۔ اتنے حضرت قدس سرہٗ اسباق پڑھاتے یہ حاضر خدمت رہتے اور گرمیوں کے موسم میں پنکھا جھلا کرتے تھے انھی حافظ صاحب کی مساعی جمیلہ سے مدرسہ محلہ قاضی سے منتقل ہوکر موجودہ مقام پر آیا۔ حضرت حافظ صاحب کی دیانت داری و اخلاص کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ منجملہ ان کے ایک واقعہ مفتی محمود صاحب گنگوہی نے بروایت حضرت مولانا فخر الدین صاحب گنگوہی نقل فرمایا ہے کہ۔

> حافظ صاحب مرحوم کا تکیہ کلام "اللہ کے فضل سے" تھا۔ ہر بات میں یہی جملہ ارشاد فرماتے اور اسی عادت کا اثر ان کے صاحبزادے حافظ زندہ حسن صاحب مرحوم میں بھی تھا وہ بھی ہر بات میں اللہ کا فضل، اللہ کا فضل فرمایا کرتے تھے (جس سے اس ناکارہ کو بھی بہت سابقہ پڑا) بہرحال ایک مرتبہ حافظ صاحب نے

[1] ازکریا عفی عنہ، حافظ زندہ حسن صاحب مرحوم (جو کہ حافظ صاحب کے لڑکے تھے) نے مجھے اپنے والد کے حادثہ انتقال کی تاریخ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ منگل کی مطابق ۳ جنوری ۱۸۸۵ء شب کو تنخیص۔"

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب سے عرض کیا۔ حضرت جی رات تو اللہ کے فضل سے
اللہ کا غضب ہی ہو گیا تھا۔ حضرت نے ہنسکر فرمایا۔ بھائی حافظ جی رات اللہ کے فضل
سے کیا غضب ہو گئے تھے؟ عرض کیا کہ حضرت! میں سو رہا تھا گھر میں چور گھس گئے
اور تالہ توڑنے لگے۔ میری آنکھ کھل گئی میں نے پوچھا۔ تم چور ہو؟ انھوں نے کہا
ہاں! میں نے کہا کہ میرا سارا روپیہ اسی کوٹھڑی میں ہے۔ اور بہت سارا ہے۔
(کیونکہ مشہور رئیس ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے مدرسہ کے خزانچی بھی تھے) مگر اللہ کے
فضل سے تم اس کو لے نہیں سکتے۔ اور دیکھو یہ تالہ جو اس کو لگ رہا ہے چھ پیسے کا ہے
مگر تمھارے باوا سے بھی نہ ٹوٹے گا۔ اس واسطے کہ مولوی جی (یعنی حضرت مولانا محمد مظہر
صاحب) نے بتلایا تھا کہ جس مال کی زکوٰۃ دیدی جائے وہ اللہ کی حفاظت میں آجاتا
ہے اور میں اس کی خوب زکوٰۃ دے چکا۔ حضرت جی! یہ کہکر میں تو سو گیا جب تہجد کے
واسطے اٹھا تو وہ سب تالہ جھنجوڑ رہے تھے مگر وہ ذرا بھی نہ ٹوٹا۔ اور اللہ کے
فضل سے صبح ہوتے ہی سب بھاگ گئے۔ ——— اھ۔[۱]

دوسرا حادثۂ عظیمہ جو سابقہ جملہ حوادث سے کہیں زیادہ تھا وہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کا
وصال تھا۔ جو ۲۴ ذی الحجہ[۱] کی شب میں آٹھ بجے کے قریب بمرض درد گردہ پیش آیا۔ حضرت ممدوح
نور اللہ مرقدہٗ گویا ابتدا مدرسہ سے ابتک علاوہ اہتمام تعلیم کے ہر نوع کا جزوی نظم فرماتے تھے مدرسہ
کی ہر نوع کی خبر گیری نگرانی حضرت ہی کے حوالہ تھی۔ عزل و نصب ملازمین، ترقی و تنزل مدرسین
حضرت کی ذات سے متعلق تھا۔ اس حادثہ کی وجہ سے عام طلبہ پر بالخصوص طلبۂ حدیث پر اثر ہونا
یقینی تھا۔[۲] حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ اعلیٰ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے عمر میں بڑے تھے۔
لیکن حضرت کے خلفاء اور محبوب خدام میں تھے۔ مولانا عاشق الٰہی تذکرۃ الرشید میں تحریر فرماتے ہیں:
"مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ عمر میں حضرت امام ربانی سے بڑے تھے۔ مگر عقیدت کے اعتبار
سے گویا حضرت کے جاں نثار خادم اور عاشق جانباز تھے۔ جب تشریف لاتے بے اختیار حضرت کے
قدموں پر بوسہ دیتے اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا کرتے۔ حضرت امام ربانی شرماتے اور یوں فرمایا
کرتے کہ مولانا آپ مجھے کیوں نادم فرمایا کرتے ہیں۔ آپ میرے بڑے ہیں مجھ پر آپ کا ادب ضروری ہے
آپ ایسا کام کرتے ہیں تو مجھکو بڑی شرم آتی ہے۔ مولوی محمد مظہر صاحب بصیرت تھے۔ حضرت کے

---

[۱] مطابق اکتوبر ۱۸۸۵ء۔ [۲] حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ کے کچھ مزید حالات اخبار "شفاء الصدور" عربی بابتہ ماہ اکتوبر

علوشان اور مرتبت اور اپنی فرط محبت کے سبب جو کچھ کرتے تھے وہ انکا طبعی اقتضا تھا، مگر حضرت امام ربانی کبرسن کے پاس ولحاظ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد. من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا کے امتثال کو بھول نہیں سکتے تھے۔ اھ۔ لہ

طلبہ کی مقدار اس سال ایک سو ایک۔ رہی جن میں عربی خوان سینتالیس نفر تھے۔ حافظ عمر دراز صاحب تیخوری ضلع سہارنپور اور مولوی فیض محمد خاں پٹھانپوری اسی سال فارغ التحصیل ہوئے۔

ملازمین حضرت ممدوح کے وصال کے بعد سردست کوئی مناسب آدمی نہ ملنے کی وجہ سے موجودہ مدرسین پر ہی اسباق تقسیم کردیئے گئے۔ کسی جدید مدرس کا اضافہ نہ ہوسکا

سنہ ۲۱ بنائی مطابق ۱۳۰۳ھ

اس سال طلبا کی تعداد ایک سو اکتالیس رہی جنمیں اکیاون نفر عربی خواں تھے مولوی محمد ارزان علی سلہٹی، مولوی محمد کاظم سلہٹی، مولوی عبداللہ کشمیری، مولوی احمد اللہ بنگالی، مولوی حافظ محمد عثمان صاحب سہارنپوری (جنھوں نے ابتدائی فارسی سے لیکر اخیر صحاح ستہ وغیرہ سب اسی مدرسہ میں تحصیل فرمائی تھیں۔ مگر افسوس کہ شوال سن رواں میں مرحوم نے انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون) مولوی محمود شاہ پنجابی، مولوی محمد ابراہیم ساکن متھرا۔

ملازمین اس سال شروع محرم سنہ سے مولانا عبدالعلی صاحب کے مشاہرہ میں تین روپے ترقی ہوکر کل تنخواہ ۲۵ روپے قرار پائی اور شروع جمادی الثانی سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیوبندی جو اسی مدرسہ میں علاوہ فارسی کے اکثر کتب عربیہ بھی پڑھ چکے تھے۔ بمشاہرہ تعہ ماہانہ مدرس فارسی مقرر ہوئے۔ ان کے تقرر کے بعد تقریباً پچاس طلبا سہارنپور اور قرب وجوار کے مدرسہ میں درجہ فارسی میں داخل ہوئے۔

شروع محرم سنہ ۱۳۰۴ھ میں جلسہ شوریٰ ممبران میں جو آئندہ کیلئے امور طے ہوئے وہ تحریر کئے جاتے ہیں۔ ان کا تعلق اگرچہ سنہ ۱۳۰۴ھ سے ہے لیکن چونکہ یہ امور خود سنہ ۱۳۰۳ھ کی روئداد مدرسہ میں طبع ہوئے ہیں۔ اس لئے میں بھی اسی مقام پر تحریر کرتا ہوں۔

اگرچہ بعد رحلت جناب مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم مدرس اول مدرسہ اسلامی شہر سہارنپور کے مدنظر یہ امر رہا کہ کوئی بزرگ قائم مقام بصفات مختص مرحوم ومغفور کے

لہ ۔ تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۸۱

تشریف لاویں مگر یہ امید حسب مراد پوری نہیں ہوئی۔ لیکن شکر خداوند علیم یہ ہے کہ مدرسین موجودہ خوگرفتہ مولانا مرحوم نے اپنے عمل تعلیم سال ۱۳۰۳ھ میں بوجہ احسن ترقی دکھلائی اور سب کام بدستور جاری اسلوبی سے رہا اور نتیجہ نیک جو حاصل ہوا صراحت کی ضرورت نہیں کیفیت سالانہ شاہد حال اس کے ہے۔ جو چھپنے کو تیار ہے۔ لہٰذا انتظام آیندہ بلحاظ حسن کارگذاری ہر ایک مدرس کے اضافہ بطور مناسب حال ہر ایک کی کیا جاتا ہے وہ یہ کہ مولوی عبدالعلی صاحب مدرس کا ۳/ ماہوار اضافہ شروع سال ۱۳۰۳ھ میں ہو چکا تھا۔ لہٰذا اب دو۲ روپیہ ماہوار اضافہ تجویز ہوا کہ جملہ سابق و حال ۵/ اضافہ منجملہ بچت تنخواہ مولانا مرحوم سے ہو گیا اب ۲۶/ تنخواہ ماہانہ ان کی ہوئی اور مبلغ ۳/ اضافہ مولوی احمد علی کا ہو کر اب تنخواہ ماہانہ انکی ۱۴/ ماہوار ہووے اور مولوی عنایت الٰہی منشی و محاسب مدرسہ و مدرس مدرسہ کے ۵/ اضافہ ہو کر اب ۱۵/ ماہانہ تنخواہ ہوئے۔ اور مولوی ثابت علی کا ۲/ اضافہ ہو کر ۱۲/ تنخواہ ماہانہ ان کی ہو کر ان کے ذمہ علاوہ تدریس عربی کتب فارسی جماعت اولی خوانندگان سکندر نامہ ابوالفضل و دیوان ہلالی وغیرہ کی بھی ہو گی۔ اور مولوی پیر محمد خان محافظ کتب خانہ مدرسہ و مدرس مدرسہ کی ۳/ اضافہ ہو کر اب ۱۰/ تنخواہ ہوئے۔ اور اب وہ اپنے کو زائد تصور نہ کریں۔ بلکہ مثل مولوی عنایت الٰہی صاحب کے کام متعلقہ دفتر مدرسہ کو ضمیمہ اصل کار تدریس طلبا ر کا جانیں۔ اور عبدالواحد خان صاحب مہتمم کچھ تدریس فارسی کا مثل جماعت زلیخا و بوستان وغیرہ کی اپنے ذمہ لیں کہ تعداد فارسی خوانان زیادہ ہو گئی۔ لہٰذا مولوی محمد اسمٰعیل مدرس فارسی صرف ابتدائی کتب تا گلستان و انشار خلیفہ و دلکشا وغیرہ کی جماعتیں اپنے سے متعلق سمجھیں۔ درجہ اول کی جماعتیں اور درجہ دوم کی جماعتوں کا بطور مشرحہ بالا مولوی ثابت علی و عبدالواحد خاں صاحب سے تعلق کیا گیا۔ فقط

العبد فضل الرحمٰن۔ العبد فیض الحسن عفی عنہ۔ العبد محمد علی حنفی عفی عنہ۔ یکم محرم ۱۳۰۴ھ ہجری۔

۲۲ سنہ بنائی مطابق ۱۳۰۴ھ

اس سال مدرسہ پر مولانا فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپوری صدر مدرس یونی ورسٹی لاہور کے وصال کا حادثہ گذرا۔ ممدوح کی ذات ستودہ صفات سے مدرسہ کو ہمیشہ ہر نوع کی اعانت ہوتی تھی۔ تعطیلات

میں تشریف آوری پر مدرسہ کے ہر امر کو نہایت دلچسپی سے انجام دیا کرتے تھے۔ اور تعطیل کے زمانے میں مدرسہ کے چندہ کی فراہمی کے لئے مختلف شہروں میں تشریف لیجایا کرتے تھے۔ مدرسہ کے امتحانات میں اکثر شرکت فرماتے ۱۲۹۷ھ میں ممدوح مدرسہ کے ممبر بنائے گئے تھے۔ اسی وقت سے مالی اعانت کے لئے تعطیلات کے زمانے میں ہر سال نواح متفرقہ کا سفر اختیار فرماتے۔

حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ کے وصال کے بعد سے مولانا ممدوح مدرسہ کی خدمت میں اور بھی زیادہ انہماک سے مشغول ہو گئے تھے۔ الغرض مدرسہ کی اساس اور اس کی ترقی ونشوونما میں ممدوح کی ذات کو بھی بہت کامل دخل تھا۔ اسلئے مجھ پر اور ہر متوسل مدرسہ پر ممدوح کا بھی بارِ احسان ہے۔ حق تعالیٰ شانہ ممدوح کے رفع درجات فرمادیں۔ آمین ثم آمین۔

مدرسہ کے انعام کے لئے مختصر سا جلسہ ہر سال ہوتا تھا۔ مگر اس سال انعام کے سالانہ جلسہ میں کچھ مزید ترقیاں شروع ہوئیں جس کی پہلی سیڑھی یہ تھی کہ جلسہ کے ختم ہونے پر شرکاء کچھ ایسے محظوظ ومست تھے کہ ہر شخص کی زبان پر یہی دعا تھی کہ خدایا اس طرح کا جلسہ تو ہر سال ہو جایا کرے۔

کامیاب شدہ طلباء کو انعام تو ہر سال شروع سے قلیل وکثیر ملتا ہی رہا۔ لیکن شعبان ۱۳۰۴ھ کا انعام ربیع الاول میں ہوا۔ اس تاخیر کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت قطب عالم گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ نے کئی سال سے ان مدارس کو اپنی قدیمانہ عادت کے مطابق تشریف آوری سے سرفراز نہیں فرمایا تھا۔ اس لئے ارباب مدرسہ کا خیال تھا کہ امسال تقسیم انعام کا جلسہ اسی وقت منعقد ہوگا جب حضرت نوراللہ مرقدہٗ تشریف لائیں گے۔ یک گونہ تاخیر کے بعد حضرت اقدس کی تشریف آوری تو ہوئی مگر افسوس کہ بعض ضروری کاموں کیوجہ سے حضرت کا قیام نہ رہ سکا۔ اور دو۔ تین روز قیام کے بعد انعقاد جلسہ سے قبل ہی رام پور تشریف لے گئے۔ حضرت کی عدم شرکت کیوجہ سے اگرچہ وہ لطف تو نہ آیا مگر پھر بھی ارباب مدرسہ نے تقسیم انعام کے لئے باقاعدہ جلسہ کیا۔ اور خطوط واشتہارات طبع کراکر محلہ وار تقسیم کئے گئے۔ مصارف جلسہ کیلئے ہر گھر میں سے دو۔ دو پیسے (½ آنہ) چندہ

۵۷۔ علم ادب وانساب عرب میں حضرت مولانا بے مثل تھے۔ فیضی شرح حماسہ آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ شرح سبعہ معلقہ، شرح متنبی، شرح رسالہ حدیث ام زرعہ آپکی یادگار علمیہ ہیں۔ مولانا نے قیام لاہور کے زمانہ میں ایک ماہوار رسالہ "شفاء الصدور" عربی زبان میں جاری فرمایا تھا جو ۱۸۷۵ء سے ۱۸۸۷ء تک جاری رہا۔ اس پرچہ میں مولانا کبھی کبھی مدرسہ کے حالات بھی شائع فرماتے رہتے تھے"۔ (بیاض ایوبی)

کیا گیا جسکو سب نے بہت خوشی سے قبول کیا۔ اٹھارہ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ یوم یکشنبہ کو مدرسہ قدیم میں جلسہ منعقد ہوا۔ آنیوالے حضرات کیلئے پورے مدرسہ میں فرش ودری کا انتظام ہوا۔ جلسہ کی پہلی نشست میں حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب ممبر مدرسہ نے بہت ہی پُر تاثیر تقریر فرمائی۔ جو ۱۳۱۴ھ کی روئداد میں طبع بھی ہوگئی۔ یہ تقریر اتنی طویل ہوئی کہ اس کے ختم پر پارچہ کی تقسیم کا وقت نہ بچ سکا چنانچہ تقسیم پارچہ دوسری نشست میں رکھا گیا۔ اوقات جلسہ میں اکثر اراکین و روساء شہر و عمائدین بڑے ذوق وشوق سے موجود رہے۔ جسپر مولانا عنایت الٰہی صاحب کی طرف سے شکریہ ادا کیا گیا اس جلسہ میں چندہ بکثرت ہوا جس کی تفصیل روئداد ۱۳۱۴ھ کے آخر میں ضمیمہ کے اندر موجود ہے.....

اس سال کی روئداد میں بنار مدرسہ سے لیکر اب تک (یعنی ۱۳۱۴ھ تک جسکی مجموعی مدت بائیس ۲۲ برس اٹھ ۸ ماہ ہے) کے فارغین کی تعداد بتلائی گئی ہے جو درج ذیل ہیں۔

خاص سہارنپور (۲۱) نواح سہارنپور (۱۹) میان دوآبہ (۱۲) پوربی (۹) ساکنان بنگال (۲۹) ساکنان پنجاب (۶۵) ولایتی (۵)

یہ مذکورہ بالا تعداد ان طلبا کی ہے جو علوم عربیہ ادبیہ سے فارغ ہوکر گئے۔ باقی قرآن پاک کے حفاظ اور ناظرہ خواں اس تعداد سے علیحدہ ہیں۔

طلبہ کی تعداد امسال ایک سو باون ۱۵۲ رہی جن میں اُنسٹھ ۵۹ عربی خواں تھے۔ اس سال کے فارغ التحصیل حضرات میں مولوی احمد بنگالی، حافظ علی حسن سہارنپوری، مولوی عبد الباری مولوی عبد العزیز، مولوی علیم الدین وغیرہ داخل ہیں۔

ملازمین حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ کے وصال کے بعد سے کسی قائم مقام کی تلاش رہی۔ مگر چونکہ اس میں اب تک کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے محرم ۱۳۱۴ھ سے موجودہ مدرسین ہی کو ترقیات دینی مناسب سمجھی گئیں۔ یہ ساری ترقیات سال گذشتہ میں تجویز مجلس شوریٰ کے ذیل میں ذکر کی جا چکیں۔

۲۳ سنہ بنائی مطابق ۱۳۱۵ھ

اس سال طلبا کی تعداد ایک سو باون ۱۵۲ تک پہنچ گئی۔ جنمیں سے باسٹھ ۶۲ طلبہ عربی کے تھے۔

مولوی عبد الرحمٰن ارکانی، مولوی علی حسن سہارنپوری، مولوی فرجام علی سلہٹی، (بنگال) مولوی غلام احمد پنجابی، مولوی فرخ بنگالی، مولوی احمد الدین پنجابی فارغ التحصیل ہوئے۔

ملازمین میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا سب عہدے اسی طرح برقرار رہے۔

سنہ ۲۴ بنائی مطابق سنہ ۶ھ

اس سال ایک انتظامی تغیر یہ ہوا کہ ابتداء دور اور سنِ اول سے ابتک تعلیمی سال اور مالی سال سن ہجری کے مطابق محرم سے ذی الحجہ تک ہوتا تھا۔ اس صورت میں سالانہ امتحان شعبان میں پوری تعلیم مجتمع نہیں ہوسکتی تھی۔ اس لئے سنِ رواں میں شعبان پر سال ختم کرکے دوسرے سال ۷ھ سے تعلیمی سال شوال سے قرار دیا گیا۔ اور مالی سال بدستور محرم سے رہا۔ اسلئے سال رواں میں تعلیم گویا محرم ۶ھ سے شعبان ۶ھ تک شمار کیگئی۔ اور شوال ۶ھ کی تعلیم آئندہ سال ۷ھ میں شمار کی گئی۔ اور آئندہ کیلئے ہمیشہ یہ قانون ہوگیا کہ تعلیمی سال شوال سے ہوگا۔ اور حسابی سال محرم سے شروع ہوگا اور شوال تا ذی الحجہ کی تعلیم اگلے سال میں شمار ہوگی۔

طلبہ کی تعداد امسال ایک سو چونسٹھ ۱۶۴ تھی۔ جن میں چھپن ۵۶ طلبا، عربی خواں تھے۔ اس سال طلبۂ ذیل فارغ التحصیل ہوکر مشعلِ ہدایت بنے۔ حکیم محمد صدیق سہارنپوری، مولوی احمد الدین کلاں، پنجابی، مولوی محمد یوسف میرٹھی، مولوی غلام احمد پنجابی، صوفی غلام محمد پنجابی، مولوی محمد یوسف بنگالی مولوی وصیت علی منگلوری، مولوی عبد الکریم بنگالی، مولوی محمد اکمل عرف اللہ رکھا انبہٹوی، مولوی عبد الحکیم بنگالی، مولوی فضل عظیم سہارنپوری،

ملازمین مدرسہ کے ملازمین اور عہدیداران میں اس سال کچھ تغیرات ہوئے جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔ مولانا عبد العلی صاحب ربیع الثانی سن رواں میں رخصت لیکر مراد آباد تشریف لیگئے۔ اور مدرسہ کی قلت تنخواہ کیوجہ سے مالی مشکلات کی بناء پر مدرسہ میں استعفاء بھیجنے پر مجبور ہوئے۔ ممدوح کے تشریف لیجانے پر مولوی احمد علی صاحب مدرس دوم کی جمادی الاول سن رواں میں معہ/ روپے ترقی کیگئی۔ اسیطرح مولانا عنایت الٰہی صاحب مدرس سوم کی ماہ جمادی الثانی سن رواں سے عہ/ ترقی ہوکر معہ/ قرار پائی۔ ایسے ہی مولانا ثابت علی صاحب اور مولوی پیر محمد صاحب کی تنخواہوں میں علی الترتیب ۳/ روپے اور ۱/ روپے کا ماہ جمادی الثانی سے اضافہ ہوا۔ اسکے علاوہ چونکہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کے زمانے سے ہی کسی مہتمم کی تلاش جاری تھی۔ جو اب تک نہ مل سکا تھا سو بحمد اللہ منشی عبد الرزاق صاحب ۵ رجب سے بمشاہرہ ۱۰ روپے مہتمم مقرر کردیئے گئے۔ اور اسی تاریخ میں مولوی غلام احمد صاحب بمشاہرہ معہ/ معین عربی مقرر ہوئے۔

اس سال ایک رنجدہ واقعہ پیش آیا کہ سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۱ جمادی الثانی ۶ھ میں چار طلبا نے جو مختلف جماعتوں کے تھے دوران جلسہ یہ شور مچایا کہ ہمارا انعام بہت کم رکھا گیا ہے اور ہم پر بے جا

زیادتیاں کی ہیں۔ جہاں تک تعلق بیجا زیادتیوں کا تھا۔ وہ ارباب مدرسہ پر ایک الزام تھا۔ البتہ انعام کم رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ طلبا امتحان میں ناکام ہونے اور امتحانات کے پرچے نقل کرنے کی بنا پر ضابطہ میں انعام سے بالکلیہ محروم تھے۔ مگر اہل مدرسہ نے بطور رعایت وحسن اخلاق ایک۔ ایک دو۔ دو کتابیں انعام میں دیدی تھیں۔ مگر جب طبیعت میں فساد ہو تو رعایت بھی بیکار ہی رہتی ہے روئداد سنہ میں ان مفسد طلبار کا پورا حال اور ان کے امتحان کے نقائص کی تفصیل ہے جلسہ اپنی ابتدار سے جس خوش اسلوبی کے ساتھ ہو رہا تھا اس میں ان بدطینت طلبار کی وجہ سے تکدر ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ بہت سے احباب جلسہ کے درمیان میں ہی واپس چلے گئے۔ اور انھوں نے اپنے متعلقین سے اس امر کا اظہار بھی کیا کہ ہم چندہ دینے کی غرض سے جلسہ میں آئے تھے۔ مگر اس شورش اور ہنگامہ کو دیکھ کر بغیر اعانت مدرسہ کے واپس آگئے۔ ان مفسدین میں سے ایک طالب علم مسمی عبدالباری بنگالی بھی تھے جو یہاں سے مدرسۂ دیوبند چلے گئے۔ اور چند ماہ وہاں رکر بالآخر سہارنپور لوٹ آئے اور تعویذ گنڈوں کا کام سنبھالا۔ اور ساتھ ہی ساتھ مدرسہ کی مخالفت اور اکابرین مدرسہ پر اتہامات کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ پھر اس مخالفت کا جنون اتنا سوار ہوا کہ یہ کوشش بھی شروع کر دی کہ یہاں کوئی بنگالی طالب علم داخلہ نہ لے مگر۔ ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن   پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

چنانچہ اللہ کا شکر ہے کہ مدرسہ اسی حالت میں برابر ترقی کرتا رہا۔ مگر وہ شخص خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنا۔ اس ناگوار واقعہ کی یہ مختصر سی تفصیل صرف اس بنار پر تحریر کر دیگئی تاکہ ناظرین کو اندازہ ہو جائے کہ ارباب مدرسہ کس تلخ و ترش حالات سے گذرتے رہتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے ۱۳۰۶ھ کی روئداد ملاحظہ کر لی جائے۔

اس سال سے جناب بابو الٰہی بخش صاحب ملازم ریلوے اسٹیشن سہارنپور نے اعلان کیا کہ تا قیام سہارنپور جو طالب علم مدرسہ میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوگا اسکو عہ ۲/ انعام وہ اپنی طرف سے پیش کیا کریں گے۔ چنانچہ اس اعلان کے بموجب سب سے پہلا انعام مولوی حکیم محمد صدیق سہارنپوری کو ملا۔ جن کے متعلق عزیزم الحاج مولوی حکیم محمد ایوب سلمہٗ سرپرست مدرسہ مظاہر علوم و مصنف تصحیح الاغلاط الکتابیہ الواقعۃ فی نسخ الطحاویہ۔ نے بتلایا ہے کہ۔

یہ حکیم محمد صدیق صاحب جناب حکیم محمد عمر بن حکیم احمد حسن عرف حکیم پاٹھا کے لڑکے ہیں اور اس سال انھوں نے (یعنی حکیم صدیق نے) بخاری شریف وغیرہ دیگر کتب کا امتحان دیا تھا جس میں

اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے تھے۔ ۔ اھ۔

اسی سال سے روئداد مدرسہ میں حضرات مدرسین کے اسباق اور ان کی سالانہ تعلیم کا نقشہ بھی طبع ہونا شروع ہوا۔ اور ہر ہر مدرس کی کتب خواندگی علیحدہ علیحدہ نقشوں کی شکل میں طبع ہونی شروع ہوئی۔ اور اسی سال قاضی ظفر احمد صاحب (جو بعد میں قاضی شہر کے نام سے مشہور ہوئے) ابن جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب محلہ قاضی نے درجہ فارسی میں داخل ہو کر یوسف زلیخا۔ انشار بہار عجم اور رقعات نظامیہ پڑھیں۔

اسباق متعلقہ مولانا عبد العلی صاحب صدر مدرس و مدرس دوم

بخاری شریف، ہدایہ اخرین، مختصر معانی، مقامات حریری، رشیدیہ۔ حماسہ، قطبی۔ شرح اسباب۔ دیوان متنبی، اور مدرس دوم مولانا احمد علی کے پاس یہ کتب رہیں۔ بقیہ حصہ بخاری شریف، مسلم شریف ہر دو جلد۔ ابو داؤد شریف ہر دو جلد مکرر جلد اول دوبارہ۔ ہدایہ اولین و آخرین۔ حسامی حماسہ۔ میرزاہد رسالہ۔ حمد اللہ قطبی۔ قال اقول۔ ملا جلال مع میرزاہد۔ میبذی، تہذیب۔ شرح مواقف، امور عامہ۔ شرح تہذیب میرزاہد غلام یحییٰ۔ شرح جامی۔ مختصر المیزان ۔"

۲۵ سنہ بنائی مطابق ۷ سنہ ھ

اس سال مالی مشکلات سے مدرسہ کو دوچار ہونا پڑا۔ اور چندہ میں کمی رہی۔ جسکا اثر مدرسہ کے بہت سے شعبوں اور بہت سے مدات پر پڑا۔ قلت آمدنی کی بناء پر ارباب مدرسہ کی تنخواہوں میں تخفیف ہوئی جسکا ذکر اپنی جگہ پر ملازمین کے زیر عنوان آئیگا۔

طلبہ کی تعداد اس سال ایک سو پچپن (۱۵۵) رہی۔ جن میں انتالیس [۳۹] طلبا عربی خواں تھے۔ عربی خوان طلبا کی زیادہ تعداد چونکہ بیرونی ہوتی ہے۔ اس لئے چندہ کی کمی کا اثر ان پر خاص طور سے پڑتا ہے۔ اسلئے مدرسہ آمدنی میں گنجائش کے موافق ان کا داخلہ کرتا ہے۔

اس سال کے فارغ التحصیل طلبا میں سید محمد ولایتی۔ مولوی نذیر احمد محلہ شاہ ولایت متنامی۔ مولوی محمد سلیمان پنجابی، مولوی صادق علی نان پاروی، مولوی صدر الدین رام پوری۔ مولوی محبوب عالم پنجابی شامل ہیں۔

ملازمین چندہ کی قلت اور مالیات کی دشواریوں کا اثر ملازمین کی تنخواہوں پر پڑنا یقینی تھا۔ چنانچہ جناب الحاج الحافظ قمر الدین صاحب کی تنخواہ میں سے عا؎ روپے کم کرکے صرف

۶۰ روپے تنخواہ باقی رکھی گئی۔ اور وہ بھی جامع مسجد کی طرف منتقل ہو گئی۔ اس کے علاوہ لالٰہ کا سہم کا متفرق کی بقیہ مدرسین پر منقسم کر دی گئی۔ چونکہ مولانا عبدالعلی صاحب کے بعد سے صدر مدرسی کا عہدہ خالی تھا۔ اس لئے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب بن حضرت مولانا احمد علی صاحب کو ۱۷ ربیع الثانی ۱۲۸۶ھ میں عہدہ صدر مدرسی تجویز کیا گیا۔ اور مندرجہ ذیل کتب مولانا موصوف کیلئے تجویز کی گئیں۔

بخاری شریف تین سو تین (۳۰۳) صفحات۔ ترمذی شریف ایک سو بارہ (۱۱۲) صفحات۔ ہدایہ اولین چالیس صفحات۔ توضیح تلویح نو صفحات۔ نور الانوار بتیس (۳۲) صفحات۔ شرح عقائد نسفی نو صفحات۔ خیالی نو صفحات۔ میبذی ایک سو اکیس صفحات۔ متنبی (دو قصیدے)

مولانا موصوف کی یہ تمام خواندگی صرف تین ماہ چودہ یوم کی ہے۔ اور مولانا احمد علی صاحب مدرس دوم کے متعلق یہ اسباق رہے۔

بقیہ حصہ بخاری شریف مسلم شریف۔ ترمذی ایک سو انتیس (۱۲۹) صفحات۔ بیضاوی ایکسو اکیس (۱۲۱) صفحات۔ ہدایہ ایک سو ترانوے (۱۹۳) صفحات۔ توضیح تلویح چونتیس (۳۴) صفحات مختصر المعانی نوے (۹۰) صفحات۔ مطول ایک سو پچپن (۱۵۵) صفحات۔ میبذی آٹھ (۸) صفحات ملاحسن پینسٹھ (۶۵) صفحات۔ سبعہ معلقہ چوراسی (۸۴) صفحات۔ اقلیدس چھبیس (۲۶) صفحات حمد اللہ ایک سو اڑتالیس (۱۴۸) صفحات۔

اس سال کے اہم واقعات میں سے ایک واقعہ وقوع مرض ہیضہ وبائی ہے۔ جسکے متعلق رودادِ مدرسہ بابت ۱۲۸۶ھ میں ہے۔

امسال موانع تعلیم سے ایک وقوع مرض ہیضہ وبائی ہے۔ اگرچہ یہ مرض موت بلاد ہندوستان وغیرہ میں عرصہ تک بکثرت رہا۔ مگر سہارنپور اور نواح سہارنپور میں چند ماہ تک گاہے بترقی گاہے بتنزل قیام کیا۔ اور صدہا بندگانِ خدا گرفتار مرض ہو کر لقمۂ اجل ہو گئے۔ چنانچہ اسی مرض میں مولوی پیر محمد صاحب مدرس (مدرسہ) جو ایک درخت بار آور آبیاری مدرسہ سے پرورش یافتہ تھے اور دو طالب علم بیرونی راہی ملک بقا ہو گئے اور پائین قبر مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم کے دفن کئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(اس وبائی مرض کی بناء پر) دیگر طلبا نے خائف ہو کر درخواست کی کہ (ایک) عرصہ تک مدرسہ بند کر دیا جائے۔ اہل شوریٰ نے بمقتضائے وقت درخواست طلبہ منظور فرما کر

پندرہ روز کے واسطے مدرسہ بند کر دیا۔ انتہیٰ۔

سنہ ۲۶ بنائی مطابق سنہ ۰۸ء

تقریبات شادی بیاہ کے موقع پر ارباب خیر کا معمول مدرسہ کی مالی امداد کرنے کا ہمیشہ سے رہا ہے۔ جس کا تذکرہ کہیں کہیں غالباً سابقہ سنین کی تواریخ میں بھی آچکا۔ چنانچہ اس سال بھی مولانا عبد الرحمن صاحب (ابن حضرت مولانا الحاج احمد علی صاحب) کے صاحبزادے مولوی عبد القیوم کے نکاح کی تقریب کے ذیل میں ارباب تقریب نے مدرسہ کی مالی معاونت فرمائی۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

امسال طلبا کی تعداد ایک سو بتیس (۱۳۲) تھی جن میں اکتالیس طلباء عربی خواں تھے۔

اس سال کے فارغ التحصیل حضرات میں مولوی عبد الرحمن سرسی، مولوی فرخ احمد بنگالی، مولوی عبد العزیز ولایتی، حافظ محمد اسحق انبالوی، مولوی عبد الرحیم بنگالی، مولوی عبد الکریم پنجابی۔ مولوی محمد سعید شامی طرابلسی، مولوی محمد اسمٰعیل پنجابی۔ شامل ہیں۔

ملازمین

ملازمین میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ گذشتہ سال کے واقعات میں گذر چکا ہے کہ مولانا حبیب الرحمن صاحب کو صدر مدرسی کا عہدہ دیا گیا تھا۔ مگر بعض وجوہ کی بنا پر جو روئداد مدرسہ میں تو مذکور نہیں۔ مدرس دوم مولانا احمد علی صاحب کی مراعات کی گئی۔ اور ان کو بعض وقتی مصالح کی بناء پر اونچی کتب دی گئیں۔ اس رعایت کی وجوہات آنے والے سال سنہ کی تاریخ میں تحریر کی جائے گی۔

اسباق متعلقہ مولانا حبیب الرحمن صاحب

کشاف (۱۵۴ صفحات) بیضاوی تمام۔ جلالین (۲۳۶ صفحات) در مختار (۳۲ صفحات) توضیح تلویح (۳۷ صفحات) حسامی تمام۔ ملا حسن (۹۰ صفحات) میبذی (۱۲۳ صفحات) شرح اسباب (۱۸۶ صفحات) مقامات حریری (۷۶ صفحات) دیوان متنبی (۷۹ صفحات) نفیسی تمام سدیدی (۱۱۲ صفحات) سراجی (۳۶ صفحات) صدرا (۱۴۴ صفحات) اقلیدس (تیس اشکال تک) نفحۃ الیمن (۳۴۹ صفحات) مفید الطالبین تمام۔ قاضی مبارک (۱۴۸ صفحات) نخبۃ الفکر (۳۶ صفحات)

اسباق متعلقہ مولوی احمد علی صاحب

تفسیر کشاف (۳۷ صفحات) مسلم شریف جلد اول (۳۹۵ صفحات) جلد ثانی تمام۔ بخاری شریف (۲۹۸ صفحات) ابن ماجہ مسلم الثبوت مطول مختصر المعانی (۱۱۰ صفحات) ملا حسن (۱۶۰ صفحات) حمد اللہ۔ تصریح شمس بازغہ۔ شرح چغمینی۔ ایسا غوجی۔ کافیہ۔ مختصر المیزان۔ قال اقول۔ مرقات ۔

۲۷ھ بنائی مطابق ۱۳۰۹ھ

اس سال بھی آمدنی مدرسہ میں کمی نہ صرف بدستور رہی بلکہ اس میں یوماً فیوماً کمی ہوتی رہی۔ جسکی وجہ سے اراکین مدرسہ ہر نوع کی سعی فرماتے رہے اور متفرق اضلاع میں سعی و کوشش کے ساتھ حضرات مدرسین بھی تشریف لے جاتے رہے۔ انھی حالات سے نمٹنے کے لئے سہارنپور کے متفرق محلات میں فراہمی آرد کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

طلبا طلبار کی تعداد اس سال ایک سو چھبیس ۱۲۶ رہی۔ جن میں پچیس ۲۵ طلبا عربی خواں تھے۔ اسمائے ذیل اکثر کتب فنون و حدیث سے فارغ ہوکر اپنے اپنے وطن تشریف لے گئے۔

حافظ محمد حسین جوراسی، مولوی محمد بخش پنجابی، مولوی غلام قادر پنجابی، مولوی عبداللطیف تھانوی، مولوی کرامت علی، مولوی جمال الدین ساکن رو‌ڑکی۔

ملازمین میں سے مولوی عبدالرزاق صاحب مہتمم مدرسہ نے ماہ ذیقعدہ میں ضروریاتِ مالیہ کیوجہ سے استعفا دیا۔ چنانچہ کار اہتمام کو عارضی طور پر عـ۱۰ـہ روپے ماہانہ تنخواہ میں اضافہ کے ساتھ مولانا عنایت الٰہی صاحب کے سپرد کر دیا گیا۔

سال ہشتم کی تاریخ میں اشارتاً لکھوا چکا ہوں کہ بعض وقتی مصالح کی وجہ سے مولوی احمد علی صاحب کی رعایت زیادہ کیجارہی تھی۔ جسکی تفصیل روئداد مدرسہ ۸ھ میں مذکور ہے۔ یہ ناکارہ اس تفصیل کو ۸ھ کی روئداد میں ہی ذکر کریگا۔ تاہم اس سال کی روئداد میں ایک اہم اعلان اس مضمون کا کیا گیا ہے کہ۔

حاجی احمد علی صاحب نے منجملہ دو مدرس مساوی الدرجہ کے ماہ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ میں استعفا، دیدیا اور وہ منظور ہو چکا ہے (جسکی تفصیل آئندہ سال (۱۰ھ) کی تاریخ میں آئیگی ۱۰ھ۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ مولوی احمد علی صاحب کے استعفا دینے سے مدرسہ کا کوئی تعلیمی ہرج نہیں ہوا۔ اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی مصروفیت اور دیگر اساتذۂ مدرسہ کی جانفشانی سے اسباق ہوتے رہے۔ شکر اللہ سعیہم۔ اسکے بعد ماہ شوال میں مولانا سردر شاہ صاحب کا بعہدہ مدرسی تقرر ہوا۔

خواندگی متعلقہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مشکوٰۃ شریف بیضاوی شریف۔ جلالین (۲۷۲ صفحات) ہدایہ۔ رشیدیہ۔ ملاحسن۔ غلام یحییٰ۔ میبذی، اقلیدس، متنبی۔ حماسہ۔ میرزاہد رسالہ۔

کتب خواندگی مولوی احمد علی صاحب مدرس دوم۔ بخاری شریف، نسائی شریف۔ ابن ماجہ جلالین (۲۳۸ صفحات) توضیح و تلویح۔ مسلم

الثبوت، سراجی، مطول، شرح عقائد۔ ملا جلال، شمس بازغہ۔ صدرا۔ شرح چغمینی۔ ہدیہ سعیدیہ بدیع المیزان، شرح تہذیب۔ قانونچہ میرزاہد۔ ملا جلال۔

اس کے علاوہ ترمذی شریف مولانا ثابت علی صاحب اور ابو داؤد شریف مولانا عنایت الٰہی صاحب کے پاس مع دیگر کتب متفرقہ کے ہوئیں۔

۲۸ھ بنائی مطابق ۱۳۰۰ھ اس سال اراکین مدرسہ اور مولوی احمد علی صاحب کے درمیان کچھ شکررنجی پیش آئی جسکی وجہ سے ممدوح نے ماہ ربیع الاول سن رواں میں ارباب مدرسہ کو اپنا استعفاء پیش کر دیا جسکو منظور کرلیا گیا۔ اور ان کے پاس ہونیوالے اسباق بقیہ مدرسین پر تقسیم کر دیے گئے۔ لیکن پھر بعد میں ایک مدرس کی کمی کا شدت سے احساس ہونیکی وجہ سے مولوی سرور شاہ صاحب کو شوال سن رواں میں بمشاہرہ ۵ روپے مدرس مقرر کیا گیا۔

مولوی احمد علی صاحب اور ارباب مدرسہ کے درمیان جو شکررنجی پیش آئی اس کی مختصر سی روئداد یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف کا استعفاء ان کے مدرسہ کے کاموں میں بے توجہی اور اہل بدعات کے جلسوں میں شرکت بلا حصول رخصت۔ بکثرت غیر حاضریاں وغیرہ وغیرہ بہت سے امور (جو مختصراً روئداد ۱۳۰۰ھ میں مذکور ہیں اور مفصلاً رجسٹر معائنہ ممبران میں تحریر ہیں) کی بنار پر انکا استعفاء حتمی طور پر منظور کرلیا گیا۔ مولوی صاحب موصوف کے ذہن میں یہ خیال پختہ ہو گیا تھا (اور اہل مدرسہ کی کئی سالہ مراعات نے اس خیال کو اور بھی مضبوط کر دیا تھا) کہ اہل مدرسہ اُن کو مدرسہ کی ترقی وبقار کے پیش نظر رکھنے پر مجبور ہیں۔ اس خیالِ فاسد نے مولوی صاحب موصوف کو پابندی اوقات سے بالکل آزاد کر دیا تھا۔ اُس زمانے کے اخبارات ورسائل میں اس واقعہ کی تفاصیل بڑی کثرت سے شائع ہوئی تھیں۔ میرے کاغذات میں بھی اس زمانے کے اخبارات و رسائل موجود ہیں۔ مگر چونکہ مجھے اس ناقابل تحریر واقعہ کی تفصیلات نہیں بیان کرنی ہیں بصرف اجمالاً تذکرہ کرنا ہے۔ اس لئے اختصاراً حذف کرتا ہوں۔ لیکن یہ ضرور طشت از بام ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے بعض اہل تصبات ودیہات اور معاونین مدرسہ سے ارباب مدرسہ کی بہت کچھ شکایات کیں۔ اور مدرسہ کے خلاف محاذ قائم کیا۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ مدرسہ کو کسی قسم کا معمولی سا بھی نقصان نہیں پہنچا تاہم اس واقعہ کی بنار پر مدرسہ میں خلفشار بہت رہا۔ لیکن بحمداللہ تعلیم میں نہ حرج ہوا اور نہ کسی قسم کی کمی ہوئی۔ چنانچہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے مولوی

احمد علی صاحب موصوف کے استعفار دینے کے بعد نہایت اہتمام اور مستعدی سے کتابیں ختم کرائیں منجملہ انھی مراعات کے جو ارباب مدرسہ نے مولوی احمد علی صاحب کے ساتھ کیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ انکا پہلی مرتبہ استعفار دینے کے بعد اور ارباب مدرسہ کا اس کو قبول کر لینے کے بعد جب اہل رائے پور اور دوسرے اہل دیہات نے انکی تقرری پر زور دیا۔ تو مدرسہ نے اسی شرط پر کہ وہ آئندہ سے مدرسہ کے حقوق کی رعایت کریں گے ان کو دوبارہ اپنے مدرسہ کے لئے منظور کرلیا۔ مگر بایں ہمہ مولانا سے پھر بھی پابندی نہ ہو سکی۔ اور مدرسہ کے اسباق کا بکثرت حرج ہوتے لگا۔ اسلئے پھر ان کو دوسری مرتبہ علیحدہ کرنا پڑا۔ اس سال بعض دوستوں کے ذاتی مصارف سے مدرسہ کی روئداد کا ٹائیٹل بہت مذہب و مطلی طبع ہوا۔

طلبا اس سال طلبار کی کل مقدار ایک سو چھبیس (۱۲۶) تھی جن میں اکیاون (۵۱) عربی خواں تھے۔ دورۂ حدیث سے فارغ ہونیوالے متعدد حضرات تھے۔ لیکن مدرسہ سے فارغ ہو کر دو صاحبان۔ مولوی محمد بخش پنجابی، مولوی محمد ابراہیم پنجابی اپنے وطن چلے گئے۔ اور بقیہ فارغین دورہ فنون میں داخل ہو گئے۔

ملازمین مذکورہ بالا تغیر اور مولوی سرور شاہ صاحب کے تقرر کے علاوہ اور کوئی تغیر نہیں ہوا۔ تاہم اس سال ارباب مدرسہ کے مشاہرات میں ضرور اضافہ ہوا۔ اور ماہ شوال سے وہ تنزل جو گذشتہ سال ۲۸ھ میں مدرسین کی تنخواہوں میں کیا گیا تھا وہ ختم کر دیا گیا اور تمام مشاہرات پھر حسب سابق کر دیئے گئے۔

۲۹ھ بنائی مطابق ۱۱ھ اس سال کے خصوصی واقعات میں سے ایک واقعہ نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ رئیسہ دارالاقبال بھوپال کی تشریف آوری کا ہے۔ موصوفہ گیارہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۱ھ کو سہارنپور رونق افروز ہوئیں۔ مدرسہ کیطرف سے استقبالیہ جماعت میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب صدر مدرس مدرسہ اور ممبران مدرسہ میں سے قاضی فضل الرحمٰن، خواجہ احمد حسن صاحب وغیرہ حضرات اسٹیشن پر تشریف لیگئے اور حکومت کی طرف سے جناب سید رضا حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر بھی تشریف لے گئے۔

ارباب مدرسہ کی طرف سے مدرسہ کے معائنہ کی درخواست اور سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ موصوفہ نے معائنہ کی درخواست کو وقت کی تنگی اور پردہ نشینی کی بنار پر قبول نہیں فرمایا۔ لیکن سپاسنامہ کے جواب میں پانچسو (۵۰۰) روپے کا گرانقدر ہدیہ بواسطہ ڈپٹی صاحب بہادر مدرسہ کو

مرحمت فرمائے۔

اسی سال جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب کے صاحبزادے قاضی ظفر احمد صاحب (جو بعد میں قاضی شہر بنے اور اسی مدرسہ مظاہر علوم کے تعلیم یافتہ تھے) کی تقریب نکاح کے موقعہ پر ان کے والد قاضی فضل الرحمٰن صاحب نے ۱۰/- روپے مرحمت فرمائے۔ اس کے علاوہ چندہ تقریبات میں شہر کی مختلف برادریوں نے خاص توجہ دی اور اپنی اپنی برادریوں میں اسکا اجرا کیا۔

ارباب مدرسہ نے جو مہر مدرسہ کیلئے بنوائی تھی۔ اس کے حروف کثرۃ استعمال کی بنا پر کمزور ہو گئے تھے۔ اس لئے حسب الارشاد حضرت مولانا محمد مظہر صاحب رح ایک جدید مہر مدرسہ کے لئے بنوائی گئی۔ جس پر یہ عبارت کندہ کرائی گئی۔ "مدرسہ عربی مظاہر علوم شہر سہارنپور"۔

بتاریخ ۸ رجادی الثانی ۱۳۱۱ھ کو سابقہ مہر توڑ دیگئی اور اس جدید مہر کا استعمال شروع ہوا۔

طلبا اس مرتبہ طلبا کی تعداد ایک سو چونتیس (۱۳۴) رہی۔ جن میں عربی خواں طلبا انسٹھ (۵۹) تھے اس سال حدیث وفنون سے فراغت پر اصحاب ذیل رخصت ہوئے۔ مولوی مشتاق احمد ساکن مصافات رو ڑکی ضلع سہارنپور۔ مولوی ضمیر الدین بنگالی، مولوی خیر محمد پنجابی، مولوی محمد اکرم پنجابی، مولوی عبدالعزیز ولایتی، مولوی فضل الرحمٰن بجنوری، مولوی عبدالستار بنگالی، مولوی نور محمد کلاں پنجابی، مولوی بایزید خاں ولایتی، مولوی عبدالعزیز بنگالی، مولوی حبیب اللہ نابینا، مولوی تاج الدین پنجابی"

ملازمین اس سال ملازمین مدرسہ میں یہ تغیر وتبدل ہوا کہ مولوی سرور شاہ صاحب مدرس مدرسہ تعطیل کے ایام میں اپنے مکان تشریف لے گئے۔ لیکن شوال میں ان کے والد ماجد نے اتنی دور آنے کی اجازت نہ دی۔ اس لئے وہ تشریف نہ لاسکے۔ اس بنا پر ان کی جگہ مولوی سید احمد صاحب کو بمشاہرہ ۱۲/- روپے مدرس رکھا گیا۔

خواندگی متعلقہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب صدر بخاری شریف جلد ثانی، ابوداؤد شریف جلد ثانی۔ مسلم شریف جلد ثانی۔ بیضاوی شریف، ہدایہ آخرین، توضیح تلویح، حسامی، قاتو نچہ، دیوان متنبی، حماسہ، تاریخ الخلفاء۔ اقلیدس، سراجی، میبذی، نفیسی، مطول،،

دورہ کی بقیہ دوسری کتب مولانا ثابت علی صاحب اور مولانا عنایت الٰہی صاحب کے یہاں ہوئی۔

سنہ بنائی مطابق سنہ ۱۳۱۲ھ اس سال طلبا کی تعداد ایک سو اڑتیس (۱۳۸) تھی۔ جن میں عربی خواں انسٹھ (۵۹) تھے۔ مولوی غلام محمد پنجابی مولوی تاج محمد

پنجابی، مولوی عبدالمجید ولایتی، اس سال فارغ التحصیل ہوئے۔

ملازمین

میں مولوی سید احمد صاحب تعطیل میں مکان تشریف لے گئے۔ اتفاق سے اس دوران میں اُن کے چچا صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اس لئے مولانا ممدوح اپنے چچا جان کی جگہ بستی کے قاضی مقرر ہوگئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب جو کئی سال سے عہدہ مدرسی پر فائز تھے۔ ربیع الاول سنہ ۱۲ھ میں باضافہ ۳/ صدر مدرس[۵۸] بنائے گئے۔ بقیہ حضرات حسب ذیل تنخواہوں پر رہے۔ جن میں کچھ معمولی اضافہ بھی ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے۔

مولانا عنایت الٰہی صاحب مہتمم	۲۰/-	حافظ قمر الدین صاحب	۱۲/-
مولانا ثابت علی صاحب مدرس	۱۵/-	عبدالواحد خاں صاحب محافظ کتب خانہ	۸/
منشی محمد اسمٰعیل خاں صاحب	۸/	فیض محمد صاحب مؤذن و فراش	۴/-

اسباق متعلقہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدرس اول

بخاری شریف تمام ابوداؤد شریف جلد اول و جلد ثانی، ترمذی شریف تمام، ہدایہ آخرین جلالین (۸۰ صفحات) حسامی تمام مقامات حریری (۵۳ صفحات) مختصر المعانی (۷۰ صفحات) شرح وقایہ (۱۳۲ صفحات) معید الطالبین تمام نفحۃ الیمن تمام۔ تاریخ الخلفاء (۳۰ صفحات) عجب العجاب (۲۰ صفحات) قطبی (۸ صفحات) میر قطبی (۱۰ صفحات)۔ دورہ کی بقیہ کتب میں سے مسلم شریف تمام نسائی شریف تمام، مولانا عنایت الٰہی صاحب کے پاس اور سنن ابن ماجہ تمام۔ مولانا ثابت علی صاحب کے پاس مع دیگر اسباق کثیرہ کے ہوئیں۔

سنہ ۳۱ بنائی مطابق سنہ ۱۳ھ

اس سال مدرسہ کو ڈپٹی نجف علی صاحب ممبر مدرسہ کے انتقال کا حادثہ برداشت کرنا پڑا۔ ممدوح اگرچہ ۱۲۹۷ھ سے ممبر مدرسہ تھے۔ اور مدرسہ کی ہر نوع کی اعانت فرماتے تھے۔ لیکن حضرت مولانا فیض الحسن صاحب ادیب

۵۸۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کئی سال پہلے صدر مدرس ہو گئے تھے۔ مگر مولوی احمد علی صاحب کی مراعات کی وجہ سے دونوں کو ایک ہی درجہ میں رکھا جاتے رہا تھا۔ اب جب کہ مولوی احمد علی صاحب استعفاء دے چکے تھے۔ اس لئے ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ سے پھر دوبارہ مدرس اول بنا دیئے گئے۔" زکریا۔

سہارنپور کے وصال کے بعد سے ڈپٹی صاحب مدرسہ کی خاص نگرانی فرماتے تھے اور کسی بھی نوع کی مالی وانتظامی اعانت سے دریغ نہ فرماتے تھے۔

ممدوح نے ۱۸ ذی الحجہ دوشنبہ کی شب میں اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ حق تعالیٰ شانہ ممدوح کی مغفرت فرماکر رفع درجات سے نوازے کہ اہل مدرسہ پر ممدوح کا بھی بار احسان ہے۔

ممدوح کے حادثۂ انتقال کے بعد خواجہ احمد حسن صاحب رئیس سہارنپور وممبر مدرسہ منتظم خاص قرار دیئے گئے۔ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد سے مدرسہ کو کسی اہل باطن مربی وسرپرست کی جسقدر ضرورت تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے کہ اسباب اسکے تابع ہوتے ہیں۔

ڈپٹی صاحب کے حادثۂ انتقال کے بعد عامۃ القلوب اسطرف متوجہ ہوئے کہ مدرسہ کی خاص طور سے خبر گیری اور اعانت کی جائے۔ اسی ذیل میں اسطرف بھی توجہ ہوئی کہ مدرسہ کی تربیت عرصہ سے کسی اہل اللہ کے زیر سایہ نہیں ہے جس کیوجہ سے مدرسہ کی روحانی ترقی مسدود ہے۔ اس بناء پر مرجع الکل، قطب الارشاد مجدد العصر حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی ذات ستودہ صفات کی طرف دست التجا بڑھی اور حضرت کی خدمت میں سرپرستی قبول کرنے کی درخواست ممبران کی طرف سے پیش ہوئی اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اس درخواست کو شرف قبولیت بخشا۔

مطبوعہ کیفیت مدرسہ میں حضرت کی سرپرستی سال گذشتہ میں دکھلائی گئی ہے جو غالباً سہو ہے۔ کیونکہ کاغذات ورجسٹران مدرسہ میں حضرت قطب عالم نور اللہ مرقدہٗ کی منظوری سرپرستی کی تحریر ۹ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ بروز جمعہ ہے۔

طلبہ کی تعداد اس سال ایک سو انتیس (۱۲۹) تھی جن میں عربی خواں طلبا کی تعداد اکیاون ۵۱ تھی۔ اس سال مولوی عبد القادر ولایتی، مولوی عبد الجبار ولایتی، مولوی سید احمد ولایتی مولوی میر حسن بنگالی، مولوی نظام الدین بنگالی فارغ التحصیل ہوئے۔

ملازمین میں مولوی سید احمد صاحب کی جگہ کوئی مناسب آدمی جلدی نہ مل سکا۔ اسلئے چندے تلاش کے بعد مولوی محمد احکم صاحب انبہٹوی جو چند سال ہوئے اسی مدرسہ اور مدرسہ دیوبند سے فارغ ہوئے تھے کو شوال ۱۳۱۴ھ سے بمشاہرہ ۱۰/ روپے مدرس بنایا گیا۔ اور جب حافظ قمر الدین صاحب مدرس قرآن مجید وامام جامع مسجد حج کیلئے تشریف لے گئے۔ تو انکے

قائم مقام حافظ شریف احمد صاحب مدرس قرآن شریف بنائے گئے آخر ماہ رجب میں منشی عبدالواحد خاں صاحب محافظ کتب خانہ نے اس دار فانی کو خیر باد کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق سبحانہ وتعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماکر اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ منشی صاحب مرحوم کی جگہ یکم رمضان المبارک سے مولوی علی محمد ولد منشی فیض محمد صاحب سہارنپوری بمشاہرہ ۱۲ محافظ کتب خانہ مقرر ہوئے۔

اسباق متعلقہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب بخاری شریف تمام۔ مسلم شریف تمام۔ ابوداؤد شریف تمام۔ بیضاوی شریف تمام، ہدایۃ النحو تمام، شرح عقائد نسفی تمام۔ مختصر المعانی تمام۔ دیوان متنبی (۷۰ صفحات)

دورہ کے بقیہ اسباق میں سے ترمذی شریف تمام مولانا عنایت الٰہی صاحب کے پاس اور ابن ماجہ شریف تمام مولانا ثابت علی صاحب کے پاس ہوئی۔

جلسہ سالانہ مدرسہ میں ہر سال کا انعامی جلسہ آنیوالے سال میں ہوتا ہے تاکہ گذشتہ سال کا تعلیمی نقشہ اور مالی حسابات مکمل کرکے جلسہ میں پیش کردیئے جائیں چنانچہ ۱۳ کا سالانہ جلسہ حسب معمول .... ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ یوم یکشنبہ کو ہوا۔ اس جلسہ سالانہ میں جو تحریر حضرت اقدس سیدی وسندی مولانا الحاج خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے پڑھی ہے اس کی ابتداء اس عنوان (سرخی) سے ہوتی ہے۔

تحریر جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ ہذا،،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی تشریف آوری کے بعد یہ جلسہ منعقد ہوا۔ ارباب مدرسہ کی عالی بختی سے اس سال جناب نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خاں صاحب مدرسہ کے جلسہ سے ایک یوم قبل سہارنپور میں رونق افروز ہوئے تھے۔ ارباب مدرسہ نے ان کی خدمت میں شریک جلسہ ہونیکی درخواست پیش کی۔ جسکو نواب صاحب نے بطیب خاطر قبول فرمایا اور شریک جلسہ ہوئے اسی جلسہ میں شمولیت کے لئے اکابر دیوبند میں سے مولانا ذوالفقار علی صاحب، مولانا فضل الرحمٰن صاحب (اور شیخ الہند) مولانا محمود الحسن صاحب مدرس اول مدرسہ دیوبند۔ مولانا حافظ احمد صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب تشریف لائے۔ جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی۔ سب سے اول حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ایک تحریر حاضرین جلسہ کو پڑھکر سنائی یہ تحریر چونکہ بہت جامع اور مدرسہ کے اہم حالات وامور پر مشتمل ہے اسلئے بجنسہٖ نقل کیجاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ الکرماء الاتقیاء ۔ خصوصاً منھم سیدنا ومولانا محمدن المصطفیٰ الذی ھو من بین النجوم کبدر الدجیٰ وشمس الضحیٰ وعلیٰ الہٖ واصحابہ مصابیح الھدیٰ وینابیع التقیٰ ۔ **اما بعد** ۔ اول میں ان حاضرین شرکار جلسہ کا عموماً شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے ہم ناچیزوں کی استدعا پر اپنا وقت گرامایہ اس مدرسۃ الغربار کی جلسۂ العامی کی شرکت کیلئے صرف فرمایا ۔ اور اپنی تشریف آوری سے صرف مدرسہ وارالکین مدرسہ ہی کی عزت افزائی نہیں فرمائی بلکہ اپنے مولائے حقیقی خداوندعالم جلّ مجدہ کو اور اس کے حبیب پاک اور اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے آل واصحاب اور تمام اکابرین کی مقدس روحوں کو خوشنود فرمایا ۔ اس وقت بیساختہ میرے دل اور زبان سے دعا نکلتی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ مالک الملک تو ان صاحبوں کو دین اور دنیا میں برکت عطا فرما ۔ اور توفیقِ خیر زیادہ کر ۔ اور وہ اہل اسلام جنکے دلوں میں اسلام کی اعانت ابھی تک نہیں کلبلائی خدا کرے اسلام کی بیکلی ان کو بھی اس کی امداد سے غافل نہ بیٹھنے دے ۔ آمین ثم آمین ۔ یارب العلمین ۔

اس کے بعد اس شجر بارآور مدرسہ کے ابتدار ۔ اور اسکی نشوونما اور دیگر حالات وکیفیات علی الخصوص تغیرات اور وقائع سال بسال سے مختصر طور پر آپ حضرات کی سمع خراشی کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں ۔

واضح ہو کہ ۔ اکتیس ۳۱ سال سے کچھ عرصہ زائد گذرا کہ جس زمانہ میں جہل کی دھواں دھار گھٹا نے عالم کے اکثر حصوں کو اسقدر گھیر رکھا تھا کہ گاؤں اور قصبوں کا تو ذکر ہی کیا شہروں میں بھی علم کا نام تک اٹھ گیا تھا اور علماء گویا مفقود ہو گئے جسکو دیکھو جاہل جسکو دیکھو اپنی آخرت کی بہبودی کے وسائل سے بیخبر علم کی کسادبازاری کی یہانتک نوبت پہنچی کہ علم کے متاع کے باوجود کمیاب بلکہ نایاب ہونے کے اسکا جویا اور خریدار ہی کوئی فرد بشر نظر نہیں آتا تھا ۔ اُس زمانہ کے اکابرین اور مقدس حضرات کے دلوں میں جوش اسلامی کا ولولہ پیدا ہوا اور حمیت اسلامی نے ان کو اس اسلامی ڈوبتے جہاز اور ٹمٹماتے چراغ کے سنبھالنے پر کمربستہ اور آمادہ کر دیا ۔

منجملہ ان بزرگواروں کے جنھوں نے اس جہل کی تاریکی میں علم کے چراغ روشن کرنیکا بیڑا اُٹھایا ۔ حضرت مولانا مولوی سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں ۔ ان کی بزرگی اور ان کے تقدس کے ثبوت کے لیئے علاوہ ان کے علمی وعملی فضل وکمال کے اسوقت صرف اسیقدر عرض کرنا کافی ہے کہ دلانام حوم حضرت شیخ المشائخ مرشد عالم مجدد دین جناب سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت کے خواص میں تھے ۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس مدرسہ کی بنیاد ڈالی ۔ اور مولانا مولوی

سید سخاوت علی صاحب انبہٹوی کو بوجہ قلت سرمایہ تھوڑی سی تنخواہ پر اپنے محلہ کی مسجد میں تدریس کے مسند پر بٹھلا دیا۔ اور خود فراہمی وسائل ترقی میں سرگرم ہوئے۔ اس موقعہ پر جناب قاضی محمد فضل الرحمٰن خاں صاحب رئیس سہارنپور و مہتمم مدرسہ و جامع مسجد کا ذکر نہ کرنا کفران نعمت ہے جناب قاضی صاحب کے مناقب و اوصاف سے کوئی دیندار ناواقف نہو گا۔ آپ کا ہر دلعزیز اور اسلامی خدمات میں دل و جان سے ساعی ہونا ایک فطرتی جوہر ہے۔ اگر غور سے دیکھیے تو مولانا سعادت علی صاحب کا ایسے اولوالعزم ارادہ میں کامیاب ہونا جناب قاضی صاحب کی برکات توجہات کا نتیجہ ہے جناب قاضی صاحب کی صرف وجاہت و قابلیت خداداد نے ہی اس مدرسہ کی سرپرستی نہیں فرمائی۔ بلکہ آپ نے زر نقد اور سامان ضروری سے بھی مدرسہ کی ابتدائی حالت اور ضعف کے زمانہ میں اعزاز فرمائی۔

جب ان دونوں حضرات کی کوشش و سعی نے مدرسہ کی مالی حالت میں ترقی پیدا کی تو اسوقت اعلیٰ مدرس کی تلاش ہوئی اور حضرت مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو جو اپنے زمانہ میں چیدہ اور امثال و اقران میں برگزیدہ تھے مدرس اعلیٰ قرار دیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی تبحر اور استغناء کمال نے مدرسہ کو ادنیٰ مکتب ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ مدرسہ بنایا۔ اور تشنگان علوم کے حق میں ابر بہاری سے بڑھ کر کام کیا اور ۱۳۰۲ھ میں جوار رحمت مولائے حقیقی تعالیٰ میں روانہ ہوئے۔ جزاہ اللہ عنا احسن الجزاء وجعل الفردوس مثواہ۔

اسی اثناء میں حضرت مولانا مولوی سعادت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۲۸۶ھ میں سفر آخرت پیش آیا۔ غفر اللہ لہ۔ اور حضرت مولانا مولوی حافظ احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جنکے تقدس و کمال کے آوازہ سے ہندوستان گونج رہا ہے اپنے علائق قطع کر کے وطن میں گوشہ نشین ہوئے۔ اور ایام عزلت میں مدرسہ کی سرپرستی کا بار اپنے دوش پر اٹھایا اور اپنے آخر زمانہ حیات تک ایک خاص بڑی جماعت کو مدرسہ کی مسجد میں بیٹھ کر صحاح ستہ حدیث کا درس دیا اور آخر طالبان حدیث کو بلبلاتے چھوڑ کر ۱۲۹۷ھ میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

مولانا مولوی فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپوری مدرس اول یونیورسٹی لاہور رحمۃ اللہ تعالیٰ جو اپنے کمالات میں شہرۂ آفاق تھے اس مدرسہ کے مربی ہوئے اور بہت کچھ اپنی سعی سے اس کو مالی امداد پہنچائی اور ۱۳۰۴ھ میں اہل مدرسہ کو داغ مفارقت دیکر اس دار ناپائدار سے رخصت ہوئے۔

۱۲۹۱ھ میں جبکہ بہ نسبت سالہائے گذشتہ کے نمایاں ترقی ہوئی اور وہ مکان مدرسہ جو

حوائج مدرسہ کے لئے بکرایہ متصل مکان مولانا سعادت علی صاحب مغفور کے لئے رکھا تھا۔ مکتفی نہ سمجھا گیا تو مدبران مدرسہ کی رائے یہ ہوئی کہ مدرسہ کیلئے ایک مکان مستقل بنایا جاوے۔ چنانچہ تقریباً ساڑھے دس ہزار روپیہ کی لاگت سے یہ مکان جسمیں آپ حضرات اس وقت رونق افروز ہیں تعمیر کرایا گیا۔ اسکی تعمیر کی ابتدائی تاریخ مظہر علوم ہے اور اختتام کا مادہ مظاہر علوم۔ مدرسہ کا شہر کے جنوبی کنارہ سے شمالی کنارہ میں منتقل ہونا علماء کے جان نثار علم کے دلدادہ جناب حافظ فضل حق صاحب مرحوم خزانچی مدرسہ کا جذب طبیعت اور دلی کشش زبردست محرک اور قوی باعث ہے۔ حافظ صاحب مرحوم اپنی نیک طبعی اور کرم و مروت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ مدرسہ کی تعمیر کے وقت اکثر حصہ زمین کا مدرسہ کو حافظ صاحب کا عطیہ ہے اور زر نقد سے بھی بہت کچھ اعانت و امداد فرمائی اور ۱۳۱۰ھ میں رہگرائے عالم بقا ہوئے۔

مولانا ڈپٹی نجف علی صاحب حنفی مرحوم و مغفور نے جب سے پنشن یاب ہو کر اقامت وطن اختیار فرمائی تھی مدرسہ کی نگرانی و خبر گیری اور اس کی ترقی کی فکر میں رہے۔ گو اکثر حصہ ڈپٹی صاحب مرحوم کا انگریزی ملازمت میں حکومت پر گذرا۔ پر علمی مناسبت اور علماء اور علم کی عظمت اور وقعت ان کے قلب میں نہایت استحکام کے ساتھ جا گزیں تھی۔ آخر سال گذشتہ میں انھوں نے بھی داعی اجل کو لبیک کہی اور دار البقا کو رخصت ہوئے۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔ اگرچہ اس مدرسہ کی سر پر سے ایسے مقدس روحوں کا اٹھ جانا ظاہراً اسکو چاہتا تھا کہ یہ مدرسہ بے چراغ ہو جائے۔ لیکن حق سبحانہ کے فضل و کرم کے قربان جایئے کہ اس نے باوجود ایسے بڑے حوادث کے مدرسہ کو محفوظ رکھا۔ ؎

اے خدا قربان احسانت شوم ایں چہ احسان است قربانت شوم

اگرچہ معنے تمام مدارس عربیہ دینیہ کے حضرت پیشوائے شریعت مقتدائے طریقت مخدوم العالم مولانا مولوی رشید احمد صاحب مد اللہ ظلال برکاتہم مربی و سرپرست تصور کیے جاتے ہیں جنکے انفاس قدسیہ کے ہی برکات کا یہ نتیجہ ہے کہ یہ مدارس باوجود اس قسم کے تغیرات اور حوادث کے اپنے فیض کے سرچشموں سے عالم کو فیض پہنچا رہے ہیں۔ لیکن اہل مشورہ مدرسہ ہذا نے ظاہر طور پر بھی یہ چاہا کہ حضرت مولانا مخدوم سلمہ اللہ تعالیٰ مدرسہ کی سرپرستی قبول فرمائیں۔ اور مثل مدرسہ عربی دیوبند جملہ تغیرات عزل و نصب کو حضرت مخدوم سلمہ کی رائے پر منحصر کر دیا جائے اور حضرت سلمہ سے بالحاح اس کی التجا و استدعا کی۔ مولانا نے ان صاحبوں کی استدعا کو بطیب خاطر قبول فرمایا۔ لہٰذا اب یہ مدرسہ مثل مدرسہ دیوبند بالکل مولانا سلمہ کی رائے مبارک کا تابع ہے۔ حق جل و علا شانہ مولانا کو ہمیشہ ہمارے سر پر سایہ افگن اور عالم کو آپکے فیوض ظاہری و باطنی سے بہرہ اندوز رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العلمین۔

الحمدللہ مدرسہ کی تعلیمی وانتظامی حالت بدستور سابق ہے۔ اسمیں کوئی ابتری وخرابی واقع نہیں ہوئی۔ یہ مربی مدرسہ ومنتظمان موجودہ کی للہیت اور حسن سعی کا نتیجہ ہے۔ حق تعالیٰ ان صاحبوں کو دین میں اور دنیا میں اور علم میں اور عمل میں برکت عطا فرمادے آمین۔

اس مدرسہ سے جو اطمینان بخش نتائج حاصل ہوئے ہیں وہ سرسری نظر میں خارج از قیاس معلوم ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ اس مدرسہ میں عربی کے صرف چار مدرس ہیں اور ایک مدرس اہتمام کا بھی کام دیتے ہیں تاہم سال بھر میں اکثر علوم مروجہ کی اکثر درسی کتابیں درس میں آجاتی ہیں علی الخصوص علوم دینیہ تفسیر وحدیث وفقہ واصول فقہ کی تو گویا تمام کتابیں ہوجاتی ہیں۔

ابتداء اجراء مدرسہ سے اسوقت تک تقریباً ڈھائی سو ۲۵۰ طلبہ نے کامیابی حاصل کی جن میں تقریباً پچاس ۵۰ اہل شہر ہیں۔ اس مدرسہ کے تعلیم یافتہ اکثر اطراف وجوانب کے مدارس میں مسند درس وتعلیم کے زینت بخش ہورہے ہیں۔ سبحان اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ بڑے بڑے شہروں میں عالم دین کا وجود کمیاب تھا اور اب ایک یہ زمانہ ہے کہ گاؤں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو تمام کتب درسیہ کا درس دے سکتے ہیں بلکہ دے رہے ہیں۔ یہ اگر ان انفاس متبرکہ کی برکات کا ثمرہ نہیں تو کیا ہے۔ اور ایک مدرس فارسی ہیں جو ریاضی کی بھی تعلیم دیتے ہیں اور ایک حافظ مدرس قرآن شریف ہیں جنکی عرق ریزی اور جانفشانی سے تقریباً (۸۰) طلبہ نے قرآن شریف ختم کیا۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

اس مدرسہ کے متعلق ایک کتب خانہ بھی ہے جسمیں مختلف علوم کی کتابوں کے متعدد نسخے موجود ہیں جو طلبہ ومدرسین کے کام آتے ہیں۔ کل کتابیں مندرجہ فہرست قلمی ومطبوعہ (۱۲۱۰) ہیں اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تغیرات وانتظامات وکیفیت امتحان سال حال کا بھی ذکر کردیا جائے۔ بجائے مولانا ڈپٹی نجف علی صاحب مرحوم ومغفور کے ان کے فرزند حافظ محمد حسین صاحب جو نہایت صالح وسعید مصداق الولد سر لابیہ ہیں ممبر مدرسہ مقرر ہوئے۔

اور جناب الحاج خواجہ احمد حسن صاحب رئیس سہارنپور منتظم قرار پائے کہ روزآنہ مدرسہ کی نگرانی وخبرگیری فرمایا کریں گے۔ جب مولوی سید احمد صاحب مدرس کی تشریف آوری کی امید منقطع ہوگئی تو انکی جگہ مولوی محمد احکم صاحب انبہٹوی کو جنھوں نے مدرسہ ہذا ومدرسہ دیوبند میں تحصیل وتکمیل کی ہے بمشاہرہ ۱۲ مدرس مقرر کیا۔

جناب حافظ قمرالدین صاحب مدرس قرآن شریف وامام جامع مسجد امسال حج بیت اللہ کو تشریف لیگئے انکی جگہ یہ انتظام کیا کہ حافظ شریف احمد فرزند حافظ صاحب کو مدرس اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب

مدرس فارسی کو امام مسجد بطور قائم مقام مقرر کیا ۔ میاں جی عبدالواحد خاں صاحب محافظ کتب غفراللہ لہ نے بھی انتقال فرمایا ۔ بہایت صالح اور بابرکت تھے ان کی جگہ مولوی علی محمد صاحب سہارنپوری مقرر ہوئے امام بخش محافظ کا بھی انتقال ہوا ۔ خداتعالیٰ مغفرت فرمائے اس کی جگہ ابتک خالی ہے ۔ فراش مدرسہ کا اس کی کارگذاری پر ایک روپیہ اضافہ کیا گیا ۔

امسال بوجہ شدت مرض پندرہ روز مدرسہ بالکل بند کیا گیا اور اُن ایام کی تنخواہ ملازمین مدرسہ کو پوری دیگئی ۔

اس کے بعد حضرت کی اس تحریر میں چندہ اور فراہمی آردوغیرہ کا ذکر ہے اسکو حذف کردیا گیا ۔

حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کی اس تحریر کے بعد مولانا ذوالفقار علی صاحب نے سپاسنامۂ قدوم جناب نواب صاحب بالقابہ پڑھا ۔ اس کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے ایک تقریر بہایت فصیح و بلیغ جو پہلے سے تحریر کرلی گئی تھی حاضرین جلسہ کو پڑھکر سنائی ۔ مولانا حبیب الرحمٰن کے فارغ ہونے پر جناب نواب صاحب کھڑے ہوئے اور سپاسنامہ کے جواب میں اپنی خوشنودی اور جلسہ میں شرکت پر مسرت کا اظہار فرمایا ۔ سب سے آخر میں مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی نے حسب استدعا جلسہ اپنے پرتاثیر وعظ سے سامعین کو محظوظ فرمایا اور جلسہ برخاست ہوا ۔ چونکہ بارہ[۱۲] بج چکے تھے ۔ اور کافی وقت گذرچکا تھا اسلئے جناب نواب صاحب جلسہ کے درمیان ہی اجازت لیکر تشریف لیگئے ۔

سنہ بنائی مطابق سنہ ۱۴ھ

یہ سال مدرسۃ العلیہ مظاہر علوم کے لئے باب ترقی مفتوح ہونیکا مبارک سال تھا ۔ امسال باوجودیکہ قحط عامہ نے تمام عالم کو اسقدر گھیر رکھا تھا کہ اگر انفاس قدسیہ کی برکت نہ ہوتی تو شاید مدرسہ اس قحط کا تحمل نہ کرسکتا لیکن اسی سال کے شروع میں حضرت قطب الارشاد مجدد عصر محدث گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ کی سرپرستی تھی کہ پہلے ہی سال میں ہر نوع کی ترقی محسوس ہونی لگی ۔ اور سب سے جلی برکت حضرت اقدس رأس الفقہاء والمحدثین مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی تشریف آوری کی تھی جس کا ذکر آئندہ تفصیل سے آئیگا ۔ اسی سال تعمیرات ذیل ہوئیں ۔

اول یہ کہ مدرسہ کے دالان میں وہ دو سہ دریاں شرقی رویہ جسمیں دفتر وغیرہ تھا اور غربی رویہ جس میں کتب خانہ تھا ان کے سامنے ہمیشہ سے چھپر وغیرہ کے سائبان پڑتے تھے ۔ سال رواں میں اپر جستی چادروں کا سائبان جنکی لاگت للعہ ۳۹/ ہوئی ہے ڈالے گئے ۔ دوسرے یہ کہ مدرسہ میں ہمیشہ سے قضائے حاجت کے لئے ایک ہی جگہ تھی جسکی تکالیف مختلفہ بدیہی ہیں ۔ اس بناء پر مدرسہ کے قریب ہی ایک زمین بقیمت مالعہ ۱۵۵/ روپے خرید کر اس میں دو بیت الخلاء بنائے گئے ۔ جسپر مجموعی

اخراجات ۲۲/۱۱ مابیۃ صرف ہوئے باقی حصہ زمین مہمان خانہ اور طلبہ کے حجرے بنانے کی تجویز میں خالی رہا۔

طلبہ اس سال طلبا کی تعداد ایک سو سینتالیس (۱۴۷) رہی جن میں عربی خواں طلبہ چھپن (۵۶) تھے۔ فارغ التحصیل حضرات میں مولوی مبارک علی چاٹگی، مولوی غلام حیدر بخاری۔ مولوی عبدالحق بنگالی، مولوی عباس علی بنگالی، مولوی شمس الدین پوربی، مولوی اکبر علی پنجابی، شاہ محمد پنجابی۔ وغیرہ شامل ہیں۔

اسباق متعلقہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدرس اول

توضیح وتلویح تمام، حسامی (۴۵ صفحات) اصول الشاشی تمام شرح وقایہ ربع اول تمام۔ اقصرائی تمام۔ بیبذی تمام۔ مفید الطالبین تمام۔ ہدایہ آخرین (۱۱۷ صفحات) شرح وقایہ ربع ثانی (۱۱۸ صفحات)

اسباق متعلقہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب۔ مدرس اول

توضیح تلویح (۵۲ صفحات) حماسہ (۳۲ صفحات) رشیدیہ تمام۔ شرح وقایہ ربع ثانی تمام۔ شرح نخبۃ الفکر تمام۔ موطا امام محمد تمام۔ سراجی تمام۔ اب تک مدرس اول مولانا حبیب الرحمٰن صاحب تھے۔ انکے تشریف لیجانے کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدرس اول بنائے گئے۔ اسی وجہ سے روئداد مدرسہ میں ہر دو حضرات کے متعلقہ اسباق کے ساتھ، مدرس اول تحریر ہے۔

ملازمین ارباب مدرسہ میں سے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے ۱۲؍ ربیع الاول کو حیدرآباد تشریف لیجانے کیلئے مدرسہ سے رخصت چاہی۔ ہرچند کہ مولانا کی مفارقت سے مدرسہ کو ظاہری نقصان تھا اس لئے کسی کا بھی دل گوارا نہ کرتا تھا۔ کہ ممدوح کو اجازت دی جائے لیکن مولانا کی ضروریات مالیہ کیوجہ سے مولانا کا نقصان بھی گوارا نہ تھا۔ اس لئے مجبورًا رخصت دی گئی۔ ابتدا میں اگرچہ ممدوح نے صرف ایک ماہ کی رخصت لی تھی۔ لیکن پھر واپس تشریف آوری نہ ہوسکی۔ اسلئے قطب الارشاد گنگوہی کی خدمت میں ایک صدر مدرس کے لئے ضرورت کا اظہار کیا گیا۔ صدر مدرسی کا عہدہ نہ اس قابل کہ ہر شخص کو اسپر مامور کیا جا سکے اور نہ کوئی آدمی اس کے مناسب فارغ۔ چند ماہ تلاش کے بعد اہل شہر کی رائے ہوئی۔ کہ حضرت اقدس مولانا الحاج خلیل احمد صاحب مدرس دوم مدرسہ عالیہ دیوبند کو اس عہدہ کے لئے منتخب کیا جائے کہ حضرت اقدس آفتاب ہند حضرت مولانا مملوک علی صاحب کے نواسہ ہونیکے علاوہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ اس وجہ سے اور

نیز مظاہر علوم ہی کے فارغ التحصیل ہونے کیوجہ سے آپ کی صدارت مدرسہ کیلئے بہت زیادہ نافع ہو گی۔ اس بنا پر حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں یہ درخواست کی گئی کہ چونکہ جناب والا ہر دو مدرسوں کے سرپرست ہونے کیساتھ ساتھ اس گروہ کے مربی بھی ہیں۔ اس لئے جناب کے امر پر حضرت اقدس (مولانا خلیل احمد صاحب) کو بھی انکار نہ ہوگا۔ حضرت اقدس گنگوہی نے اس تجویز کو پسندیدہ نظروں سے دیکھ کر حضرت اقدس کو یہ مکتوب تحریر فرمایا۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔

جناب مولوی خلیل احمد صاحب سلمہٗ۔　　　السلام علیکم

مدرسہ سہارنپور کی سرپرستی میرے ذمہ کی گئی۔ اور یہ مجبوری اس امر خیر کو گوارا کرنا پڑا۔ چونکہ ہر طرح اس مدرسہ کی نگرانی میرے ذمہ ہوگئی۔ اس وقت اس کی بہبودی اس ہی امر کو مقتضی ہے کہ آپ فوراً مدرسہ دینیہ سہارنپور کی مدرسی اعلیٰ قبول کرکے فوراً وہاں تشریف لیجائیں۔ اہل دیوبند کو آپ کی مفارقت اگرچہ گوارا نہیں مگر بمقتضائے وقت یہی ضروری ہے۔ لہٰذا آپ اس کی تعمیل میں توقف نہ کریں۔

از گنگوہ سرائے۔ سہ شنبہ ۳ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ۔

امام ربانی کے اس مشورہ کو حضرت نے فوراً بسر وچشم قبول فرمالیا۔ اور ۵ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ سے بشاہرہ للعہ بعہدہ صدر المدرسین رونق افروزِ مدرسہ ہوئے۔ بارک اللہ فی علومھم ونفعنا بھم

حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ کے آخری زمانہ میں چار حضرات صرف تدریس عربی کی خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ اور تین حضرات متفرق شعبوں کے ساتھ داخلاً وخارجاً عربی تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ حتیٰ کہ اکثر کتب مکرر پڑھانیکی نوبت آجاتی تھی۔ لیکن حضرتؒ کے وصال کے بعد سے رفتہ رفتہ اس میں اس قدر کمی آگئی کہ ۱۳۱۳ھ کے اوائل میں صرف تین حضرات تدریس عربی کے لئے رہگئے جنمیں سے ایک صاحب مولانا عنایت الٰہی صاحب اہتمام کی خدمات بھی انجام دیتے تھے۔ تو گویا مدرس عربی اصالتاً صرف دو رہگئے تھے۔ لیکن حضرت قطب الارشاد کے زمانہ سرپرستی کی برکات میں یہ اضافہ مقدر تھا۔ اس لئے آخر ۱۳۱۳ھ سے اس میں بھی یوماً فیوماً اضافہ ہی ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء سال گذشتہ کے حالات میں اجمالاً یہ بات گذرچکی کہ ہندوستان ایک بلاء عامہ یعنی قحط میں مبتلا تھا اور ہر چہار طرف فقر وفاقہ گرانی غلہ اور ضروریات زندگی کی کمیابی تھی۔ ان حالات سے مدرسہ بھی خوب متاثر ہوا۔ جسکی بنا پر

بہت سے امور وقتی طور پر ملتوی کردئیے گئے۔ لیکن جب اس ابتلاء سے نجات مل گئی تو ارباب مدرسہ کے باہمی مشورہ سے یہ طے ہوا کہ اس وقت اگر کوئی معتمد وصالح سفیر قرب وجوار کے دیہات میں دورہ کرئے تو مدرسہ بھی ان حالات سے نجات پا جائیگا۔ جن سے وہ دوچار ہے۔ اس مقصد کیلئے جناب مولوی مبارک علی صاحب کو ماہ رجب ۱۳۱۵ھ میں دیہات بھیجا گیا اور اسی مقصد کے لئے مولانا حافظ قمر الدین صاحب بھی تشریف لیگئے۔ الحمد للہ کہ یہ حضرات اپنے مقاصد میں بوجہ اتم کامیاب ہوکر واپس لوٹے۔ یہ سال بیرون شہر کے لئے فراہمی غلہ کا پہلا سال ہے۔ اس سے پہلے بیرون شہر کیلئے کوئی مستقل سفیر نہیں تھا۔

اسی سال معاونین مدرسہ میں سے جناب خواجہ احمد حسن صاحب رئیس بہار پور ماہ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ میں اور جناب حکیم احمد یونس صاحب رکن مدرسہ نے ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ میں انتقال فرمایا۔ حق تعالیٰ شانہ دونوں حضرات کی مغفرت فرماکر اپنے جوار میں جگہ عطا فرمائے کہ ہر دو حضرات کو مدرسہ سے تعلق اور دلی لگاؤ تھا۔ ارباب مدرسہ کی تجویز اور مشورہ کے بعد خواجہ صاحب کی جگہ انکے صاحبزادے خواجہ مظاہر حسن صاحب اور حکیم احمد صاحب کے قائم مقام حکیم محمد اسحٰق صاحب مدرسہ کے رکن مقرر کئے گئے۔

حق تعالیٰ شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے مدرسہ کو ابتدا ہی سے ایسے مخیر اور مخلص حضرات مرحمت فرمائے تھے جو نادرہ روزگار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی مثال آپ ہی تھے۔ چنانچہ اُن حضرات میں سے اس وقت ہمیں دو اہل خیر کا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔ جناب حاجی عبد الغفور صاحب رئیس محلہ شاہ بہلول کو حق تعالیٰ جزائے خیر مرحمت فرمائے کہ اپنا تمام اسباب منقولہ جس میں برتن کپڑے فرش فروش وغیرہ شامل تھے۔ مدرسہ کو مرحمت فرمایا۔ اور اپنے استعمال کے تین چار کپڑوں کے علاوہ اور گھریلو اسباب میں سے جو سامان بہت ضروری اور کثیر الاستعمال تھا کے سوا اپنا تمام سامان یک وقت مدرسہ کے حوالہ فرمادیا۔ اس سامان میں جہاں بہت سی چیزیں قیمتی اور قابل دید تھیں۔ ایک برتن پیالہ[۵] کی شکل کا بھی تھا جس کے متعلق روئداد مدرسہ میں تحریر ہے!

یہ ایک مشہور کارآمد ظرف ہے۔ جسکے ذریعہ سے طعام مسموم اور مشتبہ کا امتحان ہوجاتا ہے۔ سلاطین ووالیانِ ملک کے خزانے اور توشے خانے اس مقیاس السم سے کبھی خالی نہیں رہے۔ سلطان شہاب الدین غوری کے عہد میں حکماء ذوفنون نے اس نادر الوجود طباق کو جسکا قطر سات گرہ ہے ادویہ تریاقیہ کی روح سے ترکیب دیکر تیار کیا تھا

---

۵ روئداد میں اس پیالہ کا نام غوری تحریر کیا گیا ہے۔

اور ساٹھ[۵۱] عدد ظروف میں یہ بے بہا تریاقی مصالحہ ایک سو پچپن (۱۵۵) تولہ صرف ہوا تھا۔[۵۰]
جناب[۵۲] منشی حاجی کریم بخش صاحب جو مدرسہ کے مالی معاملات میں بہت زیادہ معاون رہتے چلے آئے ہیں۔ اس سال انھوں نے مبلغ چار سو[۵۳] روپے کا گرانقدر عطیہ مدرسہ کے کتب خانہ (لائبریری) کے لئے کتب کی خریداری کے سلسلہ میں بھیجا۔ اس رقم سے مدرسہ نے بہت سی اہم کتابیں خریدیں۔ بہت سی کتابیں غیر ممالک سے آرڈر دیکر خریدی گئیں۔

طلبہ اس سال طلبا کی مجموعی تعداد ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) رہی جن میں عربی پڑھنے والے باون[۵۴] تھے۔ باقی طلبا نے قرآن مجید و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث سے فارغ ہونیوالے کل طلبا آٹھ[۵۵] تھے۔ جن کے اسماء یہ ہیں۔ مولوی محمد بخش پنجابی، مولوی ابراہیم کیرانوی، مولوی عبدالعزیز پنجابی، مولوی محمد اکبر پنجابی، مولوی شاہ محمد پنجابی، مولوی صدرالدین رام پوری، مولوی شمس الدین پوربی، مولوی واعظ پوربی، ان فارغین میں سے اول نمبر آنیوالے مولوی محمد بخش پنجابی تھے۔ جن کو تفسیر اتقان فتاوی بربہنہ۔ فیض القاموس، تحفۂ صدیقیہ، الیانع الجنی، چار دفتر مثنوی معنوی۔ شرح دفتر اول۔ انعام میں ملیں۔

تغیرات پچھلے صفحات میں تحریر کیا جاچکا کہ قرب وجوار کے دیہات میں تحصیل چندہ کے لئے مدرسہ کی جانب سے مولوی مبارک علی صاحب بھیجے گئے۔ مدرسہ کی طرف سے ان کا مشاہرہ لعہ[۱۱] ماہانہ مقرر ہوا۔

اسباق متعلقہ حضرت سہارنپوری بخاری شریف تمام، ابوداؤد شریف تمام، ترمذی شریف تمام، مسلم شریف (صفحہ ۳۰) شرح نخبہ تمام، شرح عقائد نسفی تمام، خیالی حاشیہ تمام، حسامی (۶ صفحات) مقامات حریری پچیس مقامات، ملاجلال، میرزاہد ملاجلال، سلم العلوم، تصورات ملاحسن تمام۔ میرزاہد رسالہ تمام، غلام یحییٰ تمام۔ حمد اللہ (۹ صفحات) مطول (۱۱ صفحات) تلخیص المفتاح (۵۰ صفحات)

جلسہ سالانہ امسال جلسہ سالانہ مورخہ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۱۶ھ یوم یکشنبہ ۹ بجے منعقد ہوا۔ عام شہرت واطلاع کے پیش نظر خطوط طبع کراکر تقسیم کرائے گئے۔ جلسہ کی کاروائی شروع ہونے پر سب سے پہلے مولوی ابوذر متعلم مدرسہ نے تقریر کی۔ اس کے بعد مولانا منظور النبی صاحب نے علم کے فضائل پر تقریر فرمائی۔ اسی جلسہ میں ایک مسدس جو مولوی احمد اللہ مظفر نگری نے تیار کیا تھا۔

۵۰۔ روئداد مدرسہ صفحہ ۹۶ ״

سامعین کو سنایا گیا جو حمد اور نعت اور حاضرینِ جلسہ کی آمد کے شکریہ پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد آخر میں مولانا خلیل احمد صاحب نے مدرسہ کے حالات، واقعات سنائے۔ اور اسکے بعد کتب انعامیہ تقسیم ہوئیں۔

۳۴ سنہ بنائی مطابق سنہ ۱۶ھ اس سال مختلف انداز سے مدرسہ کو مالی وسعتیں میسر ہوئیں منجملہ انھی ترقیاتِ میسرہ کے منشی محمد اکرام صاحب مرحوم تحصیلدار کی اہلیہ نے منشی صاحب مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے دو ہزار روپیہ کا گرانقدر عطیہ مدرسہ کو مرحمت فرمایا۔ جزاھا اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین حق تعالیٰ شانہ مرحوم کی مغفرت فرمائیں۔

دوسری مالی وسعت مدرسہ کو یہ حاصل ہوئی کہ بازار نخاسہ شہر سہارنپور میں مدرسہ نے چار دوکانیں مبلغ چار ہزار دو سو پچاس (۴۲۵۰) روپے میں خریدیں جو مدرسہ کیلئے مستقل دائمی اعانت کا سبب بنیگی۔ ان دوکانوں کی خریداری کے سلسلہ میں کچھ رقم تو سردست، مدتعمیر سے لی گئی اور بقیہ رقم دوسرے مدات سے بطور قرض لیگئی۔ جو بعد میں اپنے اپنے مدات میں رکھدی گئیں۔ نیز ایک صاحب نے ۹ عدد آہنی کڑاہے مدرسہ کو مرحمت فرمائے جن کا کرایہ پہلی ہی فصل نیشکر میں ۲۲/- ہوا ان کے علاوہ اور دیگر انواع سے مدرسہ کو مالی ترقیات نصیب ہوئیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ کتب خانہ میں بھی روز افزوں ترقی شروع ہوئی جسکی وجہ سے کتب خانہ کی الماریاں اور کتابیں رکھنے کی جگہ تنگ ہوگئی۔ اس بناء پر سال زیر بحث میں شیشم اور ساکھو کی سات الماریاں تیار کرائی گئیں۔ جنکے لئے لکڑی بھی چندہ میں آگئی۔

طلبہ اس سال طلبا کی تعداد ایک سو ستاسی (۱۸۷) تھی جن میں ستتر (۷۷) عربی خواں تھے۔ مولوی بشیر محمد جلال آبادی، مولوی عبدالستار بنگالی، مولوی عبدالمجید دیوبندی، مولوی صدرالدین رام پوری، مولوی غلام اللہ پنجابی، اس سال کے فارغ التحصیل طلبا ہیں۔

ملازمین اس سال ملازمین مدرسہ میں چونکہ ترقیات عامہ ہوئیں۔ اس لئے اس کو جدول ذیل سے واضح کیا جاتا ہے۔ بعض حضرات کی اس سال میں دو مرتبہ ترقی ہوئی۔

نمبر شمار	اساتذہ	تنخواہ	کیفیت
۱	حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب	۴۰/- للعہ	تنخواہ میں اضافہ قبول نہیں فرمایا
۲	مولانا عنایت الٰہی صاحب	۲۰/- ۲۵/- للعہ وعہ	اول ۲۰/- عہ تھی ربیع الثانی سے ۲۳/- عہ ہوئی پھر شوال سے ۲۵/- عہ ہوئی
۳	مولانا ثابت علی صاحب	۲۰/- ۲۵/- للعہ وعہ	مثل کیفیت مذکورہ ۲ کے۔

نمبر	نام	تنخواہ	کیفیت
۴	مولوی عبدالقادر صاحب	۱۵/۰۰	شوال سے جدید تقرر ہوا۔
۵	مولوی محمد احکم صاحب	۱۰/۰۰	حسب دستور
۶	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب	۸/	کئی ماہ بیمار رہنے کے بعد شعبان میں مستقل رخصت لیلی۔
۷	منشی محمد شفیع صاحب	۶/۰۰	بوجہ چند ماہ بیماری مدرس ۶ کے انکے عوض کام کیا۔
۸	مولوی عبدالسمیع صاحب	۸/	مدرس ۶ کے بعد مدرس بنائے گئے۔
۹	منشی مشرف حسین صاحب	۸/	مثل کیفیت مذکور نمبر ۸ کے
۱۰	حافظ قمرالدین صاحب	۳/۰۰	یہ تنخواہ جامع مسجد سے ملتی ہے۔
۱۱	حافظ محمد ابراہیم صاحب	۴/۰۰	یکم محرم سے جدید تقرر ہوا
۱۲	مولوی مبارک علی صاحب	۱۱/۰۰	
۱۳	مولوی علی محمد صاحب	۶/ و ۸/	اول ۶/ تھے پھر ترقی ہوکر ۸/ ہوئے
۱۴	اللہ بخش مؤذن	۲/	

اسباق متعلقہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بخاری شریف تمام، مسلم شریف تمام، ترمذی شریف تمام، ابو داؤد شریف جلد اول و جلد ثانی تمام، بیضاوی شریف سورۃ بقرہ تمام، ہدایہ جلد ثانی، تاریخ یمینی، تمام خیالی حاشیہ شرح عقائد نسفی تمام۔ نورالانوار (۷۰ صفحات) نخبۃ الفکر تمام ملاحسن (۹۶ صفحات) ملا جلال (۲۸ صفحات) میرزاہد (۵۳ صفحات) مطول (۸۰ صفحات) سراجی تمام۔

اسباق متعلقہ مولانا عنایت الٰہی صاحب نسائی شریف تمام، موطا امام محمد تمام، ہدایہ جلد اول تمام۔ شرح وقایہ ربع ثانی، نورالانوار (۸۴ صفحات) قطبی تصدیقات (۱۲۴ صفحات) میبذی (تا الٰہیات) صرف میر تمام تلخیص المفتاح تمام دستور المبتدی۔

دورہ کی بقیہ کتابوں میں سے ایک کتاب ابن ماجہ اور حدیث پاک کی دوسری کتاب مشکوٰۃ شریف مولانا ثابت علی صاحب کے پاس ہوئیں۔

جلسہ سالانہ اس سال کا جلسۂ سالانہ ۲۸ رجب ۱۳۱۷ھ یوم یکشنبہ کو منعقد ہوا۔ اور بہ نسبت سالہائے گذشتہ کے اس بار مجمع بہت زائد تھا۔ اول چند طلبا کی تقریریں ہوئیں۔

اس کے بعد جناب مولانا مولوی محمود الحسن صاحب (شیخ الہند) نے ایک پُر تاثیر تقریر فرمائی جس سے تمام اہل جلسہ غایت درجہ شاداں و فرحاں ہوئے۔ پھر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے ایک پُر تاثیر تحریر جو حکیم محمد اسحٰق صاحب رکنِ مدرسہ کی تحریر کردہ تھی پڑھکر سنائی جو بعینہٖ روئداد ۱۳۱۶ھ میں مذکور ہے اس تحریر میں موجودہ مکانات مدرسہ کی تنگی کی بنا پر ایک وسیع درسگاہ بالائے مدرسہ تعمیر ہونیکی تجویز اور اسکی ضرورت کا اظہار کیا گیا تھا (یہ وسیع درسگاہ وہی ہے جو مدرسہ قدیم کے صدر دروازہ پر مہمان خانہ کے نام سے مشہور ہے۔

۳۵ سنہ بنائی مطابق ۱۳۱۷ھ

اس سال اگرچہ مدرسہ کو قحط عام جس کا سلسلہ کئی سال سے چل رہا تھا اس سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن الحمد للہ کہ مدرسہ کی حالت ترقی پذیر رہی رہی۔ ان ترقیات اور برکات کا سب سے بڑا ظاہری سبب حضرت امام ربانی کی سرپرستی ہے۔ چنانچہ اس جگہ ہم ۱۳۱۷ھ کی کیفیت مطبوعہ جو اس ہی سال طبع ہوئی ہے۔ اسکی چند سطور بلفظہٖ نقل کرتے ہیں جسمیں مدرسہ کی چند ترقیات تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے۔

> اور یہ سب بقیۃ السلف حجۃ الخلف نعمان زمان جنید دوران حضرت مخدوم العالم مولانا مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ کے انفاس طیبہ کی برکات کا صدقہ ہے۔ جس روز سے یہ مدرسہ حضور دام برکاتہم کی سرپرستی میں داخل ہوا ہے اس وقت سے مدرسہ کے ہر ایک جز میں نمایاں برکت و ترقی ہے۔ اور کیونکر نہ ہو ایسے ہی مقربین و اولیاء اللہ تعالیٰ کی ذوات مقدسہ کے ساتھ ارض و سماوات کی بقا کا سلسلہ وابستہ ہے [۵۷]۔ اھ۔

ان ہی برکات کا ثمرہ تھا کہ مدرسہ کیلئے اسکی موجودہ درسگاہیں ناکافی بن گئیں۔ اسلئے یہ قرار پایا کہ مدرسہ کے شرقی دروازہ پر ایک درسگاہ تعمیر کیجاوے اور اس کیلئے چندہ کی اپیل کی گئی۔ الحمد للہ کہ اہل ہمم نے فوراً لبیک کہی اور حق تعالیٰ شانہ کے فضل سے بہت جلد اس کی تکمیل ہوگئی۔ اس ذیل میں جو لوگ خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ ان میں سرفہرست دہرہ دون کے وہ حضرات ہیں جنکے یہاں چونہ وغیرہ تیار ہوتا ہے کہ دوسو چودہ [۲۱۴] من پختہ چونہ مدرسہ کو مرحمت فرمایا۔ نیز مالکان پزادہ جنہوں نے چالیس ہزار کے قریب اینٹ مرحمت فرمائی۔ اور اسی طرح خاص شہر سہارنپور کے تجار حضرات جنہوں نے ہر قسم کی لکڑی اور تختے وغیرہ مدرسہ کو مرحمت فرمائے۔ ان حضرات کے ان عطایا سے صرف نظر کرلینا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

۵۷۔ روئداد مدرسہ بابت ۱۳۱۷ھ۔

ان تمام عطایا کے ساتھ ساتھ اس کمرہ کی تعمیر میں مبلغ ایک ہزار تین سو اڑتالیس روپے نو آنہ (۱۳۴۸/۹) خرچ ہوئے۔

حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی سرپرستی درحقیقت مدرسہ کی ہر نوع کی ترقی کا دروازہ تھی کہ حضرت کی سرپرستی میں آنے کے بعد سے مدرسہ میں ہر سال ہر نوع کا اضافہ ہی ہوتا رہا۔ گذشتہ پانچ سال قبل مدرسہ کے کتب خانہ میں تقریباً بارہ سو کتابیں تھیں لیکن ان ایام میں تدریجی ترقی کے ساتھ ۱۳۱۷ھ کی کیفیت میں کل کتابوں کی تعداد دو ہزار اکیس عدد تحریر ہے۔

طلبہ اس سال طلبا کی تعداد دو سو تیرہ تھی۔ جن میں چھیاسی طلبا عربی خواں اور باقی قرآن شریف اور فارسی وغیرہ پڑھنے والے تھے۔ فارغ التحصیل حضرات میں مولوی غلام اللہ شاہ آبادی، مولوی محمد یحییٰ سہارنپوری، مولوی اکرم علی بنگالی، مولوی اکرم الدین بنگالی، مولوی عبد الجبار بنگالی، مولوی عطار اللہ شامل ہیں۔ ان فارغین دورۂ حدیث میں سے مولوی غلام اللہ شاہ آبادی نے اول نمبر حاصل کر کے فتاوی قاضی خاں مع سراجیہ، مسلم الثبوت، منتخب اللغات انعام میں حاصل کیں۔

ملازمین ملازمین مدرسہ میں اس سال ایک خاص تغیر یہ ہوا کہ مدرسہ کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے آمدنی مدرسہ اخراجات کیلئے بالکل ہی ناکافی ہو گئی تھی۔ اسلئے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مدرس فارسی کو چندہ اہل شہر کے لئے مقرر کیا گیا۔ تاکہ وہ اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے اہل شہر سے نقدی استعانت کے علاوہ طلبہ کے کھانے وغیرہ مقرر کرانے کا بھی انتظام کریں۔ ممدوح کے پہلے سے تدریس فارسی کے مد میں ۶ روپے تنخواہ تھی۔ مگر مسلسل علالت کی وجہ سے مستقل طویل رخصت لینے کی نوبت آئی تھی۔ اور اب چونکہ یہ جدید تقرر برائے حصول چندہ ہوا تھا اس لئے معاً روپے مشاہرہ قرار پایا۔ ممدوح نے اس کی طرف خاص توجہ فرمائی جسکی بنا پر چند ہی ماہ میں پانچسو (۵۰۰) روپیہ سے زائد چندہ جمع ہوا۔ فارسی کے طلبا کی کثرت کیوجہ سے مرزا رحیم بیگ صاحب کو بمشاہرہ ۶ مدرس دوم فارسی رجب سن رواں سے مقرر کرنا پڑا۔ اسی طرح حافظ محمد ابراہیم مدرس دوم درجہ قرآن مجید کے مشاہرہ میں ۲ کا اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ اور کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔

درحقیقت اس زمانہ کی روئدادوں کے دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے۔ کہ یہ مخلص حضرات معمولی مشاہروں پر کس قدر محنت و جانفشانی اور ہمت سے کام کرتے تھے کہ اب ہم ناخلف شاگردوں سے اس کا نصف بھی نہیں ہوتا۔ نمونہ کیلئے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی

تعلیم جو اس سال ممدوح کے یہاں ہوئی تحریر کرتا ہوں۔

اسباق متعلقہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

بخاری شریف تمام۔ مسلم شریف تمام۔ سنن ابی داؤد تمام۔ ترمذی شریف تمام۔ نسائی شریف تمام۔ بیضاوی شریف، سورہ بقرہ تمام۔ ہدایہ آخیرین (۳۷۲ صفحات) مقامات حریری (۲۲۵ صفحات) حسامی تمام، شرح نخبۃ الفکر تمام۔ مطول (۱۴۲ صفحات) مشکوٰۃ شریف کچھ حصہ اور باقی ماندہ حصہ دوسرے سال پورا ہوا۔ ان کتب کے اسباق اگر سات گھنٹے روزآنہ بھی ہوں تب بھی مشکل ہی سے پوری ہوں گی۔

اس سال کا سالانہ جلسہ مورخہ ۱۰ رجب ۱۸ھ کو ہوا سنین سابقہ کے مقابلہ میں امسال مجمع بہت زائد تھا۔ مدرسہ کی تمام درسگاہیں اور صحن سب بھر گئے اور حکام و عمائد شہر نے بکثرت شرکت کی۔ مدرسہ کی جانب سے بھی انتظامات میں کسی قسم کی کمی نہیں رکھی گئی۔ عام شہرت اور اطلاع کے لئے ایک ہزار سے زائد خطوط و اشتہارات طبع ہو کر اطراف و جوانب میں تقسیم ہوئے۔ جلسہ کی کاروائی شروع ہونے پر سب سے اول مولوی منظور النبی صاحب ابن مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ممبر مدرسہ نے آپس کے اتحاد و اتفاق کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ پھر مولانا محمد احکم صاحب مدرس مدرسہ نے فضائل علم بیان کئے۔ سب سے آخر میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے مدرسہ کے حالات و کوائف سنائے۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا۔

۳۶ سنہ بنائی مطابق ۱۸ھ

اس سال مدرسہ کی آمدنی کے اسباب میں ایک نوع چندہ کی زیادتی ہوئی یعنی اہل شہر نے اپنی تقریبات کے موقعہ پر مدرسہ کی اعانت کرنا اپنا فریضہ تصور کیا اور بسعی جناب قاضی ابوسعید صاحب ممبر مدرسہ یہ قرار پایا کہ ہر محلہ میں اس کی سعی کی جائے۔ چنانچہ تمام سال میں جس قدر تقریبات شہر میں ہوئیں اس میں مدرسہ کو یاد رکھا گیا اور احباب و مخلصین کی مساعی سے اس مد میں ایک معتد بہ رقم جمع ہو گئی۔ اس سلسلہ میں شیخ صاحبان کی برادری نے جس اولوالعزمی اور ہمت کا ثبوت دیا اور گویا اپنے یہاں کی تقریبات میں مدرسہ کی اعانت کا جو ایک مستقل مد قائم کیا اس کو بھی ارباب مدرسہ فراموش نہیں کر سکتے۔

فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

طلبہ

اس سال طلبا کی مجموعی تعداد ایک سو اٹھتر (۱۷۸) تھی جن میں عربی خواں طلبہ اڑسٹھ (۶۸) تھے۔ درمیان سال میں مزید ایک سو سولہ (۱۱۶) طلبا کا داخلہ ہوا۔ مگر وسط سال میں

ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) طلبا کو خارج کرنا پڑا۔ جسکی بنا پر آخر شعبان ۱۳۱۸ھ میں طلبا کی تعداد ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) باقی رہی۔ سال زیر بحث کے فارغ ہونیوالے طلبا میں مولوی مظہر علی سہارنپوری مولوی محمد اکرم بنگالی، مولوی زبید اللہ بنگالی، مولوی عباس علی بنگالی، مولوی تاج الملوک بنگالی، مولوی عبدالرحمٰن مقیم راولپنڈی شامل ہیں۔ متعدد طلبا نے امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرکے کتب انعامی پائیں۔ چنانچہ دورہ کی جماعت میں سب سے اول نمبر مولوی مظہر علی آئے۔ جنھوں نے مجموعی طور پر ایک سو پچہتر (۱۷۵) نمبرات حاصل کرکے مشکوٰۃ شریف، رسالہ تصوف، اجوبہ اربعین حصہ اول انعام میں حاصل کیں۔

تغیرات | چونکہ مولوی عبدالقادر صاحب کے تشریف لیجانے کے بعد کسی ایسے مدرس کی شدید ضرورت تھی جو خدمات مدرسہ مفوضہ کو انجام دیتا۔ اس لئے وقتی طور پر مولوی عبدالرحمٰن کو یہ تعلیمی عہد سونپا گیا اور ۲۸ شوال ۱۳۱۸ھ سے مستقل تقرر مولوی عبدالکریم صاحب ہزاروی کا ہوا۔ اور پندرہ ۱۵/ روپے ماہانہ تنخواہ قرار پائی۔ ایسے ہی مولوی عبدالسمیع صاحب جو مدرس فارسی تھے ۱۵ رمضان کو استعفاء دیکر چلے گئے ان کی جگہ مولوی احمداللہ صاحب مظفرنگری کا بمشاہرہ ۸/ ماہانہ تقرر ہوا۔ اس کے علاوہ ایک تیسرے مدرس حافظ محمد ابراہیم مدرس قرآن شریف مورخہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ سے علیحدہ کردیئے گئے۔

مذکورہ بالا تغیرات کے ساتھ ساتھ باقی ماندہ اساتذہ کی تنخواہوں میں یکم محرم سے مندرجہ ذیل اضافے ہوئے۔ مولوی محمد اکرم صاحب کی تنخواہ میں دو ۲/ روپے کا اضافہ ہوکر کل تنخواہ ۱۲/ قرار پائی حافظ قمرالدین صاحب کے تین ۳/ روپے ترقی ہوکر کل ماہانہ ۱۵/ تنخواہ متعین ہوئی۔ اسی طرح یکم جمادی الثانی سال زیر بحث میں مولوی محمد اسمٰعیل سفیر مدرسہ کی تنخواہ سات ۷/ روپے سے ترقی دیکر ۱۰/ کردی گئی۔

اسباق متعلقہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدرس اول

بخاری شریف تمام، صحیح مسلم تمام، ابوداؤد شریف تمام، موطا امام مالک (۴۸ صفحات) موطا امام محمد تمام، شرح نخبۃ الفکر تمام، بیضاوی تا سورہ بقرہ، توضیح و تلویح، ہدایہ جلد ثانی (۴۳ صفحات) مختصر معانی تمام، تلخیص المفتاح تمام، مقامات حریری (۶۶ صفحات) (ترمذی شریف تمام) درحقیقت اللہ رب العزت نے اپنے ان نیک بندوں کے اوقات میں اتنی برکت عطا فرمائی تھی کہ

ملہ - اس اخراج کی وجہ معلوم نہ ہوسکی۔ (مرتب)

جس کی بنا پر بڑے سے بڑا کام خواہ وہ تعلیمی لائن کا ہو یا اور کسی دینی لائن کا انتہائی مختصر اوقات میں بڑی آسانی اور سہولت سے پورا ہو جاتا تھا۔

جلسۂ سالانہ مدرسہ کے ہر سال کے اہم واقعات میں سے جلسۂ سالانہ ہے جسکی متفرق سالوں کی مختصر سی روئداد اس سے پہلے بھی کئی بار آچکی ہے۔ اس مرتبہ جلسہ سالانہ کا انعقاد ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ یوم یکشنبہ کو صبح آٹھ بجے ہوا۔ جابجا متفرق اضلاع میں دعوتی خطوط اور اطلاعی کارڈ ایک ہزار کے قریب تقسیم کئے گئے۔ معاونین اور بہی خواہان مدرسہ نے گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی مدرسہ کی اس دعوت کو بڑی خوشی سے سراہا اور وقت مقررہ پر تشریف فرمائے جلسہ ہوئے۔ اس کے علاوہ اکابر میں سے اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، مولانا ذوالفقار علی صاحب مولانا فضل الرحمٰن صاحب، اور (شیخ الہند) مولانا محمود حسن صاحب، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، مولانا حافظ احمد صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند کا ورود مسعود ہوا۔ جن کے انوار قلوب سے سامعین مستفید ہوئے۔ جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی اور صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک مسلسل حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے تین گھنٹے تقریر فرمائی اور خداداد علم وحکمت سے سامعین کو شادکام فرمایا۔ اس کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے مدرسہ کے کوائف جو ایک مقالہ کی شکل میں تھے پڑھکر سنائے اور اس کے بعد ایک نہایت اثرانگیز تقریر فرمائی جو حسب ذیل ہے۔

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ خصوصا منہم سیدھم وخیرھم سیدنا ومولٰینا محمد المجتبیٰ المبعوث بکلمتہ التقوی وعلیٰ من اقتفا باثارہ واھتدا من المھاجرین والانصار وعلیٰ من تبعھم باحسان الیٰ یوم القرار۔ امابعد۔

اہل مدرسہ! حاضرین جلسہ اور معاونین مدرسہ کی خدمت میں نہایت ادب اور اخلاص کیساتھ عاجزانہ التماس کرتے ہیں کہ آپ حضرات ہم خدام مدرسہ کی استدعار پر ہمیشہ سالانہ تشریف آوری کی تکلیف گوارا فرماتے ہیں۔ اس لطف ومہربانی کی شکرگذاری کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں کہ اس کو ادا کر سکیں۔ خصوصاً اس سال میں دو دفعہ آپ حضرات وفقہم اللہ تعالیٰ کو قدم رنجہ فرمانے کی تکلیف گوارا کرنی پڑی۔

غالباً اکثر حضرات کو خلجان ہوگا کہ سالانہ جلسہ جسکا انعقاد بعد اختتام سال ہوتا ہے وہ ایک سال میں دو دفعہ کیوں کیا گیا اور اس کا نام جلسۂ سالانہ رکھنا کیونکر صحیح ہوا۔ حضرات! واقعی یہ خلجان بجا ہے۔ جلسہ سالانہ وہی ہوتا ہے جو سال کے اختتام پر ہو اور یہ دونوں جلسے بھی اختتام

سال ہی پر منعقد ہوئے ہیں۔ اس وقت یہ جلسہ جس کے لئے آپ حضرات نے قدم فرسائی فرمائی ہے یہ جلسہ سالانہ بابت سال ۱۳۱۵ھ ہے جو چھتیسواں سال مدرسہ کا ہے اور گذشتہ جلسہ جو رجب ۱۳۱۵ھ میں منعقد ہوا تھا وہ بابت ۱۳۱۴ھ سال سی و پنجم کے تھا۔ مدرسہ میں قدیم سے یہ دستور تھا کہ سال ختم ہو کر چند ماہ کے بعد جلسہ ہوتا تھا اور بعد اس کے سالانہ رپورٹ شائع کی جاتی تھی۔ ارکین مدرسہ نے جب اس میں غور کیا اور اس کے قبائح کو دیکھ کر اس کے نقص پر اطلاع پائی تو اس دستور کو بدلدیا اور بمنظوری حضرت سرپرست مدظلہٗ یہ تجویز پاس کر دی گئی کہ آئندہ ہمیشہ سال آخر ماہ ذی الحجہ تک سالانہ جلسہ تقسیم انعام وغیرہ سے فراغت ہو جایا کرے اور بعد ختم سال کے محرم میں رپوٹ شائع ہو جائے۔

چنانچہ آئندہ اسی طرح ہوا کریگا۔ پس یہ وجہ ہے کہ بمجبوری ایک سال میں دو دفعہ آپ حضرات کو تکلیف دینی پڑی۔ ہم کو کامل یقین اور پورا اعتماد ہے کہ ہمارے معاونین کو یہ خلجان اسوجہ سے نہیں ہے کہ ان کو اس متبرک جلسہ کیوجہ سے کچھ بھی گرانباری ہوگی۔ کیونکہ وہ یقیناً اس اسلامی کارخانہ کو جو تعلیم دین کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے عزت اور محبت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور موجب رحمت الٰہی و برکت غیر متناہی سمجھتے ہیں تو کیونکر ممکن ہے کہ ان کو اس سے گرانباری ہوگی بلکہ ان کو تو اس قسم کے دینی جلسے مسرت انگیز اور فرحت بخش ہوتے ہیں کیونکہ یہ اسلامی مدرسے اس تاریکی کے زمانہ میں کہ جہل عالمگیر ہے بمنزلہ آفتاب و ماہتاب ہیں جو اپنے نور سے عالم کو منور کر رہے ہیں۔ غور کر کے دیکھو کہ اگر آج یہ اسلامی مدارس صفحہ عالم پر نہ ہوتے تو کیا علوم اسلام عدم کو نہ سدھار جاتے اور بڑے بڑے شہروں میں بھی مسائل کا بتلانیوالا نہ ملتا اور اب ان مدارس کی بدولت شہر شہر قصبہ قصبہ بلکہ گاؤں میں بھی علماء موجود ہیں جو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت کر رہے ہیں اور خلقت کو گمراہی سے بچا رہے ہیں۔ تو ایسے مدارس کو جو خلافت نبوت کی خدمت بجا آوری کر رہے ہیں۔ کون ایسا مسلمان ہے جو عزت اور محبت کی نگاہوں سے نہیں دیکھے گا۔ ایسا شخص تو وہی ہو سکتا ہے جسکو نہ اسلام سے تعلق ہو اور نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے علاقہ ہو نہ خدا تعالیٰ سے سروکار ہو۔ شقاوت ازلی اس کے سر پر سوار ہو شیطان کے ہاتھوں میں اس کی زمام اختیار ہو۔ ایسا شخص اگر ان دینی مدارس کو حقارت کی نظر سے دیکھے انکا پکا دشمن اور مخالف ہو تو کچھ تعجب انگیز نہیں، ورنہ ان دینی مدارس کے وجود سے جس محلہ میں ہوں اس کی عزت، جس شہر میں ہوں اسکی عزت بلکہ جس ملک میں ہوں اسکی عند اللہ اور عند الناس عزت و حرمت ہے کیونکہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سچا خلیفہ و جانشین ہے جو آپکے دین کی تبلیغ و تعلیم کر رہا ہے۔ تو جسکو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذرا سی بھی سچی محبت

ہو گی اس کو بالضرور ان مدارس کے ساتھ محبت اور دلچسپی ہو گی۔ اور مدارس کے طلبا و علما کے ساتھ ارتباط اور الفت ہو گی۔ اور جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جھوٹی محبت اور دلچسپی ہو گی اور مدارس کے طلبا و علما کے ساتھ ارتباط اور الفت نہ ہو گی۔ اور جسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جھوٹی محبت کا دعوی ہو گا اس کو بے شبہ مدرسہ اور مدرسہ کے طلبا سے دلچسپی نہ ہو گی بلکہ تنفر ہو گا۔ پس ہر شخص جسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت کا اندازہ کرنا مدنظر ہو وہ ان مدارس کیساتھ اپنی محبت کا اندازہ کر کے دیکھ لے جس قدر ان مدارس کیساتھ علاقہ محبت کا ہو گا اسی قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ علاقہ محبت کا ہو گا۔ اس لئے کہ یہ مدارس گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں۔ اور نائب اور منیب کا عقلاء کے نزدیک ایک ہی حکم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ خیال قطعاً اس وجہ سے نہیں کہ انکو اس جلسہ سے دلبستگی نہیں اور نہ ہمارا عرض کرنا اس غرض سے ہے ہم نے صرف اسلئے عرض کر دیا کہ سرسری طور پر جو کسی کو شبہ ہو وہ رفع ہو جاوے۔

مدرسہ کے اخراجات و آمدنی کی اجمالی کیفیت یہ ہے کہ جس روز سے یہ مدرسہ بفضل اللہ تعالیٰ زیر سرپرستی حضرت مخدوم للعالم مجدد دین وارث انبیاء مرسلین حضرت مولانا رشید احمد صاحب دامت برکاتہم داخل ہوا ہے اس روز سے اسکے ہر جزو میں نمایاں ترقی ہے۔ حالانکہ اس سے پیشتر بھی یہی مدرسہ پستی کی طرف اور تنزل کرتے کرتے عدم کو جا رہا تھا۔ قریب تھا کہ معدوم ہو جاوے چراغ سحری ہو گیا تھا قریب تھا کہ گل ہو جاوے۔ مگر الحمد للہ ثم الحمد للہ حضرت مولانا سلمہ اللہ تعالیٰ کے مبارک ہاتھوں نے اسکو سنبھالا اور اس کو ترقی نصیب ہوئی۔ باطنی ترقیات کے ادراک کیلئے تو نہایت باریک فہم کی ضرورت ہے۔ پر ظاہری ترقیات کو تو ہر شخص خاص و عام سمجھ سکتا ہے۔ مدرسین میں ترقی طلبہ میں ترقی، کتب خانہ میں ترقی، ان ہی ترقیات نے مجبور کیا کہ مکان میں بھی وسعت دیجاوے۔ لہٰذا کتبخانہ میں بڑی بڑی الماریوں کی ضرورت ہوئی۔ اور حسب ضرورت طیار کرائی گئی، سائبان بنوایا گیا۔ درسگاہ جدید جسپر تقریباً سولہ ۱۶ سو روپیہ صرف ہوا تعمیر کرائی گئی، یہ چھوٹی چھوٹی ترقیات جو مدرسہ میں نظر آ رہی ہیں وہ حضرت مولانا سلمہ اللہ تعالیٰ کی باطنی توجہ کا ثمرہ نہیں تو اور کیا ہے؟ غور فرماؤ کہ چند سال پیشتر بھی تو یہی مدرسہ تھا کہ سنبھالے نہیں سنبھلتا تھا۔ اور اب بھی یہ وہی مدرسہ ہے پھر کسکی ہمت و قوت نے اس کو اس بلندی کے رتبہ پر پہنچا دیا۔

بالجملہ اس سال اس مدرسہ میں پانچ ۵ مدرس عربی اور دو ۲ مدرس فارسی و ریاضی اور دو ۲ مدرس قرآن شریف اور ایک نائب مہتمم اور دو محصل چندہ ایک فراش اور ایک بھنگی تنخواہ دار ہیں۔ جن کا

کل خرچ ماہوار مالعہ ۱۹۲/۶ ہوتا ہے۔ اور علاوہ اس کے تقریباً دس طلبہ کو بحساب فی عاہر مدخوراک بیس جسکی تعداد ۲۵/ ماہوار ہوتی ہے دیا گیا۔ ونیز پوشاک کا خرچ ما ۱۲۵/ روپے ہے۔ اور خرچ متفرقات غیر معمولی ۲۵/۔ کل خرچ سال کا تخمیناً تین ہزار (۳۰۰۰ روپے) ہوتا ہے۔ مولوی عبدالقادر صاحب کے تشریف لیجانے کے بعد لائق مدرس کی تلاش میں چند ماہ تک عہدۂ مدرسی خالی رہا۔ مگر الحمدللہ کہ آخر سال میں مولوی عبدالکریم صاحب اُس عہدہ پر تشریف لائے جو مدرسی کی خدمت نہایت خوبی اور اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ اس لئے تعداد مدرسین میں جو شروع سال میں کمی تھی وہ پوری ہوگئی۔ سالانہ آمدنی وخرچ کی پوری تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ کیفیت سالانہ میں درج ہو کر پیش کی جائیگی۔ مگر بالاجمال اسقدر عرض کرنا لابدی ہے کہ آمدنی میں اگرچہ بحمداللہ تعالیٰ اب تک بہ نسبت سالہائے گذشتہ کے بیشی ہی ہے مگر بوجہ ترقی مدرسہ اخراجات بھی بڑھتے جاتے ہیں اسلئے حضرات جب مدرسہ کے اخراجات میں بیشی ہے تو آپ بھی اپنی ہمت کو بڑھایئے اور کرم کے ہاتھوں کو فراخ فرمائیے اور بہ نسبت سابق کے زیادہ امداد اور اعانت کیجئے۔ بالخصوص تقرر طعام کیطرف زیادہ توجہ درکار ہے کیونکہ کھانوں میں کمی ہے اس وقت طلبہ درجہ عربی کی تعداد (۷۸) ہوگئی اور ایام امتحان سالانہ میں (۶۵) تھی۔ طعام کا ہونا ایسا امر ضروری ہے کہ بدوں اسکے قیام طلبہ کا دشوار ہے۔ سر برآوردگان محلہ و صاحبان وسعت وہمت کی خدمت میں التماس ہے کہ اسکی طرف ضرور توجہ فرماویں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک صاحب دو وقتہ طعام طلبہ کو عنایت کریں بلکہ حسب گنجائش وقت خواہ ایک وقت کا خواہ ہفتہ وار خواہ فلوس وغیرہ مرحمت فرماویں۔ انتہی روئداد مدرسہ ۱۳۱۸ھ۔

اس سال کے اہم واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ بعض اراکینِ مدرسہ کی خود غرضی اور مدرسہ کے معاملات میں بے توجہی نے مدرسہ کے نظم ونسق میں بہت سی رکاوٹیں اور پیچیدگیاں پیدا کردیں اور ان چند گنے چنے ممبران نے ذاتی مفاد کو مدرسہ کے مفاد پر ترجیح دیتے ہوئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدرس اول کو بلا کسی وجہ کے اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنا قدیمی تعلق مدرسہ سے بالکل منقطع کرلیں اور جو تعلیمی خدمات حضرت اقدس گنگوہی نے انسے منسوب فرمائیں ہیں انسے بالکلیہ سبکدوش ہوجائیں۔ لیکن ان تمام مخالفتوں کے باوجود حضرت نے اپنے طور پر اپنے لئے کوئی فیصلہ نہیں کیا بلکہ اپنے شیخ کے حکم کا انتظار فرمایا چنانچہ وہاں سے اجازت آگئی کہ سب کچھ چھوڑ کر چلے آؤ پھر اسی اثناء میں دوسرا حکم پہنچا کہ وہیں قیام کرو۔ حضرت نے اس حکم ثانی کو بخوشی منظور فرمالیا۔ اگرچہ یہاں قیام میں اپنی عزت وآبرو کا خطرہ تھا مگر حکم شیخ کے سامنے ان چیزوں کو کوئی

اہمیت نہ دی۔ ادھر ان چند اراکین نے جو مخالفت میں پیش پیش تھے ایک نا تمام کمیٹی منعقد کرکے حضرت کو مدرسہ سے علیحدہ کردیا۔ اس نازک موقعہ پرسب سے زیادہ خلوص ومحبت سے پیش آنے والے اور اس ریخدہ حادثہ پرسب سے زیادہ متاثر ہونیوالے شیخ عزیز علی، مولوی مشتاق احمد، اور حکیم اسحٰق صاحب اور مولوی حبیب احمد صاحب ابن حافظ فضل حق صاحب مرحوم تھے۔ جو حضرت سے چمٹ کر زار قطار روتے تھے کہ انھی مولوی حبیب احمد کے والد صاحب کی مساعی جمیلہ سے یہ مدرسہ محلہ قاضی سے یہاں منتقل ہوا تھا۔ لیکن اپنی آپس کی نا اتفاقی کیوجہ سے ان ممبران مدرسہ کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے جو غلط طریقہ سے مدرسہ پر حاوی ہوکر اس سے ناجائز فائدہ اٹھانیکی کوشش کررہے تھے۔ اس پریشان کن موقعہ پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو نصرت اور مدد ہوئی اسکو مولانا عاشق الٰہی صاحب کے الفاظ میں سنیئے۔

"مخلص کی بیکسی جب اس کو چاروں طرف سے مایوس کردیتی ہے تو قدرت اپنا کرشمہ دکھانے کیلئے اسباب ظاہری کا پردہ اٹھادیتی ہے۔ یہ لوگ پریشان تھے کہ نہ مولانا کو روک سکتے تھے نہ چھوڑ سکتے تھے۔ بجز رونے کے اور کوئی کام نہ تھا کہ غیب سے سامان ہوا اور ایک شخص اسوقت جب کہ میاں حبیب احمد متفکر و پریشان مسجد کے در پر کھڑے تھے آکر انسے پوچھنے لگا کہ کیا پریشانی ہے۔ انھوں نے اس کو فریق ثانی کا جاسوس سمجھ کر دھتکار دیا کہ چل تو کون ہم سے پوچھنے والا کہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ میں خفیہ پولیس کا ملازم ہوں اور تمھیں اطمینان دلاتا ہوں مجھے ۵/ روپے دو اور سارا قصہ حسب منشا رطے سمجھو۔ انھوں نے پانچ روپے تو دیدیئے مگر ڈرتے رہے کہ الٹا ہم ہی کو نہ پھانس دے۔ فریق ثانی اپنی تجویز کی تکمیل میں مشغول تھا اور اگلے دن مولوی عبد العلی صاحب آگئے جو حضرت کی جگہ مدرس اول بنائے جانیکو بلائے گئے تھے .... اس اجنبی سائل نے ادھر تھانہ میں رپٹ کی کہ مدرسہ میں صبح کو بلوا ہوا چاہتا ہے اور اُدھر کلکٹر ضلع کو متنبہ کیا کہ ۵۷...... صاحب کی مجسٹریٹی بقاء امن کی جگہ نقض امن کے کام آرہی ہے کہ ممبر مدرسہ ہونے کی حیثیت سے مدرس اول کو بے قصور برخاست کرکے عام مسلمانوں میں فساد کا ہیجان پیدا کردیا اور ادھر مولوی عبد العلی کو جا سمجھایا کہ آپ اپنے پاؤں میں کلہاڑی کیوں مار رہے ہیں۔ حکام نے طے کرلیا ہے کہ موقعہ پر جاکر فریقین کو گرفتار کریں۔ اسلئے خیر خواہانہ

۵۷۔ یہاں ان صاحب کا نام قصداً حذف کردیا گیا۔ (شاہد غفرلہ)

مشورہ دینے آیا ہوں کہ راتوں رات واپس ہوجائیں۔ اور ادھر مولوی حبیب احمد کو سارے قصہ سے باخبر کیا کہ مولانا کو ریل میں سوار کرا آیا ہوں اور اب ذرا ہمت دکھاؤ کہ صبح کو مدرسہ کا دروازہ کھولکر مولانا کو جا بٹھاؤ۔ کہ سبق شروع کرائیں اور چند آدمیوں کو دروازہ پر کھڑا کر دو کہ انسپکٹر حلقہ آویں تو زور وقوت کے ساتھ اپنا سچا احتجاج پیش کریں۔ ؎

خدا کی رحمت اور مدد بارش کی طرح آئی اور تھوڑی ہی دیر میں راستہ کے سارے خس وخاشاک صاف ہوگئے۔ اور جو حضرات کل تک صرف اپنی ممبری کے زعم میں حضرت کو مدرسہ سے علیحدہ کرنے پر مجبور کر رہے تھے وہ خود ہی برطرف کردیئے گئے۔ ؎

کسی کی خستہ حالی مسکرا کر دیکھنے والے تجھے لے آیا اس منزل پہ، مستقبل میں کیا ہوگا۔

جس کی صورت یہ ہوئی کہ انسپکٹر شہر صاحب علی جو اپنی سخت گیری اور انتظامی طبیعت میں ممتاز تھے۔ مدرسہ میں تشریف لائے دیکھا کہ حضرت بکمال وجاہت تشریف فرما ہیں اور درس ہو رہا ہے۔ گویا ؎

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے وہ مرد درویش جسکو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

صاحب علی نے تمام حالات دریافت کئے اور اپنی ذہانت سے فریقین کو بہت جلد باہمی سمجھوتہ اور مصالحت پر راضی کرلیا۔ اور اسپر مجبور کیا کہ دو۔ تین آدمیوں کو ثالث بناؤ تاکہ یہ معاملہ ختم ہوجائے۔ فریقین نے انھی دونوں صاحبان کو فریق ثالث بنادیا۔ چنانچہ نعیم اللہ خاں صاحب مجسٹریٹ رئیس اور صاحب علی انسپکٹر نے فریق ثالث بننا منظور کرلیا اور ہر دو فریق سے اس مضمون پر دستخط لے لئے کہ۔

ہم جملہ اشخاص اس بات پر رضامند ہیں کہ جو اختلاف نسبت برخاستگی مولوی خلیل احمد صاحب مدرس اول کے باہم فریقین میں ہے اس برخاستگی کیوجہ پر محمد نعیم اللہ خاں صاحب مجسٹریٹ اور صاحب علی خاں صاحب انسپکٹر جو کچھ رائے یعنی نسبت برخاستگی وبحالی کے قائم کریں وہ فریقین کو منظور ہوگی اور اسمیں کسی فریق کو کوئی عذر نہیں ہوگا۔

(دستخط) شبیر علی، سید محمد حسن، محمد مشتاق، حبیب احمد، عزیز علی، محمد مظاہر حسن، سید تونگر علی، محمد ابوسعید۔ محمد حسین، یکم فروری ۱۹۰۳ء۔

اس صلحنامہ پر جب دستخط ہوگئے تو تجاویز سرپرستان کا رجسٹر منگوایا گیا۔ جسمیں دونوں (محمد نعیم اللہ وصاحب علی صاحبان) نے یہ تجویز تحریر کی۔

. کتاب امورات کمیٹی مدرسہ عربی مظاہر علوم ۱۳۱۹ھ کی کاروائی جلسہ منعقدہ ۲۳ شوال ۱۳۲۰ھ

؎ تذکرۃ الخلیل صفحہ ۲۰۴ (شاہد غفرلہ)

مطابق ۳؍ جنوری ۱۹۰۳ء دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ممبران مدرسہ قاضی فضل الرحمٰن و محمد ابو سعید و مولوی خلیل الرحمٰن و میر تونگر علی و مولوی ناظر حسن وکیل صاحبان پانچ کس نے باتفاق رائے مولوی خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسۂ مذکور کو بوجوہات چند علیحدہ کرنیکا قصد کیا۔ لیکن کوئی وجوہات علیحدگی مولوی صاحب تحریر نہیں کی اور نہ مولوی صاحب موصوف کا کچھ جواب لیا گیا۔ اور کاغذاتِ سابقہ کے ملاحظہ سے معلوم ہوا کہ مولوی خلیل احمد صاحب کو علیحدہ کرنا نہیں چاہیئے اور نہ کوئی قصور اور خطا مولوی صاحب موصوف کا بظاہر ثابت ہے اور اگر مولوی صاحب نے دوسری جگہ قصد بندوبست کا کیا بھی تھا تو ان کو اطمینان دلایا کہ اگر وہ قواعد مدرسہ کی پوری پابندی اور بجا آوری فرائض منصبی عمل میں لاتے رہیں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ مدرسہ سے علیحدہ کئے جائیں اور اب مولوی صاحب کو بلا وجہ خاص کے علیحدہ کر دیا گیا ہے لہٰذا یہ علیحدگی مولوی خلیل احمد صاحب کی مناسب نہیں ہے جب تک کہ کل ممبران جمع ہو کر ایک جلسہ منعقد کر کے ان کو علیحدہ نہ کریں۔ اور ہماری رائے میں اس مدرسہ کے سرپرست مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی، اور مولوی عبدالرحیم صاحب رائے پوری اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مقرر کئے جائیں تا کہ متعلق تعلیم و تقرر برخاستگی و ترقی و تنزل مدرسان مدرسہ انکی رائے سے ہوا کرے۔ اور طریقہ تعلیم کے وہ نگران اور سرپرست رہیں اور دیگر روسا و عمائدین شہر بطور ممبر کے رہیں جو ترقی چندہ و انتظاماتِ مدرسہ کے کوشاں ہیں۔ اور خواجہ مظاہر حسن جو اس وقت مستعفی ہو گئے ہیں وہ بھی کم سے کم ایک سال تک معین اور مددگار رہیں۔ فقط۔ یکم فروری ۱۹۰۳ء۔"

العبد	العبد
محمد نعیم خاں۔	صاحب علی انسپکٹر

اس تحریر پر خدا کی مدد اور نصرتوں کے ساتھ یہ قضیہ نامرضیہ ختم ہوا اور پھر مدرسہ نے ترقی کے وہ منازل طے کئے کہ باید و شاید۔ ان ترقیات کی تفاصیل آگے اپنے اپنے مقامات پر آتی رہیں گی انشاء اللہ۔"

ان ثالث حضرات سے بعض مخالف ممبران نے جو دنیاوی حیثیت سے با اثر اور ذی وجاہت تھے فیصلہ تحریر ہو جانے کے بعد دریافت کیا کہ یہ تم نے کیا لکھدیا؟ ان لوگوں نے جواب دیا

ہیں کچھ خبر نہیں کہ ہم نے کیا لکھا ہم نے جو فیصلہ تحریر کیا وہ اپنے اختیار سے نہیں لکھا۔ بلکہ کوئی طاقت ہم سے لکھوا رہی تھی اور ہم اس کے لکھنے پر مجبور تھے۔ یہ حضرت گنگوہی کی کھلی کرامت ہی ہے کہ حضرت سہارنپوری کو علیحدہ کرنے والے حضرات خود ہی علیحدہ ہو گئے۔

حضرات سرپرستان ثلاثہ مجوزہ کی منظوری میں کچھ بعض بڑے حضرات کو اشکال تھا تو حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب نے بڑی جانفشانی اور ہمت سے ان حضرات کو ہموار کر لیا اور اُنسے تائیدی دستخط لئے۔ یہ ممبران ثلاثہ ۲۶ ذیقعدہ کو مدرسہ میں تشریف لائے اور رجسٹر احکامات سرپرستان میں یہ پہلی تجویز تحریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامدین ومصلین۔ آج ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ کو ہم سرپرستان مدرسہ مجوزہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں آئے اور مدرسہ کا اہتمام حسب ذیل کیا۔

(۱) مولوی عنایت الٰہی صاحب کے سپرد دو کام ہیں مناسب ہے کہ وہ مدرس رہیں اور اہتمام کیلئے پندرہ ۱۵/ روپے ماہانہ پر صوفی محمد علی گلاوٹھی ہوں اور مولوی علی محمد بدستور نائب مہتمم اور مولوی احمد اللہ مدرس رہیں۔

(۲) ممبران منتخب شدہ برائے ازدیاد چندہ منظور ہیں۔

(۳) معرفت ممبروں کے سعی ازدیاد چندہ برعایت قواعد شرعیہ کیا جائے۔

(۴) مہتمم کوئی عمل درآمد بجز تحریر سرپرستان نہ کریں۔

(۵) مہتمم کو معمولی وخفیف امور کا اختیار رہے اس سے زیادہ کی اگر ضرورت پیش آوے تو ہم سرپرستان سے استصواب ضروری ہے اور طریقہ اپنی نگرانی کا ہم خود اختیار کریں گے۔

(۶) کتاب کمیٹی مدرسہ سے باہر ہرگز نہ جاوے۔

(۷) نسبت تنخواہ ایام مبحوث فیہا جناب مولانا خلیل احمد صاحب ومولوی عبدالکریم صاحب بعد تحقیق حکم شرعی تجویز کی جائے۔

(۸) مولوی عبدالکریم صاحب کی جگہ مولوی سکندر علی کا تقرر پندرہ ۱۵/ روپے پر امتحانا منظور ہے۔ فقط" ذوالفقار علی، اشرف علی، عبدالرحیم،

یہ اکابر ثلثہ اپنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس فرما کر خود تشریف لایا کرتے اور مدرسہ کے حالات ملاحظہ فرما کر رجسٹر معائنہ میں اپنی رائے درج فرماتے تھے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت رائے پوری ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ کو تشریف لائے اور کتاب معائنہ میں یہ تحریر فرمایا۔

بندہ حاضر ہوا۔ رجسٹروں کا معائنہ کیا۔ سب کو حاضر و مشغول پایا۔ مولوی عنایت الٰہی صاحب بیمار ہیں۔ ان کے اسباق کا کچھ انتظام ہوگیا کچھ باقی ہے جو ہونا چاہیے۔ کہ طلبا کا حرج ہے۔ ایام مبحوث عنہا کی تنخواہ مولانا خلیل احمد صاحب نے لینے سے انکار کردیا۔ لہٰذا تصفیہ کی ضرورت نہیں رہی۔ البتہ مولوی عبدالکریم کی تنخواہ کا تصفیہ باقی ہے۔

اعلیٰ حضرت کا ایک اور تحریری معائنہ۔

مجھے معلوم ہوا کہ چند طلبا از خود کتب داخل کر کے چلے گئے۔ اور شہر میں شور مچاتے ہیں کہ ہم سے جبراً کتب لی گئیں ہیں۔ اسلئے میں تحقیق کے لئے آیا۔ معلوم ہوا کہ سات میں سے تین طلبا نے معافی مانگ لی۔ آئندہ بھی اگر کوئی طالب عفو ہو تو مہتمم مدرسہ کو اختیار ہے اگر مناسب سمجھیں داخل کریں ورنہ نہیں۔ ممبران اہل شہر کو مناسب ہے کہ اس نوع کے قصوں میں مدرسہ آکر تحقیق کیا کریں۔

عبدالرحیم رائے پوری۔ ۱۵ صفر ۱۳۲۱ھ۔

دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم کی ہم آہنگی

چونکہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند توام رہے کیونکہ ان دونوں کی ابتدائے تاسیس ایک ہی سال کی ہے۔ ایسے ہی ان دونوں کے اکابر بھی ایک ہی رہے۔ اسلئے اکابر کے ارتحال و وفات سے جو صدمہ ایک کو پہنچتا وہ دوسرے ادارے کو بھی پہنچتا۔ قدرت کے کارخانے بھی عجیب ہیں کہ خارجی تفکرات اور اندرونی ریشہ دوانیاں جو ایک مدرسہ کو پیش آتیں وہی دوسرے کو بھی پیش آتیں۔ مظاہر کو اپنی اس آٹھ۔ نو سالہ عمر میں جن حوادث جلیلہ و صغیرہ سے سابقہ پڑا وہ تو ان اوراق میں اپنے اپنے مقام پر تحریر کئے جا چکے۔ مگر دارالعلوم کو بھی ان ہی ایام میں مختلف حوادثات کا شکار ہونا پڑا جسکی اجمالی تفصیل حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کی خود نوشت سوانح حیات میں مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ ان دونوں مرکزوں میں یہ ریشہ دوانیاں ایک ہی وقت میں اسلئے شدت سے جان بوجھ کر پیدا کی گئی ہوں تاکہ دین کے یہ دو ستون اگر بالکل ختم نہ ہوجائیں تو کم از کم متزلزل ضرور ہو جائیں۔ مگر اللہ نے اپنے فضل و کرم سے دونوں ہی کی حفاظت فرمائی اور یہ حوادث و فتن بجائے تنزل کے ترقی کا ذریعہ بنے۔ دارالعلوم کے ان حوادث کے متعلق اجمالی طور سے واقفیت حضرت اقدس مدنی کے اس مضمون سے بھی ہو سکتی ہے جو آپنے جلسہ دستار بندی کی تاریخ وغیرہ کے سلسلہ میں تحریر

فرمایا ہے چنانچہ نقش حیات میں لکھتے ہیں۔!

دارالعلوم قائم ہونے کے بعد فارغ التحصیل طلبا کی دستار بندی کا طریقہ جاری کیا گیا۔ دوسرے تیسرے سال اجتماع عظیم کیا جاتا اور دستار بندی اور سند اور امتحان اور تقریر علمی کی رسوم جاری ہوئی تھی۔ اس طریقہ سے دارالعلوم کی شہرت زیادہ ہونے لگی۔ نیز تعلیم عربی اور تحصیل علوم دینیہ کا جذبہ لوگوں میں بڑے پیمانہ پر پیدا ہو گیا۔ یہ طریقہ غالباً ۱۳۰۴ھ تک جاری رہا۔ مگر بعد میں کچھ ایسے عوائق پیش آئے کہ اس کی انجام دہی نہیں ہوسکی۔ طلبا کو صرف سند دیجاتی تھی۔ مگر عام لوگوں اور بالخصوص فارغ التحصیل طلبا کے تقاضے دستار بندی کے برابر ہوتے رہتے تھے جنکو لطائف حیل سے ارباب اہتمام ٹالتے رہتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند ۱۳۰۴ھ سے ۱۳۱۳ھ تک مختلف مشکلات میں مبتلا ہوتا رہا۔ داخلی اور خارجی صدمات آئے دن پیش آتے رہتے تھے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب مرحوم مدرس اول کا وصال، مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم مہتمم کی ہجرت، مولانا سید احمد صاحب دہلوی مدرس اول کا مدرسہ سے علیحدہ ہوکر سفر بھوپال، ارباب اہتمام کی تبدیلی، کبھی حضرت حاجی عابد حسین صاحب مرحوم، کبھی منشی فضل حق صاحب مرحوم، کبھی مولانا محمد منیر صاحب مرحوم، کبھی مولانا حافظ احمد صاحب مرحوم، یکے بعد دیگرے مہتمم ہوتے رہے۔ اس تغیر وتبدل اندرونی انتظامات اور افکار میں بہت کچھ قلق وشورشوں کا ظہور ہوتا رہا جس سے ارباب انتظام کو اتنی مہلت نہ مل سکی کہ وہ اس جلسہ دستار بندی کا نظام قائم کرسکیں۔ ۱۳۱۳ھ میں انہی شورشوں کے دبانے کیلئے حضرت قطب عالم مولانا گنگوہی رح اور نواب محمود علی خانصاحب آف چھتاری مرحوم اور ملک کے دیگر اکابر جمع ہوئے اور مولانا حافظ احمد صاحب مرحوم کو مستقل مہتمم بنایا گیا۔ امید تھی کہ اب شورشوں کا قطع قمع بالکلیہ نہ ہوسکا اس کے بعد مکمل سکون پیدا ہوا اس وقت سے ترقیات دارالعلوم کا دروازہ بڑے پیمانے پر کھلنے لگا۔ ؎

سنہ بنائی ۳۷ مطابق سنہ ۱۳۱۹ھ

سن رواں میں مدرسہ کو جس تلخ وترش حالات سے گذرنا پڑا اور جو تکلیف دہ واقعات پیش آئے وہ اگرچہ الحمدللہ سب ختم ہوگئے۔ اور مدرسہ پھر اسی آب وتاب کے ساتھ احیاء سنن وتبلیغ دین میں مصروف ہوگیا۔ لیکن اسی کا

؎ نقش حیات صفحہ ۱۱۲ " (مرتب)

بائی مانئہ اثر اس سال یہ ہوا کہ حضرت امام ربانی کو ان اندرونی ریشہ دوانیوں اور عناد و بغض کی بنا پر جو بعض ممبران مدرسہ کو حضرت سے تھا اپنا استعفار پیش کرنا پڑا۔ جسے ناقدر اور اہل قلوب کی عظمت و برکات سے غافل ممبران نے فوراً قبول کرلیا۔

حضرت امام ربانی نے اپنے استعفار کے متعلق جو تحریر مدرسہ کو ارسال فرمائی وہ احکام سرپرستان کے رجسٹر میں بعینہٖ محفوظ ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

ازبندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بخدمت ارباب شوریٰ مدرسہ سہارنپور۔!

بعد سلام مسنون! اس عاجز کو آپ صاحبوں نے سرپرست بنایا تھا۔ سو بندہ چھ سال تک رہا۔ اب آپ کے مدرسہ کی سرپرستی سے معذور ہے۔ لہٰذا استعفار گزران کر امید معافی رکھتا ہے۔ آپ صاحب بھی قبول فرماویں"۔ والسلام۔ مورخہ ۲۹ رجب ۱۳۱۹ھ۔ ۵۷

امام ربانی کی اس تحریر پر ممبران مدرسہ میں بہت وسیع اختلاف ہوا بعض ممبران استعفار کی منظوری کے حامی تھے اور بعض مخالف۔ اس ہنگامہ کی وجہ سے چند ممبران نے بددل ہوکر مدرسہ کے مشوروں میں بھی آنا چھوڑ دیا۔

تنبیہ۔ ممبران میں خلفشار اور آپس کے نزاع کی تفصیل ۱۳۱۸ھ کے حالات میں درج کیگئی ہے۔ اگرچہ اس کا سن وقوع ۱۹ھ ہے۔ لیکن جملہ امور کے یکجائی ہونے کی بنا پر یہی مناسب سمجھا گیا کہ یہ تمام حالات مسلسل نقل کردیئے جائیں تاکہ واقعات کی کڑیاں خود بخود جڑتی چلی جاویں۔

طلبہ سال کے شروع میں طلبا کی مجموعی تعداد ایک سو چوسٹھ (۱۶۴) تھی درمیان سال میں چند طلبار کا مزید داخلہ ہوا جسکی بنار پر آخر شعبان میں یہ تعداد ایک سو انہتر (۱۶۹) تک پہنچ گئی۔ ان میں ستر (۷۰) عربی خواں تھے۔ اور باقی قرآن شریف اور فارسی کی تعلیم حاصل کرنیوالے تھے۔

دورہ حدیث شریف سے فراغت پانیوالے طلبا مندرجہ ذیل ہیں۔

مولوی عمر گل پشاوری، مولوی محمد اسحٰق گجراتی، مولوی سید حافظ الدین بنگالی، مولوی محبوب الرحمٰن مولوی عزیز احمد، مولوی منظور النبی ۔ ۔ ۔ سہارنپوری۔ ان فارغین میں سے مولوی محمد اسحٰق گجراتی نے امتیازی نمبرات سے امتحان میں کامیابی حاصل کرکے انعام میں ابوداؤد شریف اور جلالین شریف، وغیرہ پائیں۔

۵۷۔ رجسٹر احکامات سرپرستان ص ۲۶۷

تغیرات اس سال کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ تمام حضرات بدستور سابق رہے البتہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ سے مولوی عبد الکریم صاحب کے مشاہرہ میں اضافہ ہوا۔ اور بجائے ۱۵ روپے کے ۲۰ روپے تنخواہ قرار پائی۔

اسباق متعلقہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

بیضاوی شریف تمام سورہ بقرہ، بخاری شریف تمام مسلم شریف تمام، ابو داؤد شریف تمام، ترمذی شریف تمام، نسائی شریف تمام، ابن ماجہ تمام، شرح نخبۃ الفکر تمام، ہدایہ جلد ثانی (۹۵ صفحات) مسلم الثبوت (۴۰ صفحات) توضیح و تلویح تمام، حسامی تمام۔

جلسہ سالانہ مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہمیشہ بڑی آب و تاب سے ہوتا آیا ہے، اگرچہ بعض وقتی موانع اور مصالح کی بناء پر یہ چیز مسلسل نہ ہوسکی۔ تاہم ابتداء قیام مدرسہ میں اسکا بڑا اہتمام ہوتا رہا اور ہر سال منعقد ہوتا رہا۔ اس سے جہاں ایک بڑا فائدہ آمدنی کے ذرائع کی وسعت ہے۔ وہیں مدرسہ کے استحکام اور مضبوطی کیلئے ایک بڑا ذریعہ بھی ہے۔ کیونکہ وہ حضرات جو اپنی عدیم الفرصتی کی بناء پر گاہ بگاہ مدرسہ میں تشریف نہیں لاسکتے اور مدرسہ کے حالات و کوائف پر اطلاع نہیں پاسکتے ان کو ایک ہی نشست اور ایک ہی مرتبہ کی تکلیف فرمائی میں تمام سال کے احوال و واقعات اور ترقیات سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس سال کا جلسہ سالانہ بھی ۵ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ یوم یکشنبہ کو منعقد ہوا۔ ارباب مدرسہ کی جانب سے شہر و بیرون میں پہلے ہی سے دعوت نامے جاچکے تھے اور عمائد کرام کو اطلاع دیجاچکی تھی۔ چنانچہ صبح آٹھ بجے سے شرکاء جلسہ آنا شروع ہوئے۔ اکابر حضرات میں سے (شیخ الہند) حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری مولانا حافظ احمد صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، نے تشریف لاکر جلسہ کو عزت و رونق بخشی۔ جلسہ کا آغاز حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے وعظ سے ہوا۔ جو مسلسل تین گھنٹے تک ہوتا رہا۔ وعظ ختم ہونیکے بعد معاونین مدرسہ نے مختلف انداز سے مدرسہ کی اعانت فرمائی۔ اسکے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ شرکاء جلسہ کی دعوت حاجی نور احمد صاحب بساطی نے کی۔

۳۸ سنہ بنائی مطابق ۱۳۲۰ھ حق تعالیٰ شانہ کے فضل و کرم سے مدرسہ کو حال ہی میں جو سرپرستان میسر آئے وہ متدین ہونیکے ساتھ ساتھ صرف علوم نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل ہی نہیں بلکہ اس نعمت عظمیٰ اور دولت خداوندی کو دوسروں

تک پہنچانے کیلئے بھی ہمہ وقت جد و جہد اور کامیاب کوششوں میں مصروف رہنے والے تھے۔ اسی کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ یہ اکابرین ثلاثہ وقتاً فوقتاً مدرسہ میں تشریف لاکر اس کے حسابات کی جانچ پڑتال اور دوسرے امور انتظامیہ میں صائب مشوروں سے کارکنان مدرسہ کو نوازتے رہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ ان حضرات کو بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے کہ واقعی اپنی ذمہ داریاں بہت ہی حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیں۔

مظاہر علوم کو فخر ہے کہ اسکو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی زندگی کے ہر دَور میں ایسے کامیاب ترین رفقاً اور رہنما مرحمت فرمائے جنھوں نے ہر آن اس کی حفاظت کی اور اپنے راحت و آرام کو اسکی خاطر قربان کیا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ عن الاسلام وعن سائر المسلمین۔

کُفرانِ نعمت

طلبا ہر قسم کے ہوتے ہیں۔ اُن میں بعض وہ بھی ہوتے ہیں جو اپنی ذہنی صلاحیتوں اور خداداد عقل و فہم کو صرف تعلیم پر مرکوز رکھتے ہیں۔ اور اس وادی سے باہر نگاہ کرنا ان کو دوبھر ہوتا ہے اور جس مقصد کے لئے وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر دور دراز کا سفر اختیار کرتے ہیں۔ اسکے حصول میں ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں اور بالآخر اپنی شبانہ روز کی محنتوں کا ثمرہ دونوں ہاتھوں سے وصول کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف بعض وہ بھی ہیں جو اپنی ضدی طبیعت کفرانِ نعمت اور سوچنے سمجھنے کے غلط انداز کی بنا پر اپنے عظیم مقصد میں بُری طرح ناکام ہوتے ہیں اور اپنی عمر کے بیش قیمت لمحات بہت ناقدری سے ضائع کرتے ہیں۔ ہمارے ان عربی مدارس میں داخل ہو کر جہاں ایک بہت بڑی جماعت نے اپنے مقصد کی لگن اور فکر سے تعلیم دین حاصل کی وہیں کچھ ایسے شورہ پشت بھی داخل ہوئے جن کے یہاں تعلیم و تربیت ثانوی درجہ رکھتی ہے اور آزادی و بے راہ روی اول درجہ چنانچہ امسال بھی بعض طلبا ایسے داخل ہوئے جنھوں نے اثنائے سال میں مدرسہ کو نقصان پہنچایا، اساتذہ کی بے حرمتی کی اور گستاخی سے پیش آئے۔ اس رنجدہ واقعہ کی تفصیل خود مہتمم صاحب مدرسہ کی زبانی سنیئے!

> بعض طلبہ کے سر میں باغوائے بعض مخالفین یہ سودا سمایا کہ باہم طلبہ متفق ہو کر ایک انجمن بنائیں۔ اس کی غرض یہ ہو کہ مدرسہ اور اہل مدرسہ پر طلبہ حکومت کریں اور مہتمم مدرسہ طلبا کے ہاتھ میں ایک کٹھ پتلی ہو۔ جو حکم خلاف مرضی ہو اس کو بجبر رو کردیں اور جو امر موافق مرضی ہو اُسپر مہتمم کو مجبور کریں۔ اگر مہتمم نہ مانے تو سب یک لخت مدرسہ چھوڑ دیں۔ چنانچہ اس کیلئے خفیہ سازشیں کیں اور کمیٹی کرکے یہ مضمون پیش کیا مگر

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد۔ بعض ان شریف طلبہ نے جنکا مقصود اصلی تحصیل دین اور مطمح نظر رضار اساتذہ تھی اس مضمون میں اتفاق سے انکار کیا اور صاف کہدیا کہ اس کفرانِ نعمت میں جسکا نتیجہ دنیا و آخرت کی روسیاہی ہے ہم تمھارے موافق نہیں ہو سکتے۔ جب ان طلبہ نے صورتِ ناکامیابی دیکھی تو یہ طریقہ اختیار کیا کہ خفیہ طلبہ کو اغوا کر کے اپنے ساتھ شامل کیا اور قسم شدید کے ساتھ عہد لیا کہ ہم تم سے جدا نہ ہوں گے۔ چنانچہ چندروز کی کاروائی میں ایک جماعت سولہ سترہ طلبا کی متفق ہوگئی جب مہتمم مدرسہ اور مدرسین کو اسکی اطلاع ہوئی تو انھوں نے ان کے سرغنوں کو بلاکر ہر طرح فہمائش کی مگر مطلق اثر پذیر نہ ہوئی اور بالاتفاق خود بخود کتابیں داخل کر کے مدرسہ سے علیحدہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار شکر ہے کہ اس نے مدرسہ کو ایسے نفوس سے پاک و صاف کیا۔ اس کے بعد بھی وہ اپنی خبث و شرارت سے باز نہ آئے اور بذریعہ اشتہارات مدرسہ اور اہل مدرسہ کو جھوٹے الزامات کے ساتھ بدنام کیا۔ مگر بحمداللہ ان جھوٹے اشتہارات کی سچے خیرخواہوں کے نزدیک گوزِ شتر سے زیادہ وقعت نہیں ہوئی۔ اور ان کی ان پاجیانہ حرکات سے مدرسہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔[۵۸] اھ۔

اس سال سہارنپور اور اس کے نواح میں مرض بخار ایک وبائی شکل میں پھیلا۔ مدرسین اور طلبا بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس لئے ان ایام میں دس روز مدرسہ میں تعطیل ہوئی۔ لیکن الحمدللہ تعلیمی اعتبار سے طلبا اور اساتذہ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور سالانہ امتحان میں طلبا امید سے زائد ہی کامیاب ہوئے۔

آئین سرپرستان

ابتک چونکہ مدرسہ میں سرپرستان کا کوئی مستقل عہدہ نہیں تھا۔ اسلئے ابھی تک سرپرستان کے متعلق کوئی دستور العمل بھی مرتب نہیں ہوا تھا۔ اکابرین ثلاثہ کے سرپرست تجویز ہونے کے بعد ان کے لئے یہ آئین مرتب ہوا۔

دفعہ (۱) سرپرستان مدرسہ کو تمام امورات مدرسہ ترقی و تنزل و عزل و نصب ملازمان تغیر و تبدل دفعات آئین وغیرہ کا کلی اختیار رہے۔ اور ان کی تجویز جملہ امور میں قطعی ہوگی۔

دفعہ (۲) سرپرستان مدرسہ جناب مولانا الحاج مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی، اور جناب مولانا الحاج الحافظ مولوی عبدالرحیم صاحب رائے پوری اور جناب مولانا الحاج الحافظ مولوی

---

[۵۸] - روئداد مدرسہ بابت ۱۳۲۰ھ۔ صفحہ ۵۔ (شاہد غفرلہٗ)

اشرف علی صاحب تھانوی ہیں۔

دفعہ (۳)۔ مہتمم بالشان امور میں تمام سرپرستوں سے استفسار اور رائے لیا جانا ضروری ہے۔

دفعہ (۴)۔ ہر سہ ماہی کے اختتام پر سرپرستان کا مدرسہ میں اجتماع اور نگرانی ضرور ہوگی۔ الا بضرورت شدیدہ اکثر کی تشریف آوری کافی ہوگی۔

دفعہ (۵)۔ تاریخہائے تشریف آوری تقریباً یہ ہونگی۔ آخر ذی الحجہ، آخر ربیع الاول۔ آخر جمادی الاخریٰ۔ آخر شعبان،

طلبہ

اس سال طلبا کی مجموعی تعداد ماہ شعبان ۱۳۲۰ھ تک ایک سو چھپن (۱۵۶) رہی جو طلبہ اپنی نازیبا حرکات کیوجہ سے مدرسہ سے الگ کیے گئے بلکہ از خود چلے گئے وہ اس تعداد میں شامل نہیں۔ ان باقی ماندہ طلبا میں چوہتر (۷۴) عربی خواں تھے اور باقی قرآن مجید وفارسی خواں تھے۔ دورۂ حدیث سے فارغ ہونیوالے طلبا اس سال گیارہ (۱۱) تھے۔ جنکے اسماء درج ذیل ہیں۔

مولوی سکندر علی ہزاروی، مولوی سعید محمد صاحب افغانستانی، مولوی دلباز خاں بنوی، مولوی سعید احمد ساکن ضلع جھنگ، مولوی شاہ دین جالندہری، مولوی سید خاں بنوی، مولوی محمد حسین ساکن گجرانوالہ، مولوی فیاض الدین بہاری، مولوی محمد بخش پنجابی، مولوی عبدالحق بنگالی، مولوی صغیر احمد سہارنپوری،

تغیرات

مولانا عنایت الٰہی صاحب کے متعلق دو امور تھے۔ ایک تدریس، دوسرے اہتمام، اور یہ دونوں کام انتہائی سکون اور دلجمعی کو چاہتے ہیں کہ نہ اہتمام ہی کا مسئلہ ایسا ہے کہ اسکے لئے تھوڑا سا وقت کافی ہوجائے اور نہ ہی درس وتدریس ایسی چیز ہے کہ اس کیطرف وقتی توجہ کرلیجائے بشرطیکہ وہ درس معیاری بھی ہو۔ ان وجوہات کی بناء پر اور نیز اس عارض کی بناء پر کہ حضرت مولانا طول علالت کی وجہ بہت ضعیف اور نحیف ہوگئے تھے۔۔۔۔۔ ارباب مدرسہ نے باہمی مشورہ سے ایک نئے مہتمم مولوی سید محمد علی صاحب گلاؤٹھی کا انتخاب کیا اور آخر ذی قعدہ سے ۱۵ روپے مشاہرہ پر عہدہ نظامت ان کو سونپ دیا گیا۔ اگرچہ مولانا موصوف نے ارباب مدرسہ کے سامنے یہ پیشکش کی کہ وہ اس عہدہ جلیلہ کی تمام خدمات حسبۃً للہ (بغیر تنخواہ کے) انجام دینگے۔ مگر حضرات سرپرستان نے ضرورت خانگی کے پیش نظر تنخواہ ہی مقرر فرمائی۔ اسی سال مولوی عبدالکریم صاحب مدرس چہارم نے اپنا استعفاء دیا جو مولانا موصوف کے مکرر اصرار پر منظور کرلیا گیا اور ان کے قائم مقام مولوی سکندر صاحب (جنھوں نے ریاست رام پور میں رہکر معقول وریاضی کی

کی تعلیم حاصل کی اور علم حدیث اسی مدرسہ میں حاصل کیا) کو کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ مولوی احمد اللہ صاحب مدرس فارسی کی تنخواہ میں ۲ دو روپے اضافہ کر کے مبلغ ۱۰ روپے ان کی تنخواہ مقرر کی گئی۔

اسباق متعلقہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

بیضاوی شریف تمام سورہ بقرہ۔ توضیح تلویح (۲۳۲ صفحات) شرح عقائد نسفی تمام، ہدایہ اخیرین (۳۸۶ صفحات) بخاری شریف تمام، مسلم شریف تمام، ابوداؤد شریف تمام، ترمذی شریف تمام، نسائی شریف تمام، ابن ماجہ تمام، موطا امام مالک (۹۶ صفحات)، موطا امام محمد تمام، شرح نخبۃ الفکر تمام، مقامات حریری (۱۳۴ صفحات) دیوان متنبی (۳۴ صفحات) شکر اللہ سعیہ ورزقنا اتباعہ۔

جلسۂ سالانہ

اس سال جلسۂ سالانہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۹۰۳ء کو منعقد ہوا تاریخ کے تعین اور سرپرستان کی استصواب رائے کے متعلق مہتمم صاحب مدرسہ تحریر فرماتے ہیں

> ۴ محرم الحرام ۲۱ھ کو جب کہ زبدۃ الفضلا جناب مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب دام اللہ ظلہٗ رائے پوری سرپرست مدرسہ عمرہا اللہ دائما بغرض معائنہ مدرسہ تشریف لائے تو میں نے بحیثیت مدرسہ کے مہتمم ہونے کے درخواست پیش کی کہ سالانہ امتحان میں کامیاب ہونے والے طلبا مدرسہ کو انعام تقسیم ہونیکا اڑتیسواں ۳۸ سالانہ جلسہ حسب دستور سابق ہونا چاہیئے۔ مولانا ممدوح نے فرمایا کہ ممبران مدرسہ سے باقاعدہ رائے لینی چاہیئے چنانچہ مولانا ممدوح الصدر کی موجودگی ہی میں ساتویں محرم ۱۳۲۱ھ کو ممبران مدرسہ جمع ہوئے اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ جلسہ کا انعقاد ۱۹ یا ۲۷ محرم کو ہونا مناسب ہے [۵۷]۔

چونکہ جلسۂ سالانہ میں دیہات کا طبقہ بہت کثرت سے آتا ہے اور ان دنوں میں یہی لوگ زیادہ مشغول رہتے ہیں۔ اسلئے ۲۷ محرم تجویز ہوئی چنانچہ حسب دستور تاریخ کی تعیین کے بعد عمائدو سربرآوردگان شہر کو خطوط اور دعوتی کارڈ ارسال کئے گئے۔ ہر سہ اکابر حضرات (یعنی مولانا ذوالفقار علی صاحب صدر جلسہ، اور مولانا اشرف علی صاحب اور مولانا عبدالرحیم صاحب) ۲۶ محرم کو تشریف فرمائے جلسہ ہوئے۔ دیگر علماء کرام بھی مختلف اوقات میں افتتاح جلسہ سے قبل ہی تشریف لے آئے۔ جلسہ کی کاروائی شروع ہونے پر سب سے پہلے حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے تقریر فرمائی۔ حضرت کے جوش بیان، سامعین کے جذب وشوق اور واردین وصادرین کی وارفتگی کی

۵۷۔ مختصر کیفیت سالانہ جلسہ مظاہر علوم بابت ۱۳۲۱ھ۔ (شاہد غفرلہٗ)

ہلکی سی جھلک مہتمم صاحب کی اس مختصر تحریر سے بھی ہوتی ہے۔

جلسہ کا افتتاح باجازت صدر جلسہ (مولانا ذوالفقار علی صاحب) قدوۃ الاتقیاء واقف اسرار خفی وجلی مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کی پُرتاثیر تقریر اور سحر بیان وعظ سے ہوا۔ جسکا شیریں ذائقہ وہی خوب سمجھ سکتے ہیں جن کے کانوں میں وہ پیارے نصیحت آمیز الفاظ پڑ رہے اور دل میں اتر رہے تھے۔ ایک بحر ذخار تھا کہ موجیں مار رہا تھا، اور ایک محویت تھی کہ ہر صورت پر طاری تھی۔ ایک کیفیت تھی کہ ہر شخص پر حاوی تھی، اور ایک لطف تھا کہ ہر قلب کو حاصل ہو رہا تھا۔ چاروں طرف سکوت، ہر جانب خاموشی، ہر کان خواہش مند تھا کہ تقریر دن بھر ختم نہ ہو۔ اور ہر آنکھ چاہتی تھی کہ عالم ربانی کا نورانی چہرہ رات تک نظر سے اوجھل نہ ہو۔ مگر وقت قابو کی چیز نہ تھی دن اختیار میں نہ تھا کہ روک لیا جاتا۔ سامعین کھڑے اور بیٹھے فرط شوق میں بصورت تصویر بنے ہوئے تھے۔ دھوپ کی تیز تپش کا خیال، نہ بھوک کی خواہش نہ تین گھنٹہ سے کھڑے رہنے کا تکان۔ یہانتک کہ جب بارہ بجے مولانا ممدوح نے وعظ ختم فرمایا۔ اس وقت کے قلق کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ شرکار جلسہ کی کثرت اور فراخ حوصلہ، نیک نیت، اہل اسلام کی اسقدر کثیر مالی اعانت آج سے پہلے مدرسہ کو کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اور درحقیقت یہ پہلا اتفاق اور گویا پہلا جلسہ تھا جو ایسے مقدس علما کی سرپرستی میں ہوا۔ جنکے تقوی، تورع، للہیت، خلوص، علمی فضل، اور دینی کمال کا قائل ایک زمانہ ہے۔ ؎

یہی ہیں جنکے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر	انھیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انھی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے	انھی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں، اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں	پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزا آئے	اور آویں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

وقت کی تنگی کی بنا پر مدرسہ کے حالات وکوائف بھی نہ سنائے جاسکے۔ صرف طلبا کو انعام تقسیم کرنے پر اکتفا کرلیا گیا۔ بیرونی حضرات کھانے سے فارغ ہوکر بعد ظہر رخصت ہوئے۔ اور بخیر وخوبی یہ اڑتیسواں سالانہ جلسہ ختم ہوا۔

ہ۔ مختصر کیفیت جلسہ سالانہ مدرسہ بتغیر خفیف ۱۲ (شاہد غفرلہ)

۳۹ ھ بنائی مطابق ۱۳۲۱ ھ

اس سال مدرسہ کو یہ حادثہ پیش آیا کہ اس کے ایک قدیم معاون اور رفیق جناب حاجی الٰہی بخش صاحب انتقال فرما کر عالم بقا کو سدھار لئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

حاجی صاحب موصوف اگرچہ کسی مدرسہ کے فارغ التحصیل اور عالم نہ تھے مگر اکابر اور بزرگوں کی صحبت اور ہمنشینی کی وجہ سے دینداری، تدین، تقویٰ و پاکیزگی میں بہت ممتاز تھے۔ اور ان تمام اوصاف کے جامع تھے جو ایک عالم دین میں ہونی چاہئیں۔ انھی محاسن جلیلہ کی بناء پر حضرت مولانا محمد مظہر صاحب اور مولانا فیض الحسن صاحب ادیب نے جناب حافظ فضل حق صاحب کے انتقال کے بعد عہدۂ مالیات آپکے سپرد فرمایا تھا۔ جسے حاجی صاحب نے آخر دم تک بہت ہی امانت و دیانتداری کے ساتھ سنبھالے رکھا۔ انتقال سے کچھ دیر قبل ارباب مدرسہ کے نام انھوں نے یہ پیغام بھیجا کہ! اب میری حالت نازک ہے۔ مناسب ہے کہ مجھکو اس بار امانت سے سبکدوش کیا جائے۔

چنانچہ مشورہ کے بعد طے پایا کہ یہ خدمت حاجی محمد ابراہیم صاحب بساطی جو حاجی صاحب مرحوم کے داماد ہونے کے باوصف نوجوان صالح اور ہوشیار بھی ہیں کے سپرد کیا جائے۔ چنانچہ تمام کاغذات و رجسٹران حاجی محمد ابراہیم صاحب کی تحویل میں دیدیئے گئے۔

طلبہ ابتداء سال میں طلبا کی تعداد ایک سو چھپن (۱۵۶) تھی۔ لیکن ختم سال پر یہ تعداد گھٹ کر ایک سو ستائیس (۱۲۷) رہگئی۔ اس باقی ماندہ مجموعی تعداد میں عربی پڑھنے والے سینتالیس طلبا تھے۔ اور بقیہ قرآن مجید اور فارسی کی تعلیم حاصل کرنے والے تھے۔ دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہونیوالے طلبا مندرجہ ذیل ہیں۔

مولوی محب اللہ خوستی، مولوی عبد الکریم بنگالی، مولوی عبد اللطیف مصطفےٰ آبادی، مولوی میر جہاں شاہ بنوی، مولوی سید محمد عالم ساکن راولپنڈی، مولوی عبد الرحمٰن لدھیانوی، مولوی حافظ عباس بیگ سہارنپوری، ان فارغین میں سے مولوی عبد الکریم بنگالی نے امتیازی نمبرات حاصل کرکے انعام میں تفسیر سورہ بقرہ، بیضاوی شریف، فتوح الشام، تاریخ تیموری، تحفۃ الیمن حاصل کیں۔

تغیرات مدرسہ کے سابق مہتمم مولانا سید محمد علی صاحب اپنی بعض ضروریات کی بناء پر مدرسہ میں قیام نہ فرما سکے۔ اس لئے وہ مجبوراً واپس تشریف لیگئے۔ انکے قائم مقام مولانا سید بدر الدین

صاحب بنائے گئے۔ اور عہدۂ نظامت ان کے سپرد کیا۔ مگر ماہ رجب میں دیارِ محبوب کی تمنا اور کشش نے ان کیلئے یہاں کا قیام مشکل کر دیا۔ اس لئے وہ حج و زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔ ان کی جگہ بحیثیت نائب مہتمم ہونے کے مولوی علی محمد صاحب مقرر کئے گئے۔

مولانا سکندر علی صاحب جن کا تقرر عارضی طور پر چند ماہ کیلئے کیا گیا تھا۔ اپنی کارکردگی اور صلاحیتوں کیوجہ سے مستقل مدرس رکھ لئے گئے۔ اسی سال مولوی محمد احکم صاحب مدرس درجہ پنجم نے استعفاء دیا جو قبول کر لیا گیا۔

اسباق متعلقہ حضرت سہارنپوری بیضاوی شریف تمام، بخاری شریف تمام، ترمذی شریف تمام، مسلم شریف تمام، ابوداؤد شریف تمام نسائی شریف تمام، نخبۃ الفکر تمام، توضیح تلویح تمام، مسلم الثبوت (۳۹ صفحات) ہدایہ جلد ثانی (۳۷۰ صفحات) حماسہ تمام،

حسب معمول صحاح ستہ کی ایک کتاب ابن ماجہ تمام مولانا عنایت الٰہی صاحب مدرس دوم کے پاس ہوئی

جلسہ سالانہ حسبِ سالہائے سابق امسال بھی جلسہ مورخہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۰۴ء کو منعقد ہوا۔ اعلیٰ حضرت رائپوری تو جلسہ کے انتظامات و انصرامات کی غرض سے دو روز قبل ہی تشریف لے آئے تھے اور بقیہ اکابر و بزرگان دین میں سے مولانا مولوی محمود الحسن صاحب (شیخ الہند) اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، مولانا فضل الرحمٰن صاحب دیوبندی، اور جناب حافظ احمد صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند، اپنے اپنے اوقات میں رونق افروزِ مدرسہ ہوئے۔ اس مرتبہ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب والد ماجد حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اپنی علالت کی بنا پر تشریف نہ لا سکے۔ آغاز جلسہ پر سب سے اول مدرسہ کے حالات سنائے گئے۔ پھر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی سحر بیان تقریر سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔ اس تقریر کا سلسلہ ظہر کی نماز تک چلتا رہا۔ نماز ظہر کے بعد طلبا کو کتب انعام تقسیم ہوئیں۔

سنہ بنائی مطابق سنہ ۱۳۲۲ھ اس عالم ناپائدار میں حوادث و مسرات، شادی و غمی ہمیشہ سے باہم چلے آئے ہیں۔ ایک ہی وقت میں خوشی و مسرت اور اسی وقت میں رنج و غم کے پہاڑ انسان پر ٹوٹتے رہتے ہیں۔ اس کلیہ و قانون قدرت سے ارباب مدرسہ بھی مستثنیٰ نہ رہ سکے۔ ٹھیک انھی دنوں میں جب کہ مدرسہ اپنی ترقی کے بام عروج

پہنچ رہا تھا اور امید سے زیادہ اسکو عند اللہ و عند الناس پذیرائی بخشی جارہی تھی۔ ایک ناگہانی حادثہ یہ پیش آیا کہ مدرسہ کے مربی اور سرپرست اور اسکے بھی خواہ مولانا ذوالفقار علی صاحب ۱۵رجب ۱۳۲۲ھ کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ارباب مدرسہ نے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے حادثہ وفات پر جو تعزیتی پیغام روئداد میں طبع کرایا اسمیں مولانا کے علمی و عملی کارناموں، اخلاص نفس کو سراہتے ہوئے لکھا۔

> حضرت مولانا موصوف، مولانا مملوک العلی صاحبؒ کے خاص الخاص شاگردان میں سے تھے۔ آپنے اپنی تمام عمر علوم دینیہ کی خدمت کیلئے وقف کردی اگر بقائے نفس کے لئے ملازمت بھی کی تو علوم ہی کی خدمت کیلئے یعنی مدت دراز تک سررشتۂ تعلیم مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر رہے اور ان ایام ملازمت میں بھی اپنی دستگاہ علمی کو ترقی دیتے رہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بہت سی کتابیں علوم ادب و فصاحت و بلاغت کے متعلق تصنیف کیں اور اکثر کتب عربیہ کا بامحاورہ سلیس ترجمہ کرکے خادمان و طالبان علوم دینیہ پر بہت بڑا احسان کیا جسمیں حماسہ متنبی قصیدہ بردہ بانت سعاد وغیرہ شامل ہیں۔ ...... یہ تمام کتابیں حضرت مولانا مرحوم کی حسن لیاقت اور علوم عربیہ کے ساتھ خاص دلچسپی ظاہر کررہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اپنے جوارِ رحمت اور زمرۂ صالحین میں داخل فرمائے۔ آمین ثم آمین[۵۸]۔

حضرت مولانا کے انتقال کے بعد اراکین مدرسہ نے متفقہ طور پر حضرت مرحوم کے صاحبزادے مولانا محمود الحسن صاحب کو سرپرست مدرسہ بنانا تجویز کیا جسے مولانا نے قبول فرمایا۔

طلبہ اس سال طلبا کی تعداد ایک سو پینتیس (۱۳۵) رہی جن میں عربی پڑھنے والے باسٹھ (۶۲) اور قرآن مجید و فارسی پڑھنے والے تہتر (۷۳) تھے۔ الحمد للہ آٹھ نفر دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے جن کے اسماء یہ ہیں۔ حافظ عبد اللطیف پورقاضوی، مولوی سراج الدین بنوی، مولوی اسحٰق ہزاروی، مولوی عبد الحی سہسرامی، مولوی فیض الحسن سہارنپوری، مولوی عبد الحکیم بدایونی، مولوی محمد حسین بنوی، مولوی جمال الدین پنجابی، ان فارغین میں امتیازی نمبرات سے پاس ہوکر مولوی حافظ عبد اللطیف پورقاضوی نے انعام میں بیضاوی شریف، تفسیر سورہ بقرہ، مسامرہ شرح مسایرہ، تاریخ تیموری، فتوح الشام عربی حاصل کیں۔

۵۸۔ روئداد مدرسہ ص۲　　(شاہد غفرلہٗ)

تغیرات سنہ ۱۳۲۲ھ سے بیکراب تک حضرات سرپرستان تین ہی تھے۔ مولانا مولوی ذوالفقار علی صاحب، اوراعلیٰ حضرت مولانا الحاج عبدالرحیم صاحب اور مولانا الحاج اشرف علی صاحب (حکیم الامت) لیکن ۳ رجب سنہ ۲۲ کو اعلیٰ حضرت رائے پوری کی تحریک وایما، سے جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب رئیس سہارنپور بھی ارباب شوریٰ میں داخل کرلئے گئے۔ جس کی تفصیل رجسٹر احکام سرپرستان میں نمبر ۳۱۸ پر مفصل مذکور ہے۔ اس سال مولوی علی محمد صاحب نائب مہتمم اور مولوی سکندر علیصاحب کے مشاہرہ میں علی الترتیب دو ۲/ روپے اور چار ۴/ روپے کا اضافہ ان حضرات کی حسن سعی کارکردگی کی بناء پر ہوا۔ اور ایک عارضی محرر پانچ ۵/ روپے تنخواہ پر رکھے گئے۔

اسباق متعلقہ حضرت سہارنپوری بیضاوی شریف تمام سورہ بقرہ، بخاری شریف تمام، صحیح مسلم شریف تمام، ابوداؤد شریف تمام، ترمذی شریف تمام، ابن ماجہ تمام، توضیح تلویح (۱۲۳ صفحات) اصول الشاشی تمام، ہدایہ جلد ثانی (۲۷۲ صفحات) نسائی شریف تمام مولانا عنایت الٰہی صاحب مدرس دوم کے یہاں ہوئی۔

جلسہ سالانہ مدرسہ کا سالانہ جلسہ امسال ۷ رذی الحجہ سنہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۲ فروری سنہ ۱۹۰۵ء کو منعقد ہوا جسمیں حسب دستور روسار شہر کو دعوت دی گئی۔ حضرات اکابر میں سے اعلیٰ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب، مولانا اشرف علی صاحب، مولانا مولوی فضل الرحمٰن صاحب اور مولانا محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند تشریف لائے۔

اعلیٰ حضرت رائے پوری جلسہ کے متعلقہ انتظامات واہتمامات کیلئے ایک روز قبل تشریف لے آئے تھے۔ جلسہ کی کاروائی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی پُرتاثیر تقریر سے شروع ہوئی اس کے بعد مدرسہ کے حالات وکوائف سنا کر طلبا کو انعام تقسیم کیا گیا۔

سنہ ۱۳۲۳ھ مطابق سنہ ۱۹۰۵ء یہ سال مدرسہ کے لئے ایک اندوہناک سال ثابت ہوا۔ اور بارگاہِ رشیدی سے فیض حاصل کرنے والوں کیلئے عام الحزن بنا کہ اسی سال مخدوم العالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اربابِ مدرسہ کو اس زخم کا جسقدر احساس ہونا چاہیئے وہ ہوا۔ کیونکہ ان کے مربی ان کے شفیق ان سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جدا ہو چکے تھے۔ اس نعمت عظمیٰ کے چھین لئے جانے پر اکابر مدرسہ نے جو تحریری بیان جاری کیا۔ اس سے کچھ اس رنج وغم اور حسرت ویاس کا اندازہ ہوسکتا ہے اور اس تعلق کا بھی پتہ چلتا ہے جو حضرت کی ذات مقدسہ سے مدرسہ وارباب مدرسہ کو تھا۔ اور جو عشق

شیفتگی حضرت نوراللہ مرقدہٗ کو مدرسہ کے ساتھ تھی اسکا اندازہ تو کیا ہی کیا جاسکتا ہے کہ اپنے زمانۂ حیات میں اس طرف پوری توجہ فرما رکھی تھی اور جب چند سال بعد مدرسہ سے ظاہری تعلق (سرپرستی کا) بھی ختم ہوگیا تو پھر بھی صائب اور صحیح مشوروں سے برابر ارباب مدرسہ کی اعانت فرماتے رہے اور ہر آڑے وقت میں ان کے کام آئے۔ اس کی تائید میں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کا تحریر فرمودہ یہ واقعہ بہت کافی ہے کہ!

ایک شخص سہارنپور سے آئے اور عرض کیا کہ حضرت میرا لڑکا بہت بدچلن ہے۔ گھر والے سب مال واسباب تقسیم کرانا چاہتے ہیں۔ مشورہ لینے آیا ہوں کہ تقسیم کردوں یا نہیں۔ آپنے فرمایا نہیں۔ تم اپنی زندگی میں کسی کو مت دو۔ اگر دیدیا تو پھر تم کو کوئی بھی نہ پوچھیگا۔ ذلیل ہو جاؤگے۔ اس کے بعد فرمایا۔ بدچلنی بھی ایک مرض ہے اور مرض کے لئے سورہ فاتحہ کافی ہے۔ کسی برتن میں لکھ کر گھولکر پلادیا کرو۔
چونکہ یہ صاحب سہارنپور سے آئے تھے۔ اور انہی ایام میں مظاہر علوم کا سالانہ جلسہ ہوا تھا۔ اس لئے اس قصہ کے بعد آپنے اُن سے دریافت فرمایا۔ مدرسہ مظاہر علوم کے جلسہ میں کیا چندہ ہوگیا۔ یہ بیچارے جلسہ میں شریک بھی نہ ہوئے تھے بتاتے تو کیا بتاتے چپ ہوگئے۔ کہنے لگے کہ حضرت میں جلسہ میں نہیں گیا تھا۔ اس جواب کو سن کر آپکو صدمہ ہوا۔ اور رنج کا اثر چہرۂ مبارک پر ظاہر ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر انھوں نے معذرت کی کہ حضرت اس وقت میرے پاس کچھ دینے کو نہیں تھا۔ اس لئے جلسہ میں جانا نہ ہوا آپنے فرمایا۔ میاں اگر دینے کو نہ تھا تو وہاں شامل تو ہو جاتے کوئی کلمۃ الخیر کہدیتے آجکل معلوم بھی ہے دین اسلام کی کیا حالت ہے۔" اھ۔ [۵۰]

اکابرینِ مدرسہ نے اپنے احساسات کیلئے جن الفاظ کا سہارا لیا وہ یہ ہیں۔
حضرت قطب عالم قدوۃ العلماء الراسخین، اسوۃ الفقہاء والمحدثین شیخ المشائخ مولانا ومرشدنا الحاج الحافظ المولوی رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا حادثۂ وفات ایسا حادثہ نہیں تھا جسکا اثر کسی خاص حصہ یا مختص جماعت تک قاصر رہا ہو۔ اس جانکاہ وروح فرسا حادثہ نے تقریباً تمام مسلمانانِ ہند کے دلوں کو علیٰ قدر المراتب صدمہ پہنچایا۔ اور نہ صرف وابستگان ہی کیلئے وہ موجب ملال

---

[۵۰] ۔ تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۶۶۔

و اندوہ وغم والم وباعث پریشانی وحیرانی ہوا۔ بلکہ اس نے عموماً اہل اسلام کے جگر کو پارہ پارہ اور قلب کو پاش پاش کر دیا۔ اور جن کے انتقال سے شجر و حجر اور آسمان و زمین نے رو دیا۔ اور جن وانس نے افسوس کیا۔

ہائے افسوس! وہ نورانی صورت مادر گیتی کے حوالہ ہوگئی، اور وہ نحیف جسم روضۃ من ریاض الجنۃ یعنی پاک وصاف لحد مسنونہ کے سپرد کر دیا گیا۔ جسنے ساٹھ سال سے زیادہ ریاضت ونفس کشی اور خوف وخشیۃ کے ساتھ کامل اتباع سنت محمدیہ میں صرف کئے اور ہدایت ورہبری کی مہتم بالشان منصب کا بوجھ اٹھا کر انجام تک پہنچایا۔ اور جن کا فی زماننا توکل میں صبر وقناعت میں ریاضت و عبادت میں، تقوے وطہارت میں، مجاہدہ میں استقامت میں، استغنا میں حب فی اللہ اور بغض فی اللہ میں کوئی مثیل نہیں تھا۔ اور اسی طرح تبحر علمی میں وسعت نظر میں، تفقہ میں، تحدیث میں، عدالت وثقاہت میں۔ اور روایت درایت میں بھی کوئی عدیل نہ تھا۔ اسی وجہ سے مولانا رحمہ شریعت میں مرجع علما اور طریقت میں ملاذ الناس اور ایک عالم کے قطب الارشاد اور علما وصلحا کے امام تھے۔ تمام اقصائے عالم میں حضرت کا فیضانِ علم کم وبیش پہنچا ہوا ہے بالخصوص ہندوستان میں تو از افغانستان تا بنگال آفتاب کیطرح درخشاں ہے ......

..... اب دور آخر میں بھی حضرت مخدوم العالم، ممدوح المناقب کا وجود باجود بھی بحیثیت سرپرستی ظاہری وباطنی وتوجہ خاص کے اس مدرسہ کیلئے باعث خیر وبرکت تھا۔ [۵۷]"

امام ربانی نور اللہ مرقدہٗ کا حادثۂ انتقال ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء بروز جمعہ بعد زوال ہوا۔ حادثۂ فاجعہ کے بعد مدرسہ میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا جسمیں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کے اوصاف جلیلہ سنا کر وصیت نامہ پڑھا گیا۔ اور تمام حاضرین نے ایصال ثواب کی غرض سے مستقل ایک مد چندہ دوامی کا مدرسہ میں قائم کیا۔

حادثۂ وفات پر مولوی محمد احمد اللہ صاحب مظفر نگری مدرس مدرسہ نے تعزیتی مضمون پر مشتمل ایک نظم کہی جسکے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

۵۷۔ روئداد مدرسہ صفحہ ۲۔ (شاہد غفرلہٗ)

یہ کس کے غم میں ہوئیں روتے روتے آنکھیں خشک ۔ نہیں ہے ایک بھی آنسو جو چشم پرنم میں
یہ کس کی یاد میں جاری ہوئے گنگ و جمن ۔ زبانِ حال سے کہنے لگی حزین سوسن
کہ آؤ آج سناؤں بیانِ غم تم کو ...... سناؤں کھو لکے دل داستانِ غم تم کو
اُجڑ گیا ہے مرا باغِ علم آ کے خزاں ۔ دکھاؤں خستہ جگر میں نشانِ غم تم کو
کہاں ہے میرا مربی وہ باغبان میرا ۔ سناؤں آہ کہاں تک فغانِ غم تم کو
سناؤں اپنی کہانی مگر مجھے ڈر ہے ۔ کہ کر نہ دے کہیں گھایل سنانِ غم تم کو
وہ جسکی یاد میں روتے ہیں آسمان و زمین ۔ وہ باغبانِ علومِ رسولِ حق بہ یقین
وہ باغبانِ ریاضِ جنابِ مصطفوی ۔ نگاہبانِ حدودِ شریعتِ نبوی
وہ حامیِ سننِ خیر ماحیِ بدعات ۔ صحاحِ ستہ کا حافظ وہ حاکم و نووی
عجب نہیں جو کریں فخر اس خلف پہ سلف ۔ بروزِ حشر، سیوطی، بخاری و بغوی
بعلم و فضل چناں است شہرۂ آفاق ۔ زہند تا بعرب نام نامیش شنوی
وحید عصر، فرید زمانہ سر صمد ۔ جناب شیخ اجل مولوی رشید احمد
کہ اپنے علم و تبحر میں تھے وہ لاثانی ۔ نہیں مبالغہ اس میں نہ کچھ ہے لسّانی
کہ ختم ہو گئے ان پر علومِ دینیہ ۔ تھے معضلاتِ علوم ان کے سامنے پانی
وہ ماہتاب ہدایت وہ مہر زہد و ورع ۔ وہ شب چراغ شبستانِ علم رحمانی
علومِ دین کا گل ہو گیا چراغ افسوس ۔ ہوا ہے تیرہ و تاریک یہ ایاغ افسوس
نہ باغباں ہو جس کا وہ باغ جنگل ہے ۔ ہوا ہے زہد کا سنسان آہ باغ افسوس
الٰہی بھیجدے اک اور باغبانِ چمن ۔ گیا جو ایک خداوند باغ و راغ افسوس
چلے جو جنتِ فردوس کو وہ اے حسان ۔ جہاں کو اپنی جدائی کا دیکے داغ افسوس

ندائے ہاتفِ غیبی سنی کہ وا افسوس ،،
ہوا خسوفِ قمر علمِ دین کا افسوس "

۱۳۲۳ھ

سابقہ سنین سے معلوم ہو گیا ہوگا[۵] کہ مولانا عنایت الٰہی صاحب کے مشاغل کثیرہ کی بنا پر (کہ تدریسی و انتظامی خدمات انھیں کے سپرد تھیں) اہتمام کیلئے ایک مستقل آدمی مولوی سید محمد علی صاحب

---

۵ ۔ ملاحظہ ہوں حالات سنہ ۱۳۲۰ھ (شاہد غفرلہٗ)

تجویز کیے گئے۔ لیکن مختلف موانع کی بنا پر ان کا یہ تقرر دیر پا نہ رہ سکا اور وہ اپنے گھر تشریف لیگئے۔ اس کے بعد ایک عارضی مہتمم کا تقرر کیا گیا۔ لیکن وہ حج کیلئے تشریف لیگئے۔ ان وجوہات عدیدہ کی بنا پر اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ یہ عہدۂ جلیلہ پھر مولانا عنایت الٰہی صاحب کے سپرد کیا جائے اور ان سے تعلیمی و تدریسی کام نہ لیا جائے۔ اس لئے حضرات سرپرستان کی خدمت میں یہ تجویز پیش کیگئی اور مولانا عنایت الٰہی صاحب کی نظامت کے متعلق استفسار کیا گیا۔ اعلیٰ حضرت رائے پوری نے اسکو منظور فرماتے ہوئے تحریر فرمایا۔ میرے خیال میں مولانا عنایت الٰہی صاحب سے عرض کیا جائے کہ وہ دوبارہ اسکو موجودہ تنخواہ پر قبول کرلیں۔ اور ایک دو سبق دل چاہے تو رکھ لیں"۔ علی محمد صاحب کے حساب میں غلطی نکلی جو عمداً نہیں سہواً ہے۔ نصف وہ ادا کریں اور نصف میں اپنے پاس سے (ادا کروں گا) فقط"۔ عبدالرحیم ۲۵ ربیع الثانی ۲۳ھ۔

بقیہ دوسرے سرپرستوں کی منظوری کے بعد جمادی الاول ۲۳ھ میں یہ خدمت ان کو سونپ دی گئی۔ البتہ ان کی خواہش کے مطابق اوقات میں گنجائش ہونیکی صورت میں دو اسباق پڑھانے کی اجازت دیدی گئی۔ اور انکے متعلقہ اسباق کیلئے یہ طے پایا کہ ایک مستقل استاد مولانا حافظ عبداللطیف صاحب کو ان کی جگہ مقرر کیا جائے جو اسی مدرسہ سے فارغ ہونیکے ساتھ ساتھ ذی استعداد بھی ہیں۔ چنانچہ بمشاہرہ للعہ روپے ان کا تقرر کردیا۔ اور مولوی علی محمد صاحب نائب مہتمم بدستور اپنے عہدۂ نیابت پر رہے۔

طلبہ اس سال طلبا کی مجموعی تعداد ایک سو پینتیس (۱۳۵) تھی جن میں عربی خواں اکہتر (۷۱) نفر اور باقی قرآن مجید و فارسی پڑھنے والے تھے۔ فارغین دورہ میں اس سال، حافظ الطاف حسین، مولوی نجم الدین پشاوری، مولوی عبدالاحد پشاوری، مولوی طیب اللہ پشاوری، مولوی خلیل الرحمٰن ہزاروی، مولوی مصلح الدین سہارنپوری، شامل ہیں۔ ان فارغین میں سے امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرنیوالے مولوی حافظ الطاف حسین تھے۔ جنکو انعام میں پانچ روپیہ کے ساتھ ساتھ بیضاوی شریف، شرح فقہ اکبر، مطرقۃ الکرامۃ، رسالۂ جمعہ، رسالۂ تراویح، الجہد المقل وغیرہ کتابیں ملیں۔

تغیرات ملازمین اس سال آخر شوال میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مع اہل وعیال کے حج وزیارت کی نیت سے تشریف لیگئے اور حج سے فارغ ہونے کے بعد تیئس (۲۳) دن تک مکہ مکرمہ میں قیام فرماکر ماہ صفر میں واپس تشریف لائے۔ یہ سفر حضرت اقدس کا تیسرے حج کیلئے تھا۔ اس سے قبل سب سے پہلا حج ۱۲۹۳ھ میں بھوپال سے اور دوسرا ۱۲۹۷ھ میں مولوی شمس الدین صاحب کی معیت میں بھاولپور سے ہوچکا تھا۔ اپنی عمر شریف میں حضرت نے

سات حج فرمائے[۵] جن کی تفصیل سن وار اپنے اپنے مقامات پر آجائیگی حضرت اقدس کا یہ تیسرا سفر حج مدرسہ سے وابستہ ہونیکے بعد پہلا تھا۔ ارباب مدرسہ کے مشورہ پر حضرت کے اسباق کی تکمیل کیلئے مولوی حافظ کفایت اللہ صاحب گنگوہی بمشاہرہ ۱۵/ مدرس بنائے گئے۔ حدیث کے اسباق حضرت کی واپسی تک علی حسب المراتب مدرسین پر تقسیم کرکے ان مدرسین کی کتب مولوی کفایت اللہ صاحب کے سپرد کردی گئیں۔

اسباق متعلقہ حضرت سہارنپوری حضرت کے یہاں سالہائے سابقہ کی طرح امسال بھی صحاح ستہ سوائے ابن ماجہ کے ہوئیں اور اس کے علاوہ بیضاوی شریف تمام سورۂ بقر، جلالین شریف (۱۲۱ صفحات) توضیح تلویح (تا تقسیم رابع) حسامی (۵۶ صفحات) ہدایہ جلد ثانی (۳۸۶ صفحات) مطول (بحث ما انا قلت تک) دیوان متنبی (۱۴۴ صفحات) اس کے علاوہ ابن ماجہ تمام مولوی سکندر علی صاحب کے پاس ہوئی۔

جلسہ سالانہ اس سال جلسہ سالانہ ۲۳ ذی الحجہ ۲۳ء مطابق ۱۸ فروری ۱۹۰۶ء منعقد ہوا۔ جسمیں عمائد اور روسار شہر کے ساتھ ساتھ اکابرین میں سے مولانا مولوی محمود حسن صاحب (شیخ الہند) مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب رائے پوری سرپرستان مدرسہ اور مولانا عزیز الرحمٰن صاحب و مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی انعقاد جلسہ سے ایک روز قبل ۲۳ ذی الحجہ کو تشریف لے آئے۔ چونکہ ان ایام میں طوفانی بارشیں بکثرت ہوئیں۔ اور ژالہ باری کا سلسلہ مسلسل چلا۔ اس لئے راستوں کے مسدود ہوجانے کی بنا پر مولانا اشرف علی صاحب تھانوی تشریف نہ لاسکے جس کا احساس یہاں کے ہر شریک جلسہ کو تھا۔ اس لئے ارباب مدرسہ نے مولانا مولوی محمود حسن صاحب کی خدمت میں ان الفاظ سے درخواست پیش کی کہ!

> (حضرت تھانوی کی تشریف آوری نہ ہونیکی بنا پر) اسوقت بیقراروں کے دلوں کو آپ ہی سنبھالیں گے۔ اور تشنہ لبان وعظ کو آپ ہی اپنی آب زلال وعظ و نصیحت سے سیراب فرمادیں گے۔

حضرت کی طبع مبارک اگرچہ اس وقت ناساز تھی بولنے کی اور گفتگو کرنیکی ہمت نہ تھی لیکن بقول مہتمم صاحب کے۔

---

[۵] ۔ حضرت اقدس کے جملہ حجوں کی تفصیل تذکرۃ الخلیل اور مقدمہ اکمال الشیم میں ایک مقام پر اور زیر نظر کتاب تاریخ مظاہر میں اپنے اپنے مقام پر تحریر ہے۔ (شاہد غفرلہ)

حضرت موصوف نے نام اللہ کا لیکر کمر ہمت کو مضبوط باندھا۔ اور میدانِ تلقین و
نصیحت مرد ماں میں تشریف لائے اور قریب دو گھنٹہ کے اپنے کلمات طیبات او
بیان سحر عنوان سے حضار جلسہ کو مسرور اور محظوظ فرمایا۔ ۵

حضرت کی تقریر کے بعد مولانا مغیث الدین صاحب ساڈھوری نے تقریر فرمائی جس کا
سلسلہ ظہر کے وقت تک چلا۔ ظہر کے بعد مدرسہ کے مختصر حالات سنا کر انعامات تقسیم ہوئے۔ اس
موقع پر ڈپٹی شیخ نذر محمد صاحب مجسٹریٹ نہر پنشنر رئیس موضع بہٹرہ قصبہ منگلور نے اول نمبر سے
کامیابی حاصل کرنے والے مولوی الطاف حسین کو پانچ روپے اور دوسرے، تیسرے نمبر پر
کامیاب ہونیوالوں کو علی الترتیب تین ۳/ روپے، دو روپے مرحمت فرمائے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔

۴۲ ۔ بنائی مطابق ۱۳۲۴ھ

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب (جیسا کہ سال گذشتہ کے احوال و کوائف سے معلوم ہوچکا) شوال
۲۳ھ میں حج کیلئے تشریف لیگئے تھے اور بخیر و عافیت حج و زیارت سے فارغ ہو کر تشریف لے
آئے۔ اور ماہ جمادی الاول ۲۴ھ سے پھر اسی مشغلہ سابقہ درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔

ان ایام میں نہ صرف سہارنپور بلکہ تمام ہندوستان میں بخار و لرزہ کی کثرت رہی۔ ماہ رجب
میں اس کا اتنا شیوع ہوا کہ یہ وبا ہر ہر قریہ، بستی میں پہنچ گئی۔ جسکا سلسلہ شوال تک چلتا رہا۔
اسی زمانہ میں بعض مقامات پر ذات الجنب اور سرسام بکثرت پھیلا۔ جسکی لپیٹ میں ایک بہت بڑی
تعداد آئی اور بکثرت لوگ ان موذی امراض کا شکار ہوئے۔ مدرسہ بھی اس وبائے عام سے نہ
بچ سکا اور بکثرت طلبا اس سے متاثر ہوئے۔ بعضوں کو تو یہ مرض اپنی انتہائی حد تک جا پہنچا۔ ان
حالات میں طلبا کا پریشان ہوجانا اور گھر چلے جانیکا تقاضا پیدا ہونا یقینی تھا۔ اسلئے ان
کی طرف سے بار بار اصرار ہوا کہ امتحان سالانہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے ہی لے لیا جائے۔ ان
حالات کو دیکھتے ہوئے اربابِ مدرسہ نے ممتحن خاص مولانا مولوی محمود حسن صاحب (شیخ الہند)
کی خدمت میں درخواست کی کہ یہاں کا امتحان لیا جائے۔ اس زمانے میں مولانا خود ہی بیمار تھے
اور ان کے بہت سے عزیز و اقارب جن کی نگہداشت اور خیر و خبر خود حضرت مولانا کے ذمہ تھی۔
علیل تھے۔ لیکن مولانا نے طلبا کی راحت اور اکابر مدرسہ کی رائے کو اہم سمجھا اور دو روز تک صبح
کے وقت تشریف لاتے اور شام کو دیوبند واپس جاکر اعزہ کی تیمارداری کرتے۔ تیسرے دن اپنی

۵۔ روئداد مدرسہ صفحہ ۱۶۔ (شاہد غفرلہ)

اور اپنے اعزہ کی شدت بیماری کیوجہ سے خود تشریف نہ لا سکے اور اپنا قائم مقام بنا کر مفتی عزیز الرحمن صاحب کو بھیجا۔

عجلت کے پیش نظر یہ بھی طے پایا تھا کہ بڑی کتب کا امتحان حضرت لیں۔ اور چھوٹی کتب کے ممتحن مدرسین مدرسہ ہو جائیں۔ چنانچہ درجہ فارسی اور درجۂ قرآن مجید کا امتحان مدرسہ کے ایک مدرس مولوی حافظ کفایت اللہ نے لیا۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں جب کہ تعلیم میں بھی دلجمعی کی کوئی صورت نہیں ہو رہی تھی اور اوپر سے لیکر نیچے تک تقریباً سب ہی اس وبا سے متاثر تھے الحمد للہ سالانہ امتحان خیر و خوبی سے ختم ہو گیا اور پچانوے فیصد سے زائد طلبا کامیاب ہوئے۔

طلبہ اس سال طلبا کی مجموعی تعداد ایک سو بائیس (۱۲۲) تھی جن میں درجۂ عربی میں تعلیم حاصل کرنے والے چھیاسٹھ (۶۶) تھے۔ باقی قرآن مجید اور فارسی پڑھنے والے تھے۔ طلبا کی یہ مجموعی تعداد ان چند افراد سے علیحدہ ہے جو بیماری وغیرہ کی وجہ سے واپس چلے گئے۔

اس سال دورۂ حدیث شریف سے فراغت پانیوالے طلبا یہ ہیں۔ مولوی خادم احمد پشاوری مولوی الٰہی بخش بنگالی، مولوی عبد الرحیم بنگالی، مولوی محمد اسمٰعیل فیروزپوری، مولوی عبد العزیز مظفر پوری، مولوی محمد حنیف پوربی، مولوی ہدایت اللہ خاں پوربی، مولوی حافظ سعید احمد تھانوی، مولوی خدا بخش پنجابی، مولوی محمد سعید بنگالی، مولوی عبد الغنی بریسالی، مولوی حاجی در محمد ولایتی، مولوی شیر علی پنجابی، ان فارغین میں سے امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرنیوالے مولوی محمد اسمٰعیل ابن عبد القادر فیروزپوری تھے۔ جن کو انعام میں نقد ۳/ روپے کیساتھ ساتھ تاریخ الخلفا سبعہ معلقہ، قیام اللیل، اعجاز عیسوی وغیرہ کتب دی گئیں۔

تغیرات اس سال دو جدید مدرسین کا تقرر ہوا۔ جسکی وجہ یہ ہوئی کہ مدرس مدرسہ مولوی حافظ عبد اللطیف صاحب حج کیلئے تشریف لیگئے تھے۔ اسلئے ان کی جگہ مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری کا بمشاہرہ ۱۲/ روپے تقرر ہوا۔ اور تحتانی کتب ان کے زیر درس رکھی گئیں۔ دوسرے مدرس کا تقرر اس وجہ سے ہوا کہ مدرسہ کے استاد مولوی سکندر علی صاحب مدرسہ سے تعلق ختم کر کے ماڑواڑ تشریف لیگئے اس لئے ان کے قائم مقام مولوی محمد یحییٰ صاحب سہسرامی بنائے گئے۔

اسی طرح درجہ فارسی و ریاضی کے استاذ مولوی احمد اللہ صاحب نے امتحان سالانہ کے بعد استعفا دیا جو منظور کر لیا گیا۔ ان کی جگہ منشی فیاض علی صاحب سہارنپوری مدرس رکھے گئے اور ۱۲/ روپے ان کی تنخواہ قرار پائی۔

اس سال درجہ قرآن مجید کے مدرس جناب حافظ قمر الدین صاحب بھی حج کیلئے تشریف لیگئے اور حسب دستور حافظ صاحب کے فرزند حافظ شریف احمد صاحب نے ان کی جگہ خدمات تدریس انجام دیں۔ اسلئے اس درجہ میں کسی جدید تقرر کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

تنخواہوں کی کمی کے پیش نظر کئی سال سے ان میں اضافے کے متعلق گفتگو چل رہی تھی لیکن اعذار وموانع کی بناء پر اضافہ تنخواہ کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس سال محرم ۱۳۲۵ھ سے مشاہرات حسب ذیل تجویز کرکے ان پر عمل درآمد ہوا۔

اضافہ	اسماء مدرسین وملازمین	تنخواہ مع اضافہ	اسماء مدرسین وملازمین	تنخواہ مع اضافہ	اضافہ
—	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب	ترقی منظور نہیں کی	مولوی کفایت اللہ صاحب	۱۵/۰۰	—
—	مولانا عنایت الٰہی صاحب	"	مولوی مبارک علی صاحب	۱۱/۰۰	۲/۰۰
۵/۰۰	مولوی ثابت علی صاحب	۲۵/۰۰	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب	۱۲/۰۰	۲/۰۰
	مولوی عبداللطیف صاحب	۱۵/۰۰	مولوی علی محمد صاحب	۹/۰۰	۱/۰۰

حضرت مولانا خلیل احمد اور مولانا عنایت الٰہی صاحبان نے مدرسہ کے مفاد اور امداد کے پیش نظر اپنی اپنی تنخواہوں میں اضافہ منظور نہیں فرمایا۔ مولوی کفایت اللہ صاحب اس مذکورہ تنخواہ پر مستقل بنادیئے گئے۔

اسباق متعلقہ حضرت اقدس سہارنپوری

بیضاوی شریف (۳۰ صفحات) بخاری شریف (۶۳۶ صفحات) ابو داؤد شریف تمام، ابن ماجہ (۲۱۴ صفحات) حماسہ (۹۴ صفحات) شرح عقائد (۶۴ صفحات) خیالی (۹۷ صفحات)

اس سال حضرت اقدس کے سفر حج کی بناء پر دورہ کی اکثر کتب مولانا ثابت علی صاحب کے پاس بھی ہوئیں جن میں ترمذی شریف تمام، مسلم شریف تمام، نسائی شریف تمام اور کچھ حصہ بخاری شریف ابن ماجہ کا مولانا کے یہاں ہوا۔

جلسۂ سالانہ

اس مرتبہ سالانہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۰۷ء کو منعقد ہوا۔ جسمیں اعلیٰ حضرت رائے پوری اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سرپرستان مدرسہ ضروری انتظامات کے پیش نظر انعقاد جلسہ سے قبل ہی تشریف لائے۔ اسکے علاوہ بعض

دیگر حضرات اور مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب ۴ ذی الحجہ کو تشریف لائے حسب معمول حضرت اقدس تھانوی نے تقریر فرمائی جس کا اختتام ظہر کی نماز کے وقت ہوا۔ بعد نماز ظہر مدرسہ کے مختصر حالات سنا کر کتب انعامیہ تقسیم ہوئیں۔ اس موقعہ پر سہارنپور کی برادریوں نے اپنی اپنی برادری سے وصول شدہ چندہ مدرسہ کو دیا۔ اس مرتبہ شیخ صاحبان کی برادری نے مدرسہ کی بڑی معاونت فرمائی اور سب سے زیادہ چندہ اسی برادری نے دیا۔

۴۳ سنہ بنائی مطابق ۱۳۲۵ھ

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب کی تشریف آوری بالخصوص حادثہ ۱۳۱۹ھ کے بعد سے مدرسہ نے جو کماً اور کیفاً ترقی کی وہ ہر سال کے حالات سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے اور روحانی ترقیات و برکات کا تو پوچھنا ہی کیا۔ اسی کا ثمرہ تھا کہ مدرسہ اپنی موجودہ عمارت میں بالکل ناکافی محسوس ہونے لگا۔ اور جو عمارت اب سے چند سال قبل تک ضرورت سے زائد درجہ میں سمجھی جاتی تھی وہ اب بالکل مختصر اور غیر کافی مشاہد ہونے لگی۔ اس بناء پر ارباب مدرسہ نے ضروری سمجھا کہ طلبہ کے واسطے ایک دار الطلبہ (دار الاقامۃ) بنایا جائے جس میں طلبا سکون و راحت سے رہیں اور متفرق مساجد میں منتشر ہونے کی وجہ سے ان کی جو اخلاقی و ذہنی تربیت نہیں ہو رہی ہے وہ یہاں رہکر ہونے لگے اس مقصد کیلئے ارباب مدرسہ نے ایک عظیم الشان دار الاقامۃ کی تعمیر کا بیڑہ اٹھایا اور اسکے لئے چندہ فراہم کرنا شروع کیا۔ تعمیر کیلئے ۱۳۲۷ھ میں زمین وغیرہ خریدی گئی۔ اور ۲ ذیقعدہ ۲۸ھ کو سنگ بنیاد رکھا گیا۔ مزید تفصیل اپنے موقعہ پر آئے گی۔

طلبہ اس سال طلبا کی مجموعی تعداد ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) تھی جن میں اٹھاون ۵۸ عربی خوان تھے اور باقی قرآن مجید و فارسی کی تعلیم حاصل کرنے والے تھے۔ اس سال جو طلبا فارغ ہوئے وہ یہ ہیں۔ مولوی محمد مبین دیوبندی، مولوی کلیم اللہ بنوی، مولوی تاج محمد بنوی، مولوی ابو الحسن چاٹگامی، مولوی عبد الرحیم افغانستانی، مولوی نظیر احمد سہارنپوری، مولوی غلام الرحمن نلتی، مولوی سبحان بخش کسانوی، مولوی عبد الکریم نواکھالی، صوفی عبد العزیز چاٹگامی، مولوی حافظ محمد شفیع سہارنپوری، مولوی عبد القادر سندھی، ان فارغین میں سے اول نمبر سے کامیاب ہونیوالے مولوی محمد مبین پسر عبد المؤمن دیوبندی تھے جن کو پانچ ۵/ روپے نقد انعام کے ساتھ شرح وقایہ کامل مجلد البصائر فی تذکیر العشائر سراجی رسالہ مقدار منسوخ حدیث، تحفہ شاہجہانی، مطرقۃ الکرامۃ، شمائل ترمذی، وصل الحبیب، کتابیں انعام میں ملیں۔

تغیرات

سال گزشتہ کی روئداد سے معلوم ہوگیا ہے کہ درجہ عربی کے ایک استاذ مولوی حافظ عبداللطیف صاحب اور مدرس درجہ قرآن شریف حافظ قمرالدین صاحب ماہ شوال میں حج کے لئے تشریف لیگئے تھے، ماہ صفر ۲۵ھ میں بخیر و عافیت تشریف لے آئے اور کار تدریس میں مشغول ہوگئے، مولوی علی محمد صاحب نائب مہتم نے اپنی مسلسل بیماری کی بنا پر ارباب مدرسہ سے درخواست کی کہ میری جگہ میرے لڑکے اکرام الحق کو مقرر کردیا جائے۔ اس لئے ان کا تقرر کیا گیا۔ کارکنان مدرسہ نے اس درخواست قائم مقامی کو قبول کرنے کی وجہ جو تحریر فرمائی وہ دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ کس قدر سادگی اپنے اندر لئے ہوئے ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

"بوجہ قدامت مولوی صاحب و مسکنت پسر کے انکی درخواست منظور ہے"

اس کے علاوہ ایک تغیر اس سال یہ ہوا کہ فراش مدرسہ میاں رحیم بخش کو علیحدہ کرکے ان کی جگہ ملا مبارک علی کو فراش بنادیا گیا۔ اسی سال رمضان المبارک کے بعد سے مولوی یحیٰی صاحب مدرس دوم مستقل بنادیئے گئے۔ مولانا کو علوم معقول سے بڑی مناسبت تھی۔ اسی وجہ سے منطق و فلسفہ کے اسباق بکثرت ان کے پاس ہوئے۔

اسباق متعلقہ حضرت سہارنپوری

اس سال بھی دورہ کی تمام کتب سوائے نسائی شریف کے حضرت کے یہاں ہوئیں، جو الحمدللہ سب اپنے اپنے وقت پر ختم ہوئیں۔ اسکے علاوہ حضرت کے زیر درس یہ کتابیں بھی تھیں۔ بیضاوی شریف تمام، موطا امام مالک (۹۹ صفحات) مسلم الثبوت تمام، توضیح تلویح تمام، ہدایہ اخیرین (۹۳ صفحات) ملا جلال میر زاہد (۹ صفحات) سبعہ معلقہ تمام، شرح نخبۃ الفکر تمام، نسائی شریف تمام مولانا ثابت علی صاحب مدرس سوم کے پاس ہوئی۔

جلسہ سالانہ

اس سال سالانہ جلسہ یکشنبہ ۲۸ ذی الحجہ ۲۵ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۰۸ء کو قرار پایا۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سرپرست مدرسہ دیگر رفقاء سمیت ۲۶ ذی الحجہ کو تشریف لے آئے۔ کثرت باراں کیوجہ سے بہت سے حضرات کی تشریف آوری باوجود وعدہ کے نہ ہوسکی۔ بعض حضرات جلسہ کے درمیان میں تشریف لائے۔ اس سال پہلی مرتبہ شہر کی جامع مسجد میں جلسہ ہوا۔ اور حضرت اقدس تھانوی نے تقریر فرمائی۔ شرکاء جلسہ نے اس موقعہ پر حضرت اقدس سے درخواست کی گردیہات کا وہ طبقہ جو سالہا سال سے مدرسہ کے سالانہ جلسوں میں شرکت کرتا ہے۔ اس سال بارش کی کثرت کی بنا پر نہ آسکا۔ لہذا یا تو جلسہ اس وقت مؤخر کردیا جائے

ان کی آمد پر دوبارہ یہ جلسہ منعقد ہو۔ حضرت تھانوی نے اس دوسری تجویز کو پسند فرما کر اعلان کر دیا کہ اس جلسہ کا تتمہ اہل دیہات کی شرکت کی غرض سے دوبارہ منعقد ہوگا۔ جس کی تاریخ کا تعین بعد میں ہوگا۔ اس اعلان کی بنا پر اس مرتبہ صرف حضرت اقدس تھانوی کی تقریر رکھی گئی۔ اور مدرسہ کے حالات وکوائف اور تقسیم انعام تتمہ جلسہ کے موقعہ پر سنانا تجویز ہوئے۔

شرکاء جلسہ کی دعوت قاضی فضل الرحمٰن صاحب کے یہاں ہوئی اور پر تکلف کھانوں سے مہمانوں کی ضیافت کیگئی۔ اور بعد نماز ظہر کتب خانہ (لائبریری) جواب مدرسہ کے شمالی سہ دریوں پر ہے کی بنیاد رکھی گئی کتب خانہ کی یہ تعمیر ۱۳۲۶ھ میں مکمل ہوئی۔ مادہ تاریخ یہ ہے:؎

عمر حاج رحیم بخش قصر حصر فیہ الخیر
رب ارحمہ بارک فیہ وقولوا قصر فیہ الخیر

۱۳ ھ ۲۶

یہ قطعہ اپنی کہنگی کے باوجود ابتک کتب خانہ میں آویزاں ہے۔

اس تعمیر کے تمام اخراجات حضرت مولانا رحیم بخش صاحب پریذیڈنٹ بھاولپور نے اپنی جیب خاص سے مرحمت فرمائے۔ مولانا نے ہمیشہ مدرسہ کی اعانت میں بیش از بیش حصہ لیا۔ گوناگوں خصوصیات اور اکابر مدرسہ سے قدیمی تعلقات کی بنا پر شوال ۱۳۳۳ھ میں مدرسہ کے سرپرستوں میں شامل کئے گئے اور محرم ۱۳۴۲ھ تک اپنی پوری حیات میں سرپرست بنے رہے۔

مورخہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۰۸ء یکشنبہ کو تتمہ جلسہ سالانہ جامع مسجد سہارنپور میں منعقد ہوا۔ اہل دیہات کو خاصکر شرکت کی دعوت دی گئی۔ اکابر میں سے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی تشریف لائے۔ اسی طرح مولانا جمعیت علی صاحب پروفیسر عربی، فارسی کالج بہاولپور، اور جناب مولانا مولوی رحیم بخش صاحب پریذیڈنٹ ریاست بھاولپور تشریف فرمائے جلسہ ہوئے۔ اس جلسہ میں بھی حضرت اقدس تھانوی کا وعظ ہوا۔ جو مسلسل تین گھنٹے تک جاری رہا۔ اس کے بعد سالانہ رپورٹ پڑھکر سنائی گئی۔ جو تاریخی حیثیت سے بہت اہم ہے۔ اس لئے اسکا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا۔ والصلوۃ والسلام علی نبیہ الذی خوطبنا فیہ الخطاب۔ صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ نحمدہ حمدا کثیرا ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ

لاشریک لہ ونشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ الذی ارسلہ لھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون۔

امابعد۔ اول میں ان حاضرین شرکا رجلسہ کا عموماً شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے ہم ناچیزوں کی استدعار پر ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دو دفعہ اپنا وقت گرانمایہ اس مدرسۃ الغربا کے جلسۂ انعامی کی شرکت کیلئے صرف فرمایا اور اپنی تشریف آوری سے صرف مدرسہ اور ارکین مدرسہ ہی کی عزت افزائی نہیں فرمائی بلکہ اپنے مولائے حقیقی خداوند عالم جل مجدہٗ کو اور اس کے حبیب پیارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور اُسکی آل اطہار واصحاب کرام اور تمام اکابر دین کی مقدس روحوں کو خوشنود فرمایا۔ اس وقت بیساختہ میرے دل اور زبان سے دعا نکلتی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ مالک الملک تو ان صاحبوں کے دین اور دنیا میں برکت عطا فرما اور توفیق خیر زیادہ کر۔ اللھم آمین ثم آمین۔

اس کے بعد اس شجر بار آور مدرسہ کی ابتدار اور اسکے نشو ونما اور دیگر حالات وکیفیات سے مختصر طور پر آپ کی سمع خراشی کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔

واضح ہو کہ بیالیس (۴۲) سال سے کچھ عرصہ زائد گذرا کہ جس زمانہ میں جہل کی دھواں دھار گھٹا نے عالم کے اکثر حصوں کو اسقدر گھیر رکھا تھا کہ گاؤں اور قصبوں کا تو ذکر کیا شہروں میں بھی علم کا نام تک اٹھ گیا اور علمار گویا مفقود ہو گئے تھے۔ جسکو دیکھو جاہل۔ اپنی آخرت کی بہبودی کے وسایل سے بیخبر۔ علم کی کسادبازاری کی یہانتک نوبت پہنچی کہ علم کی متاع کا باوجود کمیاب بلکہ نایاب ہونیکے اسکا جویا اور خریدار ہی کوئی فرد بشر نظر نہیں آتا تھا۔ اس زمانہ کے اکابر دین اور مقدس حضرات کے دلوں میں جوش اسلامی کا ولولہ پیدا ہوا اور حمیت اسلامی نے ان کو اس اسلامی ڈوبتے جہاز اور ٹمٹماتے چراغ کے سنبھالنے پر کمربستہ اور آمادہ کر دیا۔ منجملہ ان بزرگواروں کے جنھوں نے اس جہل کی تاریکی میں علم کے چراغ روشن کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ حضرت مولانا مولوی قاری سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان کی بزرگی اور ان کے تقدس کے ثبوت کیلئے علاوہ ان کی علمی و عملی فضل وکمال کے اس وقت صرف اسی قدر عرض کرنا کافی ہے کہ مولانا صاحب مرحوم حضرت شیخ المشائخ مرشد عالم مجدد دین جناب سید احمد صاحبؒ کی جماعت کے خاص میں تھے۔ مولانا ممدوحؒ نے اس مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور مولانا مولوی سخاوت علی صاحب انبہٹوی مرحوم کو بوجہ قلت سرمایہ تھوڑی سی تنخواہ پر اپنے محلہ کی مسجد میں تدریس کے مسند پر بٹھلا دیا اور خود فراہمی وسائل ترقی میں

سرگرم ہوئے۔

اس موقعہ پر جناب قاضی فضل الرحمٰن خاں صاحب رئیس سہارنپور و سرپرست مدرسہ و جامع مسجد کا ذکر نہ کرنا کفرانِ نعمت ہے۔ جناب قاضی صاحب کے مناقب و اوصاف سے کوئی دیندار ناواقف نہ ہوگا۔ آپ کا ہر دلعزیز اور اسلامی خدمات میں دل وجان سے ساعی ہونا ایک فطرتی جوہر ہے۔ اگر غور سے دیکھئے تو مولانا سعادت علی صاحب کا اپنے اولوالعزم ارادہ میں کامیاب ہونا جناب قاضی صاحب کی برکات و توجہات کا نتیجہ ہے۔ جناب قاضی صاحب کی صرف وجاہت وقابلیتِ خداداد نے ہی اس مدرسہ کی سرپرستی نہیں۔ بلکہ آپنے زرِ نقد اور سامان ضروری سے بھی مدرسہ کی ابتدائی حالت اور ضعف کے زمانہ میں خبرگیری فرمائی۔ اور ابتک ہر قسم کی خبرگیراں اور معاون ہیں۔ چنانچہ علاوہ چندہ دوامی کے اس سال رواں کے شروع میں ایک زمین تعدادی پانچسو دس گز واقع محلہ بخاران متصل نالہ سرکاری کے جس کا کرایہ اب قریب لعہ روپے سالانہ ہے۔ مدرسہ میں عطا فرمائی۔ اور موافق ضابطہ سرکار کے کاغذ مدرسہ کے نام کردیا۔

جب ان دونوں حضرات کی کوشش وسعی نے مدرسہ کی مالی حالت میں ترقی پیدا کی تو اسوقت اعلیٰ مدرس کی تلاش ہوئی اور حضرت مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو جو اپنے زمانہ میں چیدہ اور امثال واقران میں برگزیدہ تھے۔ مدرس اعلیٰ قرار دیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی تبحر اور انتظامی کمال نے مدرسہ کو ادنیٰ مکتب ہونیکے حیثیت سے اعلیٰ درس گاہ بنایا اور تشنگان علوم کے حق میں ابر بہاری سے بڑھ کر کام کیا اور ۱۳۰۲ھ میں جوار رحمت مولائے حقیقی تعالےٰ میں روانہ ہوئے۔ جزاہ اللہ عنا احسن الجزا وجعل الفردوس مثواہ۔

اسی اثناء میں حضرت مولانا سعادت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۲۸۶ھ میں سفر آخرت پیش آیا۔ غفر اللہ لہ ولنا۔ اور حضرت مولانا مولوی حافظ احمد علی صاحب محدث سہارنپوری جنکے تقدس وکمال کی آوازہ سے ہندوستان گونج رہا تھا۔ اپنے علائق قطع کرکے وطن میں گوشہ نشیں ہوئے۔ اور ایام عزلت میں مدرسہ کی سرپرستی کا بار اپنے دوش پر اٹھایا اور اپنے آخر زمانہ حیات تک ایک خاص بڑی جماعت کو مدرسہ کی مسجد وغیرہ میں بیٹھکر صحاح ستہ حدیث کا درس دیا اور آخر طالبانِ حدیث کو بلبلاتے چھوڑ کر ۱۲۹۷ھ میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ جزاہ اللہ خیر الجزا

مولانا مولوی فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپوری مدرس اول یونیورسٹی لاہور رحمۃ اللہ تعالیٰ جو اپنے کمالات میں شہرۂ آفاق تھے اس مدرسہ کے مربی ہوئے۔ اور بہت کچھ اپنی سعی سے اسکو مالی امداد

پہنچائی۔ اور ۱۳۰۲ھ میں اہل مدرسہ کو داغ مفارقت دیکر اس دار ناپائیدار سے رخصت ہوئے۔

۱۲۹۱ھ میں جب کہ بہ نسبت سالہائے گذشتہ کے نمایاں ترقی ہوئی۔ اور وہ مکان مدرسہ جو حوائج مدرسہ کیلئے بکرایہ متصل مکان مولانا سعادت علی صاحب مغفور کیلئے رکھا تھا مکتفی نہ سمجھا گیا تو مدیران مدرسہ کی یہ رائے قرار پائی کہ مدرسہ کیلئے ایک مکان مستقل بنایا جاوے۔ چنانچہ تقریباً ساڑھے دس ہزار (۱۰۰۵۰) روپے کی لاگت سے مکانِ مدرسہ تعمیر کرایا گیا۔ اسکی تعمیر کی ابتدائی تاریخ مظہر علوم اور اختتام کا مادہ مظاہر علوم ہے۔

مدرسہ کا شہر کے جنوبی کنارہ سے شمالی کنارہ میں منتقل ہونا علماء کے جاں نثار علم کے دلدادہ جناب حافظ محمد فضل حق صاحب مرحوم خزانچی مدرسہ کا جذب طبیعت اور دلی کشش زبردست محرک اور قوی باعث ہے۔ حافظ صاحب مرحوم اپنی نیک طبعی اور کرم و مروت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ مدرسہ کی تعمیر کے وقت اکثر حصہ زمین مدرسہ کا حافظ صاحب کا عطیہ ہے۔ اور زر نقد سے بھی بہت کچھ اعانت و امداد فرمائی اور ۱۳۰۱ھ میں راہگزار عالم بقا ہوئے۔

مولانا ڈپٹی نجف علی صاحب حنفی مرحوم نے جب سے پنشن لیکر اقامت وطن اختیار فرمائی تھی مدرسہ کی نگرانی اور خبرگیری اور اسکی ترقی کی فکر میں رہے۔ گو اکثر حصہ ڈپٹی صاحب مغفور کا انگریزی ملازمت میں حکومت پر گذرا۔ پھر بھی علمی مناسبت اور علما اور علم کی عظمت اور وقعت انکے قلب میں نہایت استحکام کیساتھ جاگزیں تھی آخر ۱۳۱۲ھ میں انھوں نے بھی داعی اجل کو لبیک کہی اور دار البقار کو رخصت ہوئے۔

جناب خواجہ احمد حسن صاحب تحصیلدار رئیس سہارنپور منتظم مدرسہ بڑے خیرخواہ مدرسہ اور بڑے مدبر و نیک طبع ذی وجاہت تھے کئی سال تک بہت اسلوبی کے ساتھ انتظام مدرسہ فرماتے رہے اور بہت کچھ اپنی ذاتِ عالی سے امداد فرمائی۔ ۱۳۲۵ھ میں رحلت فرما گئے۔

انکے صاحبزادے بھی الولد سر لابیہ کے موافق مدرسہ کے دلی خیرخواہ ہیں اور وقت ضرورت مدرسہ کی سعی کماینبغی سے دریغ نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں مدارج عالیہ عطا فرماوے۔

اگرچہ معنیً تمام مدارس عربیہ دینیہ کے حضرت پیشوائے شریعت مقتدائے طریقت مخدوم العالم مولانا مولوی رشید احمد صاحب مرحوم مغفور مربی و سرپرست تصور کئے جاتے تھے۔ جنکے انفاس قدسیہ ہی کی برکات کا یہ نتیجہ ہے کہ یہ مدارس باوجود اس قسم کے تغیرات اور حوادث کے اپنے فیض کے چشموں سے عالم کو فیض پہنچا رہے ہیں لیکن اہل مشورہ مدرسہ ہذا نے ظاہراً طور سے

بھی یہ چاہا کہ حضرت مولانا مخدوم مرحوم اس مدرسہ کی بھی سرپرستی مثل سرپرستی مدرسہ عربی دیوبند کے قبول فرمائیں اور تمام تغیرات عزل ونصب مدرسہ کے حضرت کی رائے سے انجام ہوا کریں۔
چنانچہ یہ درخواست اہلِ مشورہ مدرسہ ہذا کی حضرت نے بطیب خاطر قبول فرمائی اور کئی سال تک تمام امور مدرسہ کے حسب تجویز حضرت صاحب مرحوم جاری ہوتے رہے۔ چنانچہ بہ برکت دعا وصوابدید حضرت مرحوم کے ہر جزو مدرسہ میں نمایاں ترقی ہوئی اور اب تک جو برابر ترقی ہو رہی ہے یہ انہیں قدسی انفاس کا اصلی اثر ظاہر ہو رہا ہے لیکن حسرت اور صد حسرت ہے کہ وہ عالم ربانی محی الدین لاثانی جو ہمارے لئے بلکہ تمام ہندوستان کیلئے نعمت عظمے اور فخر جہاں تھے۔ اس جہانِ فانی سے دار بقا تشریف فرما ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یفعل مایشآء و یحکم مایُرید۔
اس مدرسہ کے سر پر سے ایسے مقدس روحوں کا اٹھ جانا۔ ظاہراً اسکو چاہتا تھا کہ یہ مدرسہ بے چراغ ہو جائے اور بالکل نیست و نابود ہو جائے مگر جب کہ حق تعالیٰ سبحانہ کا فضل کرم شامل حال ہو اور ایسے اکابر دین کا للّہیت سے کام کیا ہوا ہو تو اسمیں کسی قسم کا فتور نہیں آسکتا۔ چنانچہ غیب سے امداد ہوئی اور بزرگان دین اور پیشوائے مسلمین اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ہر قسم کی ساعی اور کوشاں اور دعا گو اسکے ہیں یعنی مولانا مولوی ذوالفقار علی صاحب جو اس مدرسہ کے ہمیشہ سے ایک رکن رکین اور اعلی ممبر اور ممتحن سالانہ اور خبر گیران ہر قسم کے تھے اور مولانا الحاج الحافظ محمد اشرف علی صاحب تھانوی اور مولانا الحاج الحافظ عبدالرحیم خاں صاحب رائے پوری اور جناب قاضی فضل الرحمن خاں صاحب سرپرست سابق یہ چاروں صاحب اکابر دین سرپرست مدرسہ قرار پائے اور تمام امور کلی وجزئی ان صاحبوں کے سپرد ہوئے۔
جناب مولانا ذوالفقار علیصاحب موصوف بھی ۱۳۲۳ھ میں راہیِ ملک بقا ہوئے۔ اُنکے جانشین اعلیٰ حضرت فخر محدثین جناب مولانا مولوی محمود حسن صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ دیوبند سرپرستی کیلئے منتخب ہوئے تو مولوی صاحب موصوف نے بطیب خاطر قبول فرمایا۔ تمام ضروریات مدرسہ کی ان چاروں سرپرستوں کے مشورہ سے طے ہوتی ہیں۔ اللھم متعنا بطول بقاءھم وضاعف فیوضھم وبرکاتھم ؛

۴۴ سنہ بنائی مطابق ۱۳۲۶ھ

اس سال مدرسہ کو ایک افسوسناک حادثہ سے متاثر ہونا پڑا۔ اور گویا مدرسہ ایک طاقتور بازو سے محروم ہوگیا۔ کہ ۵ اشوال ۱۳۲۶ھ کو جناب قاضی فضل الرحمن خاں صاحب رئیس سہارنپور وسرپرست

مدرسہ وجامع مسجد کا بعارضہ بخار وغیرہ انتقال ہوگیا۔ إنا للہ وإنا الیہ راجعون۔

حضرت قاضی صاحب مرحوم کی ہر دلعزیزی اور دینی و اسلامی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ایسا نہیں کہ اسکو بھلادیا جائے۔ ابتداء سے لیکر تا آخر عمر مدرسہ کیلئے معاملات میں جو دلچسپی سرپرستی اور معاونت فرمائی وہ اکابر مدرسہ کے دل میں اپنے نہ مٹنے والے نقوش چھوڑ گئی۔ قاضی صاحب مرحوم نے بہت سے مواقع پر بڑی فراخ دستی کے ساتھ مدرسہ کی مالی اعانت فرمائی۔ انتقال سے چند روز قبل ایک بہت بڑا حصہ اپنی زمین کا مرحمت فرماکر مدرسہ کیلئے مستقل آمدنی کا ذریعہ پیدا فرمادیا۔ فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے قاضی ظفر احمد صاحب قاضی شہر بنائے گئے۔

سہارنپور اور اس کے اطراف میں بخار وغیرہ کی کثرت تھی جس سے طلبا بھی متاثر تھے۔ اس لئے حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی خدمت میں امتحان سالانہ کے متعلق درخواست کی گئی کہ جلد لیا جائے چنانچہ حضرت نے منظور فرماکر اکیس ۲۱ کتب کے سوالات تحریر فرماکر بھیجدیئے اور بقیہ تیرہ ۱۳ کتب کے سوالات مولانا محمد یحییٰ صاحب نے تحریر فرمائے۔ یہ تحریری امتحان مسلسل چھ روز تک رہا۔ اور پھر ۱۱ شعبان سے تقریری امتحان شروع ہوا جو تین روز میں پورا ہوگیا۔

اس سال مولوی دین محمد صاحب افسر خزانہ وڈائرکٹر مدارس ریاست بھاولپور ۱۷ محرم کو تشریف لائے اور آمد وخرچ کے رجسٹران کو ملاحظہ فرماکر اپنے اطمینان کا اظہار فرمایا اور مبلغ ۵۰ روپے سالانہ مستقل مدرسہ کو مرحمت فرمانیکا وعدہ فرمایا۔ اسی سال قلمی کتب کا سب سے بڑا ذخیرہ جناب حکیم محمد اسحٰق وحکیم محمد یعقوب صاحبان رئیسان محلہ مفتی نے مدرسہ کو مرحمت فرمایا جسکی مجموعی تعداد تین سو پچپن (۳۵۵) تھی۔

طلبا ماہ شعبان ۱۳۲۶ھ میں امتحان سالانہ تک طلبا کی مجموعی تعداد ایک سو اکسٹھ (۱۶۱) تھی۔ جن میں پچاسی (۸۵) طلبا عربی کی تعلیم اور بقیہ قرآن مجید و فارسی کی تعلیم حاصل کرنے والے تھے۔ ابتداء مدرسہ سے لیکر اب تک ساڑھے تینتالیس سال میں جو طلبا اس مدرسہ سے علوم دینیہ کی تحصیل کر کے نکلے وہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) کے قریب ہیں۔ یہ مذکورہ تعداد بہت سے حذف و ترمیمات اور شرائط وقیود کے بعد شمار میں لائی گئی ہے۔ اگر کیف ما اتفق شمار کرلیا جائے تو نہ معلوم نوبت کہاں تک پہنچے۔ اس مختصر سی مدت میں فارغین کی یہ کثیر تعداد اور پھر ان کے توسط اور ذریعہ سے ایک بیشمار اور وسیع مخلوق کا علوم دینیہ کی تکمیل اور حصول میں لگنا خدا معلوم بانیان مدرسہ کو کیا سرور و حلاوت

بحث رہا ہوگا۔ اس موقعہ پر اگر حضرت مولانا محمود حسن صاحب سرپرست مدرسہ کا یہ ملفوظ شریف تحریر کردیا جائے تو کچھ زیادہ خوش فہمی اور مجذوب کی بڑ نہ سمجھی جائے گی کہ!

ہندوستان میں علم کی اتنی کمی تھی کہ دور کیوں جاؤ خود ہمارے اضلاع میں جنازہ کی نماز پڑھانیوالا مشکل سے ملتا تھا۔ اور آج علم کی کثرت کا یہ حال ہے کہ شہر تو شہر کوئی قصبہ بلکہ شاید کوئی گاؤں بھی ایسا نہ ہو جہاں کوئی مولوی نہ مل جائے۔" اھ۔

اس سال کے فارغ التحصیل طلبا ستّرہ ہیں۔ جن کے اسماء یہ ہیں۔ مولوی حافظ ظہور محمد خاں سہارنپوری، مولوی سبحان بخش سہارنپوری، مولوی غلام حسن چکوالی، مولوی عبد الغنی راولپنڈی، مولوی رستم علی انبالوی، حافظ لیاقت علی بجنوری، مولوی عبد الرحیم پشاوری، مولوی گل دست پشاوری مولوی عبد القادر سندھی، مولوی تاج محمد بنوی، مولوی جبیر الدین نواکھالی، مولوی نور احمد چاٹگامی، مولوی عبد العزیز چاٹگامی، حافظ مولوی محمد حسین شاہ پوری، مولوی خلیل الرحمن فریدپوری، مولوی سراج الحق چاٹگامی، ان فارغ التحصیل طلبا میں سے مولوی غلام حسن چکوالی اول نمبر آئے جنکو ۲۵ روپے نقد بطور انعام کے اور بیضاوی شریف، بیبذی، سبعہ معلقہ، مولوی مبین، تاریخ فرشتہ المجد المقل کتب دی گئیں۔

تعیرات گذشتہ صفحات سے معلوم ہو چکا ہے کہ سہارنپور میں ان ایام میں موسمی بخار بکثرت پھیلا ہوا تھا۔ اور ہر فرد بشر اس سے متاثر تھا۔ طلبائے مظاہر کے ساتھ ساتھ مدرسین مظاہر بھی اس سے نہ بچ سکے۔ چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مسلسل بائیس روز تک علیل رہے اور اسباق نہ پڑھا سکے؎۔ چونکہ حضرت اقدس کو مدرسہ کا تعلیمی ہرج چنداں گوارا نہیں تھا۔ اس لئے مہتمم صاحب مدرسہ کو ایک درخواست بھیجی جس کی نقل درج ذیل ہے۔

مکرم بندہ۔ جناب مہتمم صاحب مدفیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب کو معلوم ہے کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں۔ خدمت مدرسہ کی انجام دینے سے پورے وقت میں قاصر ہوں۔ لہٰذا عرض ہے کہ اگر حضرات سرپرستان مدرسہ منظور فرماویں تو یہ ہو سکتا ہے کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کو یہاں بلالوں۔ بقدر طاقت اسباق میں پڑھاؤں اور باقی ماندہ مولوی صاحب پڑھاویں۔ ہاں اگر ہم دونوں میں سے کوئی ایک موجود نہ ہو تو پورے اسباق کا وقت دوسرا پورا کرے۔ اس صورت میں مدرسہ کا حرج نہ ہوگا بلکہ نفع ہے۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو جو مستقل تجویز فرماویں اغنیا ہے۔" حررہ خلیل احمد ۲۵ رمضان ۲۶ سنہ پنجشنبہ

(حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

ہتمم صاحب نے یہ درخواست سرپرستان مدرسہ کو بھیجی - اسپر تینوں اکابر نے یہ جوابات تحریر فرمائے۔

میں اس معاملہ میں اسی قدر عرض کرسکتا ہوں کہ حضرت مولانا سلمہ سے زیادہ اس مدرسہ کا خیرخواہ اور اسکی ضرورتوں کا اندازہ کرنیوالا اور کون ہے۔ یہ بیشک صحیح ہے کہ مولانا صاحب کا ضعف بیشک اسکا مقتضی ہے کہ کچھ سہولت ضرور ہونی چاہیئے - اسکی جو صورت حضرت مولانا تجویز فرمادیں وہ ہرصورت سے انشاء اللہ پسندیدہ ہوگی۔ عبدالرحیم۔

حضرت مولانا صدر مدرس نے جو صورت تجویز فرمائی ظاہرا ہر پہلو سے قرین مصلحت ہے۔ اسلئے میں اسکے منظور کرلینے کی رائے دیتا ہوں۔　　اشرف علی۔ ۱۳ شوال ۲۶ھ۔

صورت مجوزہ جناب مولانا کے لئے موجب راحت اور مدرسہ کے لئے نہایت مفید ہے۔ اس لئے تامل نہ کرنا چاہیئے۔　　محمود حسن، ۱۲ شوال ۲۶ھ، علہ

سرپرستان مدرسہ کی اتفاق رائے سے جب یہ تجویز منظور ہوگئی اور یہ طے پاگیا کہ گنگوہ سے مولانا محمد یحیٰی صاحب کاندہلوی کو بلایا جائے تاکہ وہ حضرت اقدس کی بقیہ کتب کی تکمیل فرماسکیں تو ۱۹ ارجب کو مولانا گنگوہ سے تشریف لائے اور اسباق تکمیل کو پہنچائے۔

درجہ فارسی و ریاضی میں دو مدرس تھے۔ لیکن جماعت بندی ہوجانیکی بناء پر اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک مدرس کا اضافہ کیا جائے۔ اسلئے مولوی محمد یوسف صاحب مظاہری ساکن ریری کو بمشاہرہ علہ مقرر کیا گیا۔

اسباق متعلقہ حضرت سہارنپوری بیضاوی شریف دو سیپارے، بخاری شریف تمام، مسلم شریف تمام، ابوداؤد شریف تمام، ترمذی شریف تمام۔ ابن ماجہ تمام، ہدایہ جلد ثانی (کتاب المکاتب تک) درمختار (۵۹ صفحات) سبعہ معلقہ تمام، دیوان متنبی تمام، نخبۃ الفکر تمام، مختصر المعانی (۱۲ صفحات) اصول شاشی (۲۱ صفحات) اس کے علاوہ بقیہ کتب نسائی شریف وغیرہ مولانا محمد یحیٰی صاحب کے یہاں ہوئیں۔

جلسہ سالانہ سردی کی کثرت کی بناء پر اس سال جلسہ ۶ صفر ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۰۹ء یکشنبہ کو ہوا ——— جلسہ میں حاضرین کی کثرت سالہائے ماسبق سے کہیں زائد تھی۔ خاص خاص مدعوئین میں حضرات سرپرستان کے علاوہ چودھری لیاقت حسین صاحب رئیس مینڈھو داروغہ عبدالرزاق صاحب سب انسپکٹر پولیس ہاترس رئیس ریاست رام پور وغیرہ۔

علہ و علہ - بیاض حضرت شیخ زید مجدہ۔

۱۸ صفر کو تشریف لائے۔ جلسہ کا انتظام شہر کی وسیع و عریض جامع مسجد میں ہوا صحن میں شامیانے نصب کرائے گئے۔ سب سے پہلے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے تقریر فرمائی جس کا سلسلہ بارہ بجے تک چلتا رہا۔ اس کے بعد اگلے روز (۱۹ صفر جمعہ کو) دوسری نشست پھر جامع مسجد میں منعقد ہوئی جسمیں سب سے اول حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے وعظ فرمایا۔ پھر مدرسہ کے حالات سنائے گئے اور انعام تقسیم ہوا۔ اس کے بعد ارباب خیر نے مدرسہ کی مالی اعانت فرمانی شروع کی۔ جسکا سلسلہ بہت دیر تک چلتا رہا۔ اسی موقعہ پر تعمیر دارالطلبہ کیلئے امداد کا اعلان کیا گیا کہ اس کیلئے ایک وسیع زمین کی ضرورت ہے۔ جسکا تخمینہ تین ہزار روپے کے قریب ہے۔ اس کے بعد کمروں کی تعمیرات جس پر بیس بائیس ہزار روپے کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ اس اعلان کے بعد بسعی حضرت مولانا اشرف علی صاحب شیخ عبدالصمد رئیس الہ آباد نے مبلغ (۹۰) روپے مرحمت فرمائے اور دوسرے ارباب توفیق نے بھی اس موقعہ پر اعانت فرمائی۔

۴۵ سنہ بنائی مطابق ۱۳۲۷ھ

دو تین سال قبل سے دارالطلبہ کی تعمیر کے متعلق جو کوششیں اور اس کے اخراجات پورے کرنے کیلئے جو جدوجہد کی جارہی تھی اور رقم جمع کیجارہی تھی اس میں اس سال معتد بہ اضافہ ہوا۔ اور اہل خیر حضرات نے اس میں بڑی معاونت فرمائی۔ چنانچہ حضرت مولانا رحیم بخش صاحب پریذیڈنٹ کونسل ریاست بھاولپور نے مبلغ دو ہزار روپے کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا جب کہ پچھلے سال ہی اپنی جیب خاص سے تین ہزار روپے کی لاگت سے کتب خانہ تعمیر کرایا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت الحاج فصیح الدین صاحب اور مولانا عاشق الٰہی صاحب کی قابل مشکور سعی کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ سخت سرما کے موسم میں بھی کلکتہ تشریف لیگئے اور چند روز قیام فرماکر ڈیڑھ ہزار روپے سے زائد کی کثیر رقم لیکر آئے۔ ان حضرات اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات کی مساعی جمیلہ کا بدلہ تا قیام قیامت انشاء اللہ ان کو ملتا رہیگا۔

طلبا اس سال مجموعی طور پر ایک سو چھیاسٹھ (۱۶۶) طلبا تھے۔ جن میں اناسی (۷۹) طلبا عربی خواں اور باقی قرآن مجید و فارسی پڑھنے والے تھے۔ فارغین دورہ میں یہ حضرات شامل ہیں۔ مولوی نور احمد بھاولپوری، مولوی حافظ علیم اللہ فیض آبادی، مولوی غلام نبی نارہ پوری، مولوی رحمت اللہ جالندہری، مولوی عبدالخالق جالندہری، مولوی نور احمد فیض آبادی مولوی گل حسن بنوی، مولوی مفیض الدین فریدپوری، مولوی عبدالسبحان ارکانی، ان فارغین

میں سے امتیازی نمبرات حاصل کرنیوالے مولوی عبد السبحان تھے۔ جنھیں مدرسہ کی جانب سے پانچ روپیہ نقد انعام کے ساتھ ساتھ قرآن شریف مترجم مع رحل، تاریخ خمیس مصری الوعظ الاعظم بلوغ المرام قصائد قاسمی فیوض قاسمیہ کتب ملیں۔ امسال پہلی مرتبہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے ہمراہ بغرض امتحان تقریری تشریف لائے۔

تغیرات اس سال مولانا محمد یحیی صاحب سہسرامی مدرسہ عالیہ کلکتہ میں بغرض تدریس تشریف لیگئے۔ اس لئے ان کی جگہ مولانا نور الحسن صاحب ساکن جہلم کو بمشاہرہ ۱۵/ماہوار استاد مقرر کیا گیا۔ چنانچہ مولانا ماہ ذی قعدہ کے آخر میں تشریف لائے اور تعلیمی خدمات انجام دینی شروع فرمائیں۔ انھی ایام میں مولوی کفایت اللہ صاحب کی جگہ مولانا حافظ عبد اللہ صاحب گنگوہی بمشاہرہ ۱۵/ تھانہ بھون سے تشریف لائے۔ کارکنان مدرسہ میں سے اس سال مولوی فیض الحسن صاحب حج کیلئے تشریف لیگئے۔

اسباق متعلقہ حضرت سہارنپوری بیضاوی شریف تمام، بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف تمام، ہدایہ اخیرین (۳۰۰ صفحات) شرح وقایہ تمام، مقامات حریری (۹۶ صفحات) سبعہ معلقہ (۵۰ صفحات) دیوان متنبی (۷۱ صفحات) مسلم الثبوت (۲۱ صفحات)، ابن ماجہ تمام مولانا ثابت علی صاحب کے یہاں اور نسائی شریف و موطا تمام مولانا عنایت الہی صاحب کے یہاں ہوئیں۔

جلسہ سالانہ جلسہ سالانہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۳ / مارچ ۱۹۱۰ء یکشنبہ کو منعقد ہوا۔ واردین کی کثرت کی بنا پر جامع مسجد کے وسیع صحن میں شامیانے نصب کرائے گئے۔ خصوصی مہمانوں میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب، مولانا احمد حسن صاحب امروہی، حاجی فصیح الدین، حافظ وجیہ الدین، مولانا عاشق الہی اور شیخ رشید احمد خواجہ عزیز الحسن صاحبان، تشریف لائے۔ اپنے بعض اعذار کی بنا پر اس مرتبہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب۔ اور —— اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب سرپرستان مدرسہ تشریف نہ لا سکے۔ جلسہ شروع ہونے پر سب سے اول حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی تقریر ہوئی۔ باوجودیکہ طبیعت ناساز تھی۔ مگر ۹ بجے سے ۱۱ بجے تک مسلسل وعظ فرمایا۔ اس کے بعد مدرسہ کے سالانہ حالات سنا کر انعامات تقسیم ہوئے۔

سنگ بنائی مطابق ۱۳۲۸ھ پچھلے چند سالوں سے ایک جدید دار الطلبہ کی تعمیر کے متعلق جو کوششیں کی جارہی تھی۔ اور جو رقم اسکے لئے مہیا کیجارہی

تھی۔ وہ اب مبلغ گیارہ ہزار چار سو ستاسی (۱۱۴۸۷ روپے) تک پہنچ چکی تھی۔ اس لئے اکابر مدرسہ نے خدا کا نام لیکر ایک ہزار گز زمین جو مدرسہ سے قریبی فاصلہ پر شمالی جانب تھی اور بالکل غیر معروف سا حصہ تھا۔ دو روپے فی گز کے حساب سے خریدی اور ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ کو علماء و صلحاء کے مبارک ہاتھوں سے دار الطلبہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ اور مختصر سی مدت میں جانب مغرب پانچ کمرے اور جنوب کی طرف سات کمرے اور ایک زینہ اور غسل خانہ مع برآمدہ کے اور دو کانیں تیار ہو گئیں۔ متوسط کمرہ پر تعمیر کا خرچ محتاط سے محتاط اندازے کے مطابق پانچسو روپے لگایا گیا ہے۔ دار الطلبہ میں سب سے پہلے تن تنہا جس نے ایک حجرہ (کمرہ) بنوایا وہ جناب شیخ حافظ الٰہی بخش صاحب کی ذاتِ گرامی تھی۔ اکابر مدرسہ نے ان کا نام پتھر پر کندہ کرا کر کمرہ پر نصب کرا دیا۔

سرپرستان مدرسہ میں سے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے تعمیر کے موقعہ پر عام لوگوں کی توجہ مدرسہ کی طرف مبذول کرانے کیلئے ایک ترغیبی مضمون تحریر فرمایا جس کی اشاعت مدرسہ کیطرف سے پمفلٹ وغیرہ کی شکلوں میں ہوئی۔ جسمیں تحریر تھا۔

دار الطلبہ اس وقت باقیاتِ صالحات کے افضل افراد سے ہے۔ حدیث صحیح میں باقیاتِ صالحات میں سے جنکا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا ہے۔ یہ ارشاد فرمایا ہے او بیتا لابن السبیل بناہ۔ اور ظاہر ہے کہ طلبا ابن السبیل یقیناً ہیں۔ بلکہ سب ابناء السبیل سے افضل ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ سبیل اللہ ہیں۔ جب مطلق سبیل والوں کی اعانت میں یہ فضیلت ہے تو سبیل اللہ والوں کی خدمت میں کیا کچھ فضیلت ہوگی۔ پھر غور کرنا چاہیئے کہ سبیل اللہ کے سب افراد میں مطلقاً بھی اور خصوص اسوقت میں کہ علوم دینیہ کی سخت ضرورت ہے اور اس کی کمی سے سخت مضرتیں واقع ہیں۔ خاص اس سبیل اللہ یعنی تحصیل و تکمیل علوم دینیہ میں سب سے زیادہ فضیلت ہے پس بالضرور دار الطلبہ کا بنانا اس وقت اس حیثیت سے سب باقیات صالحات سے افضل ہے۔ امید ہے کہ اہل اسلام اپنی اپنی استطاعت کے موافق اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیں گے اور بلا لحاظ قلیل و کثیر ضرور اس میں امداد فرما دیں گے"۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ العبد اشرف علی تھانوی۔

حضرت تھانوی کے اس مضمون پر اکابر ذیل کی توثیق بھی ہے۔"

"بیشک حضرت مولانا اشرف علی صاحب سلمہٗ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ نہایت مناسب اور ضروری ہے"۔

العبد عبد الرحیم عفی عنہ

مولانا اشرف علی صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے وہ حق اور صواب ہے " العبد محمود عفی عنہ۔
اس تحریر کا اثر عوام و خواص سب پر ہوا اور خوب ہوا۔ ان حضرات اکابر کے متوسلین نے بڑی کشادہ دلی کے ساتھ معاونت فرمائی اور گرانقدر عطایا سے ممنون فرمایا۔ ان ہی انفاس قدسیہ کی برکت تھی کہ تعمیری کام شروع ہونیکے بعد مسلسل چلتا رہا۔ اگرچہ دورانِ تعمیر میں ایسے حالات بھی آئے جب کہ اس مد میں مدرسہ کے پاس بقدر ضرورت بھی سرمایہ نہ تھا لیکن الحمد للہ دس سال کی مدت تعمیر میں کوئی دن بھی ایسا نہ آیا کہ حالات ناسازگار ہونے کی بنار پر یہ کام روکدیا گیا ہو

اس سال کے اہم واقعات میں سے دار العلوم دیوبند کا وہ مشہور و معروف جلسۂ دستار بندی ہے جس کی نظیر اس کے بعد سے اب تک نہیں ملی۔ مورخہ ۱۶-۱۷-۱۸ اپریل ۱۹۱۰ء مطابق ۶-۷-۸ ربیع الثانی ۲۸ھ میں تین دن یہ مشہور آفاق جلسہ رہا۔ سینکڑوں طلبہ کی اس موقعہ پر دستار بندی ہوئی۔ جن میں سب سے پہلے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کے دستار بندھی اسکے بعد شیخ العرب والعجم و شیخ الاسلام مولانا مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو ایک دستار مدرسہ کی طرف سے دوسری قطب عالم حضرت گنگوہی کے صاحبزادے حضرت الحاج حکیم مسعود احمد صاحب کی طرف سے۔ اور تیسری حضرت مولانا الحاج حکیم احمد صاحب رام پوری رکن مجلس شوریٰ کی طرف سے عطا ہوئی۔ یہ دستاریں سبز رنگ کی تھیں جن پر سنہرے حرفوں میں "دستار فضیلت دار العلوم دیوبند" لکھا ہوا تھا اس جلسہ کا حال حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے "نقش حیات" صفحہ ایکسو تیئس (۱۲۳) جلد اول میں بھی تحریر فرمایا ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک مستقل مفصل رسالہ بھی لکھا گیا تھا۔ جسمیں اس جلسہ کی بڑی تفصیلات تھیں جو میرے کتب خانہ میں اب بھی موجود ہے۔ جلسہ میں حضرت مولانا احمد صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے ایک نہایت مفصل روئداد مدرسہ کی پڑھکر سنائی جو دار العلوم دیوبند کا زرین ماضی و مستقبل کے نام سے علیحدہ کتابی شکل میں شائع ہوئی۔ اس زمانے میں اخبارات میں بہت طویل مقالے اور مضامین اس جلسے کی غیر معمولی کامیابی اور حسن انتظام پر شائع کئے گئے۔
بہت سی کرامات کا ظہور بھی اس موقعہ پر ہوا۔ اس ناکارہ کی عمر اس وقت تیرہ سال کی تھی۔ باوجود اس کے ابتک سارے مناظر آنکھوں میں پھر رہے ہیں۔ جلسہ میں اکابر کے تفکر اور سوچ بچار کی کیفیت بالخصوص حضرت اقدس شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کے گہرے سوچ اور فکر و پریشانی کے متعلق حضرت اقدس مدنی تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ نہایت ساکت و صامت تفکر کے دریا میں غرق نظر آتے تھے۔
کبھی یہاں بیٹھ گئے کبھی وہاں۔ ان تمام ایام میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ مراقب پائے جاتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی نہایت ہی عظیم الشان بار آپ پر پڑا ہوا ہے جس کی فکر میں ڈوبے ہوئے اپنے پروردگار سے عرض و معروض کر رہے ہیں۔ اور واقعہ بھی یہی تھا۔ مشکلات خود بخود حل ہو جاتی تھیں جن امور کو عقدۂ لاینحل اور معمولی طاقتوں سے بالاتر سمجھا جاتا تھا وہ چٹکیوں میں انجام پاتے تھے۔ ۵۷

جیسا کہ حضرت شیخ الاسلام نے لکھا۔ اتنا تو مجھے خوب یاد ہے کہ جملہ اکابر پر اس وقت نہایت وقار، نہایت گہرا سوچ رہتا تھا۔ چھوٹے لوگوں میں تو ہنسی مذاق رہتا تھا لیکن ان اکابر کو میں نے ان ایام میں بہت کم ایک دوسرے سے بات چیت کرتے دیکھا۔

جلسہ میں آمد لاتعد و لاتحصیٰ ہو رہی تھی۔ عین وقت پر بسا اوقات مجمع میں کھانے کے اعتبار سے کمی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن برکات کے کھلے مشاہدے ہوتے تھے کہ ہر موقعہ پر کھانا ضرورت سے بچ جاتا۔ مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے بروایت علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی نقل کیا ہے کہ اسی جلسہ میں ایک موقعہ پر کھانا بہت کم ہو گیا کیونکہ مجمع عین وقت پر اندازے سے زائد ہو گیا تھا۔ حضرت شیخ الہند کمر میں پٹکا باندھکر مطبخ کے قریب موڑھا بچھا کر بیٹھے کھانا کھلانا شروع کیا گیا۔ سب مجمع فارغ ہو گیا۔ کھلانے والوں نے بھی کھا لیا۔ تو پھر حضرت نے ہم سے کہا کہ چھتہ کی مسجد کے دروازہ پر جا کر کہو، کہ ،، اللہ کے فضل سے فراغت ہو گئی۔ سب مجمع نے کھانا کھا لیا۔ ہم نے جا کر اسی طرح دروازہ پر کہا۔ وہاں اس وقت کوئی آدمی نظر نہیں آرہا تھا۔ ہمارے اس کہنے پر مسجد کے اندر سے تین حضرات نکلے۔ یعنی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ یہ حضرات پہلے سے وہاں مسجد میں مراقب بیٹھے تھے جب نکلے تو ان سب کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ فقط

میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی گنگوہ سے مظاہر علوم میں مستقل آمد اسی موقعہ پر ہوئی تھی کہ ابا جان کا کتب خانہ جس میں حضرت حاجی صاحب، حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی اور ولی اللّٰہی خاندان کے اکابر کی کتابیں بہت کثرت سے تھیں اور اس وقت کا مجمع ان کتابوں کا شائق اور متمنی تھا۔ اس لئے اہل مدرسہ کے اصرار پر شروع ربیع الثانی سے یہ سارا کتب خانہ گاڑیوں میں بھر کر دیوبند منتقل ہوا۔ اور دارالعلوم کے شرقی جانب جو مکان ،، دیوان ،، کے نام سے

۵۷۔ نقش حیات صفحہ ۱۳۴

مشہور ہے اسمیں یہ سینکڑوں کتابیں جو ہزاروں کی مقدار میں تھیں رکھی گئیں اور جلسہ گاہ کے قریب ایک خیمہ میرے والد صاحب کے کتب خانہ کا تھا۔ دیوان میں سے تھوڑی تھوڑی کتابیں اس جگہ لائی جاتیں جن کا تسلسل سارے دن رہا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس خیمہ کے قریب ہی ایک خیمہ لیمن سوڈے کا تھا جس سے خریدکر میں مخصوص اکابر کو باصرار ایک دو بوتل ضرور پلاتا۔ باپ کی کمائی تھی میرا تو صرف مفت کرم داشتن تھا۔ اس جلسہ کے اختتام پر بقیہ کتب خانہ سہارنپور منتقل ہوا اور یہی میرے والد صاحب کے مستقل سہارنپور میں آنے کی تقریب ہے۔ دیوبند کے جلسہ میں میرے والد صاحب کی کتابیں اتنی فروخت نہیں ہوئیں جتنی کہ عوام میں مفت تقسیم ہوئیں۔

طلبا

اس سال مجموعی طور پر مدرسہ میں دوسو چھتیس (۲۳۶) طلبا نے داخلہ لیا۔ جن میں عربی کی تعلیم حاصل کرنے والے ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) اور بقیہ قرآن مجید و فارسی کی تعلیم حاصل کرنے والے تھے۔ اس سال تعلیم سے فراغت حاصل کرنے والے طلبا یہ تھے۔ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی مولوی محمد اسمٰعیل راولپنڈی، مولوی انوار اللہ نواکھالی، مولوی شاہ گل کوہاٹی، مولوی محمد اعظم بزی، مولوی عبد الجبار فرید پوری، مولوی عبد الغنی گیاوی، مولوی عبد الرحمٰن فیروزپوری، مولوی ہدایت اللہ فیروزپوری، مولوی منظور احمد خاں سہارنپوری، مولوی حافظ اشفاق الرحمٰن کاندھلوی، مولوی شمس الحق میرٹھی، مولوی بشیر احمد نگینوی، ان فضلاء میں مجموعی طور سے امتیازی نمبرات حاصل کرنے والے مولوی شاہ گل تھے جنھیں انعام میں پانچ روپے نقد کے ساتھ ساتھ تفسیر حسینی فارسی، مشارق الانوار، دلائل الخیرات، مجموعہ خطب ماثورہ، بحر الاسرار، صراط مستقیم کتب انعام میں ملیں۔

تغیرات

اس سال مدرسین و متعلقین مدرسہ کا ایک بڑا قافلہ حج کو گیا اور حج و زیارت سے مشرف ہوا۔ جن میں اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب سرپرست مدرسہ مع صاحبزادہ مرحوم و دیگر اعزہ اور مولانا ثابت علی صاحب مدرس سوم، مولانا عبد اللطیف صاحب مدرس چہارم، مولانا عبد اللہ صاحب مدرس پنجم، مولانا فیض الحسن جو بلا تنخواہ خدمات مدرسہ انجام دیتے تھے۔ اور مولانا مبارک علی صاحب محصل چندہ، یہ سب حضرات تھے۔ اسلئے ارباب مدرسہ کو بیک وقت کئی مدرسین کا اضافہ اور جدید تقرر کرنا پڑا۔ چنانچہ مولوی سراج الدین صاحب بنوی مظاہری کو بمشاہرہ ۲۵ اور مولوی سلطان احمد صاحب کو بمشاہرہ ۲۰ مقرر کیا گیا۔ تیسرے مدرس جن کا عارضی تقرر ہوا مولانا حافظ محمد الیاس صاحب کاندھلوی تھے جو بمشاہرہ ۱۳ روپے مدرس بنائے گئے۔

مولوی نور الحسن صاحب مدرس دوم جو گذشتہ سال مقرر ہوئے تھے اپنے اعذار کی وجہ سے بعد تعطیل رمضان تشریف نہ لا سکے۔ اس لئے ان کے قائم مقام کی تلاش ہوئی، بالآخر مولانا عبد الوحید صاحب سنبھلی جو ریاست مینڈھو میں مدرس دوم تھے بمشاہرہ ۲۵ روپے ۱۹ ر ذی الحجہ کو تشریف لائے اور خدماتِ مدرسہ انجام دینی شروع کیں۔

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب بھی امسال حج کے لئے تشریف لیگئے۔ یہ حضرت اقدس کا چوتھا حج تھا۔ حضرت کا یہ سفرِ حج اچانک ہوا۔ پہلے سے کوئی نظم اور تیاری نہیں تھی۔ اس سفر کے متعلق حضرت مولانا عاشق الہٰی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

> ۱۳۲۸ھ میں جب مولانا تارائے پوری کو آپنے دہلی تک مشایعت فرما کر حجاز روانہ کیا تو شوقِ حاضری حرمین کا پھر غلبہ ہوا۔ اور شاہ زاہد حسین صاحب رئیس بہٹ نے آپ سے خواہش کی کہ ساتھ تشریف لے چلیں تو آپنے منظور فرمالیا۔ اور مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کو (جو جمادی الاول سے حسب معمول اسباق دورہ کی تکمیل کیلئے آئے ہوئے تھے) اپنا قائم مقام بنا کر اہلیہ کو مکان پر چھوڑ کر وسطِ ذیقعدہ میں بمبئی روانہ ہوئے۔ ۶ ر ذی الحجہ کو آپ مکہ پہنچے۔ اور ۱۰ محرم کو براہ رابغ مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ بائیس ۲۲ دن قیام فرما کر وطن کو مراجعت فرمائی۔ اور آخر صفر میں سہارنپور تشریف لے آئے۔ ۵۷

اس سفر مبارک میں جس کی مدت تقریباً پانچ ماہ ہوتی ہے حضرت کے تمام اسباق مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی نے پڑھائے۔ ان ایام میں مدرسہ سے جو تنخواہ ملتی وہ اماں جی صاحبہ (اہلیہ محترمہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب) کو پہنچا دیتے۔ کیونکہ وہ اس سفر میں حضرت کے ہمرکاب نہ تھیں۔ سفرِ حج سے تشریف لانے کے بعد تمام حضرات اپنی اپنی جگہ درس و تدریس میں مشغول ہوگئے اور مولانا محمد یحییٰ صاحب اپنی جگہ برقرار رہے۔

اسباق متعلقہ حضرت سہارنپوری بیضاوی شریف تمام، مدارک تمام، بخاری شریف مسلم شریف، ابو داؤد شریف، ترمذی شمائل ترمذی تمام، نخبۃ الفکر، ہدایہ اخیرین، درمختار تمام، مدرس دوم مولانا نور الحسن صاحب کے پاس نسائی شریف تمام، اور مدرس سوم مولانا ثابت علی صاحب کے پاس ابن ماجہ شریف تمام

۵۷۔ تذکرۃ الخلیل صفحہ ۳۶۵۔ مطبوعہ اشاعت العلوم " (شاہد غفرلہٗ)

ہوئی۔ حضرت کے سفر حج کی غیبت کے یہ اسباق حسب دستور مولانا محمد یحییٰ صاحب کے یہاں ہوئے۔

جلسہ سالانہ مدرسہ کا سالانہ جلسہ اس مرتبہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۱۱ء بروز یکشنبہ منعقد ہوا۔ جلسہ میں عمائد شہر اور بیرونی مہمانوں کے علاوہ ایک بڑی تعداد اپنے وقت کے بزرگوں اور اولیاء کرام کی تھی جن میں مولانا محمود حسن صاحب (شیخ الہند) مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، مولانا عبد الرحیم صاحب سرپرستان مدرسہ اور مولانا حافظ احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی، مولانا عبید اللہ صاحب سندھی وغیرہ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ خواص میں شیخ رشید احمد حاجی وجیہ الدین حافظ فصیح الدین صاحبان بھی تشریف فرمائے جلسہ ہوئے، جلسہ کا آغاز چند خوش الحان طلبائے حفاظ مدرسہ کی قرات سے ہوا۔ جس نے جلسہ میں ایک سماں باندھ دیا اس کے بعد حضرت اقدس تھانوی نے تقریر فرمائی اور اپنی عادت شریفہ کے مطابق مسلسل دو گھنٹے وعظ فرمایا۔ اس کے بعد مدرسہ کے حالات سنا کر انعامات تقسیم کئے گئے۔

سنہ بنائی مطابق ۱۳۲۹ھ الحمد للہ دار الطلبہ جو چند سال سے زیر تعمیر تھا اب اس کا ایک کافی اور معتد بہ حصہ تیار ہو گیا۔ جس میں جنوب کی جانب دو گودام اور ایک بڑا کمرہ، زینہ غسل خانہ، برآمدہ سائبان اور جانب غرب آٹھ کمرے مع برآمدے کے اور جانب شمال میں چھ کمرے شامل ہیں، دار الطلبہ کی تعمیر اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں الحمد للہ کم وبیش سب کا ہی تعاون رہا۔ اور تمام برادریوں کے لوگوں نے اس سلسلہ میں مدرسہ کی معاونت فرمائی۔ جذبۂ اعانت جہاں مردوں میں تھا عورتوں میں بھی اس سے کہیں زائد تھا، شیخ صاحبان کی برادری میں ایک مسماۃ بی بی مریم صاحبہ نے محلہ کی تمام مستورات سے چندہ کی تحریک کی اور ایک معتد بہ مقدار حاصل کر کے مدرسہ میں جمع کرائی۔

والیان ریاست میں سے بطور خاص آنریبل شیخ محمد صادق صاحب وزیر ریاست خیرپور سندھ نے مستقل ایک دن مدرسہ میں قیام فرما کر مدرسہ کے حالات وکوائف کو بغور دیکھا درسگاہوں میں بنفس نفیس تشریف لیگئے۔ اور بہت محظوظ ہوئے، طلبائے حفظ کا تجوید کے ساتھ قرآن شریف سنا۔ اس کے بعد تعمیرات کے معائنہ کیلئے موقعہ پر تشریف لیگئے۔ اس موقعہ پر ارباب مدرسہ کی جانب سے وقتی طور پر مدرسہ میں ایک مجلس مناظرہ منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا عبد اللطیف صاحب

اور مولانا ظفر احمد صاحب نے آدھ گھنٹہ تناسخ (آواگون) جیسے موضوع پر باہمی طور سے مباحثہ فرمایا جسے آنریبل صاحب نے بڑے غور و توجہ سے سنا۔ روانگی کے وقت اپنی طرف سے تعمیر دار الطلبہ کے مد میں ایک ہزار (۱۰۰۰ روپے) مرحمت فرمائے۔ اور اسی کے ساتھ دو سو (۲۰۰ روپے) کی رضائیاں طلبا کو اپنے سامنے تقسیم کرائیں۔ شیخ صاحب کی آمد پر مدرسہ کی جانب سے ایک تہنیت نامہ پیش کیا گیا جو مولانا ظفر احمد صاحب استاذ مدرسہ کا تحریر کردہ تھا۔

اسی طرح والیہ ریاست بھوپال ہز ہائینس نواب سلطان جہاں بیگم نے حضرت امام ربانی سے عقیدت کی بنا پر بارہ سو (۱۲۰۰ روپے) مدرسہ کو مرحمت فرمائے۔ جس کا ارباب مدرسہ نے ان الفاظ کے ساتھ شکریہ ادا کیا۔

ہم مساکین و حجرہ نشیں طلبہ حقیقت میں آداب شاہی اور القاب سلاطین سے بھی واقف نہیں اور نہ ہمیں وہ الفاظ یاد ہیں جن کی رنگ آمیز عبارت سے اس احسان کا شکریہ ادا کیا جائے۔ ہم ناداروں کے پاس بجز دعا کے کچھ نہیں ہے۔ اس لئے دعا پر ہی اکتفا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ ممدوحہ کو باایں کمالات علمیہ و عملیہ تادیر زیبندۂ سریر سلطنت اور مایہ الافتخار تخت حکومت رکھے اور اپنی ہر قسم کی عطا و نواز شہائے جلیلہ سے نوازے۔ ویرحم اللہ عبداً قال آمینا۔

طلبہ طلبا کی مجموعی تعداد اس سال دو سو پچیس (۲۲۵) رہی۔ جن میں ایک سو چودہ (۱۱۴) طلبا عربی کی تعلیم اور باقی قرآن مجید، فارسی و ریاضی کی تعلیم حاصل کرنے والے تھے۔ اس مرتبہ مدرسہ کا سالانہ تقریری امتحان حضرت مولانا محمود حسن صاحب اپنے اعذار بالخصوص بیماری کی وجہ سے نہ لے سکے۔ اس لئے حضرت الحاج مولانا جمعیت علی صاحب پروفیسر کالج ریاست بھاولپور (جو حسن اتفاق سے ان دنوں مدرسہ میں تشریف فرما تھے) سے درخواست کی گئی۔ مولانا نے مدرسہ کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے طلبا کا امتحان لیا۔ الحمد للہ! پچانوے فیصد طلبا اپنے اپنے امتحانات میں کامیاب ہوئے۔ اس سال جو طلبا سند فراغ لیکر واپس ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولوی مشرف علی بنگالی، مولوی احمد الدین جالندھری، مولوی عبد الغنی پنجابی، مولوی حیدر علی چاٹگامی، مولوی احمد بیگ بزی، مولوی حیدر علی پشاوری، مولوی منظور احمد مظفر گڑھی، مولوی عبد الحی نواکھالی، مولوی عبد اللطیف فریدپوری، مولوی شفیق احمد پسر مولانا صدیق احمد صاحب انبہٹوی، مولوی سفر علی بنگالی، مولوی محمد الدین فیروزپوری، مولوی صدیق علی گڑھی، مولوی

جمال اللہ چاٹگامی، مولوی ظہور احمد سہارنپوری۔ مولوی محمد ادریس مظفرنگری۔
ان فارغین میں اول نمبر سے کامیاب ہونے والے مولوی مشرف علی ابن خلیل الرحمٰن بنگالی تھے جن کو نقد انعام کے ساتھ ساتھ غایۃ الاوطار جلد دوم انعام میں ملی۔

تغیرات اس سال ماہ جمادی الثانی میں مولانا عبداللہ صاحب استاذ مدرسہ نے اپنی بیماری اور ضعفِ طبیعت کی بنا پر استعفادیا۔ ان کے قائم مقام مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی جو اسی مدرسہ کے فارغین میں سے ہیں بمشاہرہ ۱۵ مقرر ہوئے اور مولانا الحاج محمد الیاس صاحب کاندہلوی جو اساتذۂ مدرسہ کے سفرِ حج کی غیبت میں منتخب کئے گئے تھے ۱۵ روپے مشاہرہ پر مستقل استاذ مدرسہ بنائے گئے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب مدرسہ میں مستقل مدرس بنا دیئے گئے ——— ابتک مدرسہ کی روئداد میں ہر مدرس کے اسباق کی تفصیل لکھی جاتی تھی اور ہم بھی مدرس اول کے اسباق بڑے اہتمام سے ہر سال تحریر کرتے آئے ہیں۔ مگر اس سال سے بجائے اسباق مدرس کے وہ جملہ کتب جو مدرسہ میں پڑھائی جاتی تھیں انکا از ابتدا تا انتہا خواندگی کا نقشہ ذکر کیا جانے لگا۔ اس لئے آئندہ سنین سے تاریخ مظاہر کا یہ عنوان ختم کیا جاتا ہے۔

جلسۂ سالانہ سال گذشتہ کے مانند اس مرتبہ بھی سالانہ جلسہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ یکشنبہ کو ہوا۔ جسکا بڑے پیمانہ پر جامع مسجد میں انتظام کیا گیا۔ اور دعوتی خطوط اطلاعی کارڈ وغیرہ طبع کرا کر تقسیم کرائے گئے۔ خصوصی مہمانوں میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب، مولانا عبدالرحیم صاحب، مولانا اشرف علی صاحب سرپرستان مدرسہ، اور مولانا احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، مولانا عبید اللہ صاحب سندھی و دیگر علماء دیوبند کے علاوہ مولانا الحاج رحیم بخش صاحب پریزیڈنٹ ریاست بہاولپور، حاجی فصیح الدین، حاجی وجیہ الدین و شیخ رشید احمد صاحبان، مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تشریف لائے۔ سب سے پہلے درجہ حفظ سے فارغ شدہ طلبا نے قرآن مجید پڑھا۔ اس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے وعظ فرمایا۔ جو صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک مسلسل ہوتا رہا۔ حضرت تھانوی کی یہ تقریر حرف بحرف مولوی سعید احمد مظاہری نے ضبط کی۔ جسکو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے تجارت آخرت کے نام سے طبع فرمائی۔ اور ہزاروں نسخے اس کے مفت تقسیم فرمائے۔ اس کے بعد سالانہ رپورٹ پڑھکر سنائی گئی۔

تعمیر دار الطلبہ بنائی مطابق ۱۳۳۸ھ | دار الطلبہ کی تعمیر اس سال تک اپنی تکمیل کے بہت سے منازل طے کر چکی تھی مجموعی طور پر جتنا حصہ اس کا

مکمل ہوا اس کا مختصر سا نقشہ یہ ہے کہ تعمیر کے دو حصے کئے گئے ہیں۔ ایک بیرونی حصہ جو صدر دروازہ سے باہر ہے اس حصہ میں دو گودام ایک زینہ اور دو دوکانیں اور ایک حفاظتی دیوار بنائی گئی۔ اور اندرونی حصہ میں ہر چہار جانب کی تحتانی تعمیر جس میں چھبیس کمرے دو زینے اور ہر چہار جانب کے برآمدے ہیں تیار ہو گئے۔ فوقانی تعمیر کیلئے ابتداءً یہ قرار پایا کہ شرقی جہت میں تین درسگاہیں تعمیر کرادی جائیں۔ تاکہ اساتذہ کے لئے تعلیم کا بندوبست اوپر ہو جائے اور مدرسین کی آوازوں میں درس کے وقت جو مزاحمت ہوتی ہے وہ ختم ہو جائے۔

دار الطلبہ کی تعمیر کا نقشہ حضرت اقدس سہارنپوری کی اپنی تجویز سے تھا۔ صدر دروازہ کے بالمقابل حجرہ ۱۱ جو بہت مختصر ہے وہ اس تجویز پر بنایا گیا تھا کہ دار الطلبہ کے غربی حصہ میں جو زمین ہے اس کو خرید کر دوسرا دار الطلبہ غربی جانب اسی نقشہ پر بنایا جائے اور یہ حجرہ دونوں دار الطلبہ کیلئے دروازہ رہے۔ اس وقت میں اس غربی حصہ کی خریداری کے امکانات بہت قریب ہو گئے تھے اور چونکہ اس کے مالکان لدھیانہ منتقل ہو گئے تھے اسلئے مولانا عبد اللہ جان نے اس کی بھی امید دلائی تھی کہ میں اس حصہ کو مدرسہ کیلئے وقف کرادونگا یا قیمتاً خرید لیا جائیگا مگر بعض اسباب کی بناء پر اس کی تکمیل نہ ہو سکی۔

موجودہ تعمیر کے لئے امسال چار حضرات نے بڑی فراخ دستی سے مدرسہ کی اعانت کرتے ہوئے پانچ۔ پانچ سو روپے کے گرانقدر عطایا مدرسہ کو مرحمت فرمائے۔

انجمن ہدایۃ الرشید | مدرسہ کی زریں خدمات اور رفتار زمانہ کے مطابق اس کے کارنامے ایسے نہیں جنھیں سرسری نظر سے دیکھکر ایک طرف

رکھدیا جائے یا ایک ، داستانِ پارینہ، سمجھ کر انسے بے اعتنائی برتی جائے۔ الحمدللہ! اکابر مدرسہ نے ہر موقعہ پر آگے بڑھ کر اسلام کی طرف سے بہترین دفاع کیا اور ہر آڑے وقت میں سینہ سپر ہو کر آگے بڑھے۔

اس سال کے اہم واقعات میں ہم وقت کی ایک اہم ترین خدمت بعنوان انجمن ہدایت الرشید کے کچھ حالات لکھنا چاہتے ہیں تاکہ وابستگان مظاہر معلوم کرلیں کہ دفاع عن الدین کے سلسلہ میں ان کے مدرسہ کی تاریخ بھی بڑی تابناک اور روشن ہے۔ جن حالات میں یہ انجمن

قائم ہوئی اور جو عوامل و محرکات اس کی تاسیس کا باعث بنے اسکا اندازہ شعبۂ تبلیغ انجمن کی طرف سے جاری کردہ اس بیان سے ہو سکتا ہے۔

آج کل شدھی وسنگٹھن کی موجودہ سرگرمیاں مسلمانوں کی جان و مال سے گذر کر ان کے ایمان و اسلام پر نہایت شرمناک حملے کر رہی ہیں۔ اور ارتداد کے عالمگیر فتنہ نے مسلمانوں کے جذبات ملیہ کو ایسا مجروح کیا ہے کہ جسکا اندمال یقیناً ناممکن ہے۔ بالخصوص شر انگیز و گمراہ کن فرقہ آریہ سماج نے شدھی وسنگٹھن کے ماتحت مسلمانوں اور ان کے ہادی برحق صلے اللہ علیہ وسلم پر سینکڑوں بیجا الزامات قائم کر کے سادہ لوح و جاہل مسلمانوں کو نور اسلام سے نکالکر ظلمت کفر میں ڈالنے کی کوشش کی۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کی غفلت شعاری و بے توجہی میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ ہاں! البتہ علماء اسلام کی بار بار کی چیخ و پکار نے اسقدر ضرور احساس پیدا کیا کہ ایک مرتبہ فوری جوش کے ساتھ تمام ملک میں سینکڑوں انجمنیں مجلسیں عرصۂ شہود میں آئیں اور خوب سرگرمیاں دکھلائیں مگر افسوس کہ چند روز بعد وہ بھی تغافل مسلم کی شکار ہو گئیں جن میں سے بعض بعض اب تک نیمجان مسلمانوں کی اولوالعزمی و کرم نوازی کیطرف چشم براہ ہیں۔

انھیں میں سے ایک انجمن ھدایت الرشید متعلقہ مدرسہ مظاہر علوم ہے۔ جسکے مفید کارنامے اور تبلیغ اسلام کے بیش بہا خدمات نے اس کو اپنے ابنائے جنس میں ممتاز و مشہور کر رکھا ہے۔ راجپوتانہ کے آتش ارتداد کو فرو کرنے کے لئے اس انجمن کی جدوجہد جاں فشانیاں کیسی مقبول بارگاہ ہوئیں۔ کہ اس کفرستان میں سینکڑوں کفار خداوند قدوس کو معبود ازلی تسلیم کرتے ہوئے سچے اور پکے مسلمان بن گئے۔ اور ان کے بچوں و بچیوں کیلئے اکثر گاؤں میں مدارس و مکاتب اسلام قائم کئے گئے۔ [۵۷]

ان ناگفتہ بہ حالات میں ایک مرکز علمی کیلئے یہ چیز ازبس ضروری تھی کہ اس کی نگرانی میں کوئی ایسا شعبہ بھی کھولا جائے جہاں لائق طلبہ وقت کے تقاضوں کے مطابق اپنے کو تیار کر سکیں اور دریدہ دہن غاصبانِ اسلام کے حملوں سے خود اپنا اور ملت اسلامیہ کا بھرپور تحفظ کر سکیں

۵۷: الذکر السعید فی احوال ہدایت الرشید صفحہ ۲۔ (شاہد عفی عنہ)

چنانچہ اللہ کا نام لیکر مورخہ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۳۰ھ کو اس شعبہ کا افتتاح ہوا۔ اور اس کے لئے اپنا مستقل نصاب تجویز کیا گیا۔ واعظین ومقررین کی مختلف جماعتیں بنائی گئیں ضروری اور مفید لٹریچر فراہم کیا گیا۔ تصنیف وتالیف کے ذریعہ سے بیش بہا خدمات انجام دی گئیں اور امام ربانی حضرت اقدس گنگوہی کے اسم مبارک سے استبراک کرتے ہوئے اسکا نام انجمن ہدایت الرشید رکھا گیا ۔

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید — کہ ز انفاس خوشش بوئے کسے می آید

اس انجمن نے علمی میدان میں جو خدمات انجام دیں اس کے لئے تو اپنے موقعہ ومقام کا انتظار کیجئے۔ البتہ یہاں اس کے بنیادی اصول جس پر وقت کا یہ اہم قلعہ تعمیر کیا گیا تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) مذہب اسلام کے پاک اور سچے اصول کو تشنگان ہدایت کے سامنے پیش کرنا۔

(۲) مسائل اعتقادی کی صحیح اور سادی شرح کرنا اور شکوک وشبہات کا تسلی بخش ازالہ کرنا۔

(۳) مذاہب باطلہ کے مسائل واعتقادات جو عقل سلیم وفطرت انسانی کے بالکل خلاف ہیں انکی حقیقت مہذب الفاظ میں واضح کرنا اور بتلانا کہ حقیقی نجات کا حصول صرف اسطرح ممکن ہے کہ مذہب اسلام کو شمع راہ بنایا جائے۔ نیز یہ کہ اسلام کا آغوش ہر طالب حق کیلئے آغوش رحمت ہے۔ ہر مذہب وملت اور ہر قوم کا آدمی اسمیں داخل ہوکر پچھلے تمام گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

(۴) دین اسلام کی تحریراً وتقریراً اشاعت کرنا۔

(۵) مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت وخدمت کرنا اور ان کو باہمی اخوت کا پیغام دینا۔

(۶) ملک وملت کیلئے مقررین ومناظرین تیار کرنا۔

وعظ اور تقریر کی مشق کے لئے پہلے یہ طے کیا گیا کہ ہر جمعرات کی شام کو بعد نماز عصر ومغرب وعشاء انجمن کے چھوٹے چھوٹے جلسے مختلف درس گاہوں میں منعقد کئے جائیں اور ہر جماعت کا امیر اپنی نگرانی میں پندرہ منٹ تقریر کرائے۔ لیکن کچھ مدت بعد مختلف وجوہات کی بناء پر یہ جلسۂ مناظرہ جمعرات کی سہ پہر کو مدرسہ کے اوقات میں ہونا تجویز کر دیا گیا جو الحمد للہ امتداد زمانہ اور مرور ایام کے باوجود اب تک جاری ہے۔

یکشنبہ کی شام کو ارکین انجمن باہمی مشورہ سے موضوعِ مناظرہ متعین کرکے اپنی تجویز کا اعلان کر دیتے ہیں اور مناظرین کو دو فریق میں منقسم کرکے ایک فریق کو مثبت، دوسرے کو منکر قرار دیکر جلسہ شروع کرا دیا جاتا ہے۔

یہ پہلے تحریر کیا جا چکا کہ مجلس مناظرہ جمعرات کی شام کو منعقد ہوتی ہے۔ اس مجلس میں

مناظرین قوت مطالعہ اور اپنے اپنے دلائل سے فریق ثانی کے دعوی کو کمزور اور بے اصل کر کے اپنے مسلک کی حقانیت ثابت کرتے ہیں۔ ذیل میں انجمن کی ایک نشست کی کیفیت تحریر کیجاتی ہے جس سے بآسانی شرکار مجلس کی ذہنی تیاری اور حسن تربیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

مناظرہ کا اعلان مدرسہ کے گھنٹے کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے اور اس جلسے کے مناظرین اور طلبا۔ مدرسہ کی بڑی تعداد دار الحدیث میں جمع ہو جاتی ہے اور ہر دو فریق مثبت و منکر بالمقابل ہو کر بیٹھتے ہیں اور حضرت صدر صاحب مدظلہ بنفس نفیس تشریف لاکر اس جلسہ کا افتتاح تلاوت قرآن سے فرماتے ہیں۔ بعد ازاں فریق مثبت میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر اپنا دعوی بیان کر کے اس کو مختلف دلائل سے ثابت کرتا ہے۔ مثبت کی تقریر دس منٹ تک ہو کر حسب الحکم صدر صاحب وہ بیٹھ جاتا ہے۔ اس کے بعد فریق منکر میں سے ایک متعین مقابل کھڑا ہو کر بیان کرتا ہے کہ جو امور اس وقت آپ کے سامنے پیش کئے گئے ہیں وہ سراپا غلط ہیں اور اس کے تمام دلائل ناقابل قبول ہیں۔ جسکی معقول وجوہات یہ یہ ہیں۔ منکر کی تقریر بھی دس منٹ جاری رہتی ہے۔ پھر فریق مثبت میں سے دوسرا شخص کھڑا ہوتا ہے جو مدعی اول کے دلائل کو از سر نو درست کرتا ہے۔ اور اپنی طرف سے مزید دلائل بیان کرتے ہوئے منکر صاحب کے شبہات کا ازالہ و اعتراضات کا مسکت جواب دیتا ہے

مدرسہ مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ کے ساتھ ہی انجمن کے سالانہ جلسہ کا اعلان شائع ہو جاتا ہے۔ انجمن کے اجلاس کے دو حصے کر دیئے جاتے ہیں۔ ایک جلسہ تقاریر جو مدرسہ کے جلسہ سے قبل بعد نماز عشار مسجد دار الطلبہ میں منعقد ہوتا ہے اور دوسرا جلسہ مناظرہ کا ہوتا ہے۔ جو مدرسہ کے جلسے سے فراغت پاکر بعد نماز ظہر مدرسہ قدیم میں منعقد ہوتا ہے عصر کی نماز کے وقت جلسہ کی یہ دوسری نشست بھی ختم ہو جاتی ہے۔

تالیفات و تصنیفات

اہل باطل کی طرف سے وقتاً فوقتاً ایسے اشتہارات اور پمفلٹ شائع ہوتے رہتے ہیں جو لغویات اور کفریات سے بھرپور ہوتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ وہ مسلمانوں کیلئے دعوت عمل اور پیغام عمل بنا کر پیش کئے جاتے ہیں آریہ سماج اور اس جیسی باطل جماعتیں اس معاملہ میں بڑی پیش پیش رہیں ان کا لٹریچر جہاں خرافات و اباطیل کا مجموعہ ہوتا تھا وہیں اسکا رنجدہ پہلو یہ بھی ہوتا تھا کہ اس میں سرور کائنات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے سوقیانہ اور غیر مہذبانہ الفاظ سے یاد کیا جاتا تھا جو ایک عامی آدمی کے بھی شایان شان نہیں ہو سکتے۔ اس لئے انجمن نے اس چیز کا بھی اہتمام کیا کہ ایسی کتب وقتاً فوقتاً طبع کرائی جائیں جس میں ان کی تحریرات اور تقریرات کی ببانگ دہل تردید کیجائے اور ملک کے مختلف اخبارات وجرائد میں بکثرت ایسے مضامین شائع کرائے جن میں اسلام پر کئے گئے حملوں کا بھرپور جواب اور کامل دفاع ہوتا۔ ذیل میں ہم ان کتابوں اور کتابچوں کا اجمالی تذکرہ کئے دیتے ہیں جو اس انجمن نے اپنے زیر اہتمام طبع کرائیں۔

(۱) فتنہ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض

مصنفہ مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب زید مجدہ

ہندوستان بالخصوص راجپوتانہ میں ارتداد کا ایک سیلاب اُبھر پڑا تھا جسکی روک تھام سب ہی دینی جماعتوں کے نمائندوں نے کی۔ مدرسہ کی طرف سے بھی وفود روانہ کئے گئے۔ یہ کتابچہ اسی زمانہ میں تالیف کیا گیا تھا جسمیں مسلمانوں کو ان کے فرض سے آگاہ اور خبردار کرتے ہوئے اس فتنہ سے مقابلہ اور اس کے سامنے سینہ سپر ہونے کی ترغیب دی گئی تھی۔

(۲) دفع الالحاد

مولوی نور محمد صاحب ٹانڈوی

نعمت اللہ قادیانی نے کابل (افغانستان) میں مرزا غلام احمد علیہ ما علیہ کی خود ساختہ پرداختہ نبوت کی تبلیغ شروع کی اور نبوت محمدی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر ظلی اور بروزی نبوت کی طرف عام لوگوں کو دعوت دی۔ اسلامی تعلیمات کے صریح منافی ہونے کی بنا پر حکومت افغانستان یہ چیز برداشت نہ کرسکی۔ چنانچہ سرزمین کابل میں اس قادیانی مبلغ کو سنگسار کرادیا گیا۔ اس پر عالم قادیان میں بڑی کھلبلی پھیل گئی۔ اور اخبارات واشتہارات کے ذریعہ اسکا خوب رونا رویا گیا۔ اس موقع پر انجمن ہدایت الرشید کی طرف سے یہ رسالہ شائع کیا گیا جس میں قتل مرتد کی تحقیق ارتداد کی تقسیم وتعریف وغیرہ عام فہم انداز میں تحریر کی گئی۔ رسالہ ہزاروں کی مقدار میں طبع ہوا۔ اور مقبول نظروں سے دیکھا گیا۔

(۳) تنویر البصائر فی تزویج الصغائر

مسٹر تصدق احمد خاں شروانی بیرسٹر ممبر اسمبلی نے اپنی ایک تالیف کے ذریعہ عام مسلمانوں کو یہ بات باور کرانی چاہی تھی کہ اسلام میں نابالغوں کی شادی جائز نہیں ہے۔

یہ رسالہ در اصل حکومت کی خوشنودی اور اس کی خیر خواہی کے پیش نظر سارداایکٹ کے زیر اثر ہو کر لکھا گیا تھا۔ انجمن نے اس کے رد میں تنویر البصائر نامی کتاب طبع کی جسمیں ان کے مزعوم خیالات

کا آپریشن کرتے ہوئے قرآن واحادیث سے نابالغوں کی شادی کی مشروعیت اور اس کا جواز ثابت
کیا تھا۔ یہ کتاب اخبارات اور علمی طبقہ میں بہت مقبول ہوئی۔

(۴) احکام رمضان۔

رمضان المبارک کی فضیلتیں و برکتیں اس کے احکام وغیرہ اور عید الاضحیٰ وشب برات
کے چند ضروری مسائل کا مجموعہ جسکو انجمن نے طبع کراکر مفت تقسیم کیا۔

اس کے علاوہ مندرجۂ ذیل رسائل کے متعلق یقینی طور سے یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ
طبع ہوئے یا نہیں۔ تاہم مدرسہ کی روئداد میں ان کا ذکر تذکرہ ضرور ملتا ہے۔

(۵) متعارضات مرزا۔

جسمیں مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ماعلیہ کے کئی سو متعارض اقوال جمع کر کے غلمدیت کے
عَلم برداروں پر ایک حجت قائم کردیگئی۔ اور خود انھی کے ہاتھوں انکی نبوت زندہ درگور ہوگئی۔

(۶) کذبات مرزا۔

اس میں مرزا صاحب کے تین سو کے قریب وہ اقوال جمع کردیئے گئے جسمیں انھوں نے
جھوٹ اور دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔

(۷) ہندوستان کے دو مجددوں کی شیریں کلامی۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہر ایک بذاتِ خود اپنے خیال
میں مجدد ملت تھے۔ لیکن انواع واقسام کی نئی نئی گالیاں جو ان مجددین سے سنی جاتی تھیں وہ خود
ایک تجدیدی کارنامہ ہیں۔ اس کتاب میں ان سب گالیوں کو ردیف وار جمع کردیا گیا۔ تاکہ انسانیت
خود ہی صحیح اور محکم فیصلہ کرے۔

(۸) مناقب خلفاء از کتب شیعہ۔ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے محامد محاسن اور
مناقب خود کتب شیعہ اور اقوال امامیہ سے تحریر کردیئے گئے۔

طلبا | اس سال طلبا کی مجموعی تعداد دو سو تیرہ (۲۱۳) تھی جن میں عربی کی تعلیم حاصل کرنیوالے
ایک سو نو (۱۰۹) اور باقی قرآن مجید وفارسی پڑھنے والے تھے۔ دورہ سے فراغت پانیوالے
طلبا یہ ہیں۔ مولوی عبد الحکیم ضلع اٹک، مولوی رفیق بیگ، مولوی زین الدین مظفر گڈھی، مولوی
فضل الرحمن بریسالی، مولوی سید محمد علی جالندہری، مولوی کریم داد خاں، مولوی سالک الرحمان
چاٹگامی، مولوی منظور احمد خاں سہارنپوری، جنھوں نے اپنی آخر حیات تک مدرسہ کو اپنی خدمات

تدریس سے نوازا) مولوی حیدر علی چاٹگامی، مولوی عبد العزیز چاٹگامی، مولوی نادر شاہ ہوشیارپوری ان فارغین میں امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرنیوالے مولوی رفیق بیگ پسر نظیر بیگ ساکن جیند تھے جنکو پانچ روپے نقد کے ساتھ ساتھ مسلم شریف کامل انعام میں ملی۔

تغیرات اب تک مدرسہ میں باوجود جد وجہد اور کوشش کے شعبۂ قرأت قائم نہ ہو سکا تھا۔ جسکی سب سے بڑی وجہ مناسب اور معیاری قاری نہ ملنے کی تھی لیکن اس سال قاری ضیاء الدین صاحب کے شاگرد رشید قاری محمد قاسم صاحب کی تشریف آوری پر اس شعبہ کا افتتاح کیا گیا۔ اپنے روزِ افتتاح سے ٹھیک ایک ماہ بعد طلبائے تجوید نے پرکشش انداز سے کلام مجید سنانا شروع کر دیا۔ جسے قاری صاحب کی حسنِ سعی کا نتیجہ ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ جن طلبہ نے اس شعبہ میں داخلہ لیا ان میں مولانا عبد الرحمٰن صاحب کامل پوری، مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مولانا ظہور الحسن صاحب سہارنپوری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اور اسی سال مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب اور مولانا منظور احمد خاں کا بلا تنخواہ تقرر کیا گیا۔ اور چونکہ اس سال دار الطلبہ میں طلبا کی رہائش بھی شروع ہو گئی تھی۔ اسلئے مولانا عبد اللطیف صاحب نگران طلبا بمشاہرہ تین روپے مقرر کئے گئے۔

مدرسہ کا شعبہ حفظ جو کئی سال سے جامع مسجد سہارنپور میں چل رہا تھا اس سال اسمیں اتنی برکت اور کثرت ہوئی کہ اس کے لئے دو مدرس حافظ عبد اللہ صاحب اور حافظ عبد الرحمٰن صاحب کا مستقل تقرر کیا گیا اور پانچ۔ پانچ روپے تنخواہ ہر ایک کی مقرر ہوئی۔

مدرسہ میں تنخواہوں کا معیار ہمیشہ کم سے کمتر رہا ہے۔ جو ان حضرات مدرسین کی محنت و توجہ حسن استعداد و لیاقت کے مقابلہ میں بہت کم رہی ہے۔ یہ چیز جہاں ایک غالی کی نظر میں موجب تنقید و تبصرہ بنی وہیں اصحابِ بصیرت کے نزدیک موجبِ تشکر اور سزاوار حمد اور اس مدرسہ کے لئے ایک طرہ امتیاز بنی۔ لیکن اس کے باوجود گاہے گاہے مشاہرات میں حسب ضرورت اضافہ بھی کیا گیا۔ تاکہ وقتی گرانی اور مہنگائی موجب تشویش اور ذہنی پراگندگی کا سبب نہ بنے۔ چنانچہ اس سال بھی آمدنی کے ذرائع وسیع اور بجٹ میں گنجائش ہونے کی وجہ سے تنخواہوں میں اضافہ ہوا جو مندرجہ ذیل نقشے سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

۵۸۔ مولانا ۳۳ھ میں دورۂ حدیث سے فارغ ہو چکے تھے۔ اور دو سال میں کچھ کچھ کتب فنون کی پڑھتے رہے اور درس بھی دیتے رہے۔

اسماء مدرسین	اضافۂ تنخواہ	اسماء مدرسین	اضافۂ تنخواہ
جناب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب	۱۰/	جناب مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی	۳/
، مولانا ثابت علی صاحب	۵/	، مولانا عنایت الٰہی صاحب	۵/
، مولانا عبدالوحید صاحب	۵/	، منشی مقبول احمد صاحب	۱/
، مولانا عبداللطیف صاحب	۵/	، منشی محمد اکرام صاحب	۱/
، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی	۵/	، مولوی مبارک علی صاحب	۱/

مدرسہ کے متعلقین و اساتذہ کی تنخواہوں میں کئی بار اس سے پہلے بھی اضافہ ہوا۔ لیکن حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے اپنے اس ۳۶ سالہ دورِ تدریس میں کبھی بھی تنخواہ میں اضافہ کرنا گوارا نہ فرمایا۔ لیکن اس مرتبہ شدید اصرار پر دس ۱۰/ روپے کا اضافہ بادلِ ناخواستہ قبول فرمایا اور آخر تک یہی فرماتے رہے کہ ۱۵ روپے ہی کے قابل کام کرنا مشکل ہے اب ۲۵ روپے کے قابل کسطرح کام انجام دوں۔

جلسہ سالانہ اس سال مدرسہ کا اڑتالیسواں سالانہ جلسہ مورخہ ۵ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۳ اپریل ۱۹۱۳ء یکشنبہ کو جامع مسجد سہارنپور میں منعقد ہوا۔ مخصوص مہمانوں میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب، مولانا حافظ عبدالرحیم صاحب، سرپرستان مدرسہ، مولانا حافظ احمد صاحب، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، مولانا عاشق الٰہی صاحب، شیخ رشید احمد صاحب، ۴ جمادی الاول کی شام کو تشریف لائے۔ اس کے علاوہ دوسرے بہت سے اکابر جلسہ کے شروع ہونے پر آئے۔ جلسہ کا آغاز درجۂ حفظ کے چند طلبا اور اس کے بعد درجۂ تجوید کے پانچ طلباء کے مصری لہجہ میں قرآن شریف کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد مولوی عرفان اور مولوی مقبول سبحانی متعلمان مدرسہ نے علی الترتیب اردو۔ عربی میں ۱۵۔ ۱۵ منٹ تقریر کی۔ جسکو حاضرین مجلس نے بہت سراہا۔ اسکے بعد حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے نو بجے سے گیارہ بجے تک مسلسل وعظ فرمایا۔ شرکاء جلسہ کو حسب معمول دار الطلبہ میں کھانا کھلایا گیا۔ اور جلسہ بخیر و خوبی پورا ہوا۔

سنہ ۴۹ بنائی مطابق ۱۳۳۱ھ مدرسہ میں تعمیرات کا سلسلہ تو کئی سال سے جاری تھا اس سال مسجد کی تعمیر تجویز ہوئی اور طے پایا کہ غربی جانب

جو افتادہ زمین ہے اس کو خرید کر مسجد مدرسہ بنائی جائے۔ چنانچہ چند باہمت حضرات نے یہ زمین خرید کر مدرسہ کو وقف کی اور اوائل محرم ۱۳۳۱ھ سے تعمیر کا کام شروع ہوا اور ایک سال سے کچھ زائد مدت میں اختتام کو پہنچا۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ کو جمعہ کے بابرکت دن میں مسجد کا افتتاح ہوا۔ افتتاحی تقریب میں اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، سرپرستان مدرسہ کے علاوہ جناب حافظ فصیح الدین صاحب، شیخ رشید احمد صاحب، مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھ سے تشریف لائے، ہجوم کی کثرت کی وجہ سے دارالطلبہ کی چھتوں پر فرش بچھایا گیا۔ حضرت تھانوی نے نماز جمعہ کی امامت فرمائی اور اسکے بعد عصر تک وعظ فرمایا۔ عمائد شہر بھی بکثرت جلسہ میں تشریف لائے۔ باوجودیکہ جلسہ کیلئے کوئی خاص انتظام نہیں کیا گیا۔ اور عام دعوت نہیں دی گئی تھی۔ لیکن بقول مہتمم صاحب کے۔

> ایک عظیم مجمع دیوانہ وار ہر چار طرف سے کسی غیبی کشش کے ساتھ چلا آرہا تھا۔ اور خلاف توقع تقریباً تین ہزار آدمیوں کا مجمع ہوگیا تھا۔

یہ مسجد تین حصوں پر مشتمل ہے۔ اندرونی دو حصوں میں پانچ صفیں بآسانی ہوجاتی ہیں اور بیرونی حصہ اس کا ایک وسیع صحن ہے۔ جنوب کی طرف ایک سہ دری اور شمال کی طرف ایک بڑا کمرہ اور اسکے سامنے ایک برآمدہ ہے۔ اذن عام کی وجہ سے ایک دروازۂ بیرونی جانب شمال رکھا گیا اور دوسرا دروازہ طلبا کی آمد و رفت کیلئے دارالطلبہ کے برآمدہ میں بنوایا گیا۔ اس دروازہ کے متعلق مولانا عاشق الٰہی صاحب حضرت کی بصیرت و فراست اور کرامت کا ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔

> ۱۳۲۸ھ میں جب حضرت نے سفر حج کیا تو دارالطلبہ زیر تعمیر تھا۔ آپ نے چلتے وقت مستری سے بتاکید فرمایا۔ کہ غربی دیوار کے شمالی گوشہ میں جو حجرہ بنایا جائے (جہاں اب دارالطلبہ میں سے مسجد کیلئے راستہ ہے) اس کی دیوار پختہ مت کرنا اور نہ اسمیں الماریاں زیادہ بنانا بلکہ پشت کی جانب دروازہ کی محراب رکھدینا۔ حضرت کے اس ارشاد کی وجہ کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔ اور وہ حجرہ بھی دیگر حجرات کی طرح پختہ بنادیا گیا۔ واپسی پر حضرت نے حجرہ کو دیکھا تو فرمایا تم نے یہ کیا کیا؟ میں تو تاکید کرگیا تھا کہ پشت پر دروازہ لگاکر چھوڑ دینا۔ عرض کیا کہ حضرت میں بالکل بھول گیا کیونکہ میرے ذہن میں اس ارشاد کی کوئی وجہ نہیں آئی تھی۔ فرمایا! کوئی بات بلاوجہ بھی

مان لیا کرتے ہیں۔ مدت کے بعد اس کی وجہ اس وقت سمجھ میں آئی جب کہ پشت کی زمین خلد آشیاں کلثوم جہاں بیگم نے خرید کر وہاں عالی شان مسجد بنوا دی، اور اسی حجرہ کو توڑ کر دار الطلبہ سے مسجد میں جانیکا دروازہ رکھا گیا[۵]

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا مدرسہ سے جو گہرا تعلق رہا ہے وہ اس دور کی تاریخ پڑھنے والوں سے مخفی نہیں ہے کہ ہر موقعہ پر مدرسہ کی معاونت واعانت اور اس کے اہم اور ضروری کاموں کی نگرانی اور اپنے متعلقین ومنتسبین کو مدرسہ کی امداد کیطرف ترغیب وتحریص میں حضرت بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اس سال حضرت کی طرف سے مدرسہ پر یہ نظر عنایت وکرم ہوئی کہ اپنا تمام ذاتی کتب خانہ جو اپنی بیش قیمت اور نایاب کتب پر مشتمل ہونے کیوجہ سے بڑی اہمیت وحیثیت رکھتا تھا۔ مظاہر علوم سہارنپور اور دار العلوم دیوبند پر علی النصف تقسیم فرما دیا اور ارباب مدرسہ کو تحریر فرمایا کہ۔

احقر نے کتب ذیل مملوکۂ خود مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے لئے بشرط انتفاع خود تاحیات مع ایک الماری کے وقف کر کے سب پر یہ عبارت لکھدی ہے کہ الوقف علی مدرسہ مظاہر علوم فی السہارنفور بشرط انتفاع الواقف الی حیاتہ۔ اطلاع کیلئے یہ یادداشت خدمت میں بھیجتا ہوں کہ مدرسہ میں محفوظ رہے تاکہ واقف کے بعد جو صاحب مہتمم ہوں وہ یہاں سے منگا کر مدرسہ میں داخل کر دیں۔

حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی تحریر کے مطابق یہ تمام کتابیں ایک الماری میں رکھ کر ۱۳۳۶ھ میں مدرسہ کو مرحمت فرمائیں۔ جو تعداد میں چارسو پچاسی (۴۸۵) ہیں اکثر وبیشتر تصانیف حضرت کی اپنی ہیں اس کے علاوہ، الامداد الرشید، الرشاد، القاسم وغیرہ رسائل کی فائلیں بھی اس میں ہیں۔

مدرسہ کا سالانہ امتحان تحریری وتقریری ہمیشہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب سرپرست مدرسہ کے پاس ہوا۔ حضرت اقدس بڑے اہتمام وانتظام سے تشریف لاکر کئی کئی روز تک قیام فرماکر تمام تحریری وتقریری امتحان لیا کرتے تھے۔ مگر کچھ اعذار وموانع بالخصوص ضعف پیری کی بناء پر ارباب مدرسہ نے ۴ر جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ کو حضرت کی خدمت میں تحریر کیا کہ۔

چونکہ حضرت کو تمام امتحان کے لینے میں بہت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اور بوجہ ضعف

۵۔ تذکرۃ الخلیل صفحہ ۳۹۶

وغیرہ کے جلدی کاروائی امتحان کی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا عاجز (یعنی مولانا عنایت الٰہی صاحب) کے خیال ناقص میں ایک صورت گذری ہے اگر پسند ہو اور نامناسب نہ ہوئے تو اس کو جاری فرما کر بھلائی برائی ملاحظہ فرمائی جاوے اور آئندہ اس کی ترمیم و تنسیخ کیجائے وہ یہ ہے کہ شافیہ، کافیہ، کنز الدقائق، تہذیب، نفحۃ الیمن سے کتب تحتانیہ کا امتحان تقریری ہوا کرے۔ اور ان کتب سے بالائی تمام کتب کا امتحان تحریری لیا جایا کرے۔ تقریری امتحان کی ہر ایک کتاب کیلئے دو مدرس مدرسہ ہذا تجویز ہوئیں تاکہ وہ بالاتفاق امتحان لیں اور بغور نمبر تجویز فرمائیں۔ جب تمام کتب کے جوابات طلبہ مع نمبر ہائے کے تیار ہو جائیں تو خدمت والا میں حضرت ممتحن صاحب کے واسطے سے غور اور نظر ثانی بھیجے جائیں بعد ترمیم حضرت کے اعلان کیا جائے۔

حضرت اقدس نے اس تجویز کو سراہتے ہوئے تحریر فرمایا۔

بندہ اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ کہہ سکتا ہے کہ مثل مدرسہ دیوبند، سہارنپور کا امتحان لے لینا مناسب ہے۔ اور یہی صورت مناسب ہے مگر کسی کا دوبارہ غور اور ترمیم کرنا دشوار اور دقت کا باعث ہے۔ لہٰذا اس کی حاجت کچھ نہیں۔ فقط۔ ۷، ۱۳۴۱ھ

یہ تجویز بقیہ دو سرپرستان حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی خدمت میں بھی پیش کی گئی ان دونوں اکابر نے اس تجویز سے اتفاق فرما کر منظوری کے دستخط فرمادیئے۔ مورخہ ۷ رشعبان سے ۱۹ رشعبان تک مدرسہ کا سالانہ امتحان ہوا۔ جو حسب تجویز مدرسین مدرسہ نے لیا۔ جسکی صورت یہ رہی کہ صبح کے وقت میں ہر کتاب کے تین۔ تین سوالات متعین کرکے ممتحن نے طلبا کو لکھوا دیئے اور چار گھنٹے کا وقفہ جوابات تحریر کرنے کیلئے دیا گیا۔ اور بعد ظہر۔ دو۔ دو حضرات مدرسین نے ملکر تحریری امتحان کے جوابات دیکھے اور نمبرات تجویز کئے۔

چند سال بعد طلبا کی کثرت کیوجہ سے جوابات کے پرچے چونکہ بڑی مقدار میں ہونے لگے تھے۔ اس وجہ سے دو مدرسوں کے اجتماعی نمبر لگانے میں کچھ دقت محسوس ہوئی۔ کیونکہ مدرسین زیادہ تر پرچے رات کو دیکھتے تھے۔ دن میں امتحان کے تمام پرچوں کی جانچ مشکل تھی۔ اسلئے دو مدرسوں کی یہ اجتماعی قید تعیین نمبرات میں حذف کر دیگئی۔ البتہ اسکا اہتمام اب تک ہے کہ بڑی کتابوں کا امتحان اکابر مدرسین کے یہاں ہو۔ اور ابتدائی مدرسین کے یہاں کوئی امتحان تحریری نہ ہو۔ نیز

حضرات سرپرستان سال کے ختم پر امتحانات کے لفافوں میں سے چند لفافوں کو اپنی تجویز کے موافق مکرر ملاحظہ فرماتے ہیں۔

طلبا اس سال طلبا کی تعداد دو سو انہتر (۲۶۹) رہی جن میں عربی کی تعلیم حاصل کرنیوالے ایک سو گیارہ (۱۱۱) اور باقی قرآن مجید و فارسی کی تعلیم حاصل کرنے والے تھے۔ فارغ التحصیل طلبہ یہ ہیں۔ مولوی عبد الرحمن کامل پوری، مولوی شبیر علی صاحب تھانوی (برادر زادہ حضرت حکیم الامۃ) مولوی محمد حیات مراد آبادی، مولوی محمد عرفان کشمیری۔ مولوی مقبول سبحانی کشمیری، مولوی نور احمد انبالوی مولوی خلیل الرحمن ہزاروی، مولوی اللہ بخش ساکن ضلع جھنگ، مولوی عبد الحق نواکھالی، مولوی محمد عثمان بھاولپوری، مولوی احمد یار مظفر گڈھی، مولوی نور محمد پٹیالوی، مولوی ابو المطلب بنگالی، مولوی واعظ الدین بنگالی، ان فارغین میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہونیوالے مولانا عبد الرحمن کامل پوری، تھے جنھوں نے مجموعی طور سے تیرہ کتابوں کا امتحان دیکر اعلیٰ نمبر حاصل کیئے۔ اور انعام میں پانچ روپے نقد کے ساتھ ساتھ قرآن مجید مطلّیٰ مترجم، تفسیر بیان القرآن جلد اول دوم، بیبذی، الوعظ الاعظم کتابیں حاصل کیں۔

تغیرات اس سال کوئی خاص تغیر قابل ذکر نہیں ہوا۔

جلسہ سالانہ مدرسہ کا سالانہ جلسہ اس سال، ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۱۴ء کو جامع مسجد سہارنپور میں حسب معمول منعقد ہوا۔ سرپرستان مدرسہ یعنی اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب، حضرت مولانا محمود حسن صاحب، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، اور جناب مولانا احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمن صاحب، مفتی عزیز الرحمن صاحب، ۱۰ ربیع الآخر یوم جلسہ میں تشریف لائے۔ اس کے علاوہ میرٹھ کے روسا جن میں شیخ رشید احمد صاحب، مولانا عاشق الٰہی صاحب، حافظ فصیح الدین، وجیہہ الدین صاحبان قابل ذکر ہیں، تشریف فرمائے جلسہ ہوئے جلسہ کی ابتدا درجہ حفاظ کے طلبا کی باتجوید مصری لہجہ میں قرأت کے ساتھ ہوئی۔ اسکے بعد مولوی محمد حسن صاحب (طالب علم درجہ عربی) نے تقریر... کی۔ اس کے بعد قاری مدرسہ جناب قاری محمد قاسم صاحب نے قرآن پاک کی چند آیتیں قراۃ سبعہ میں سنائیں۔ ان سب امور سے فارغ ہو کر حضرت اقدس تھانوی نے تقریر فرمائی جو نو بجے سے شروع ہو کر ساڑھے گیارہ بجے تک ختم ہوئی پچھلے سالوں کی بہ نسبت اس مرتبہ مہمان دگنے تھے۔ سب کو حسب معمول دار الطلبہ میں کھانا کھلایا گیا۔ اس جلسہ میں تنگیٔ وقت کے باعث مدرسہ کے یکسالہ حالات و کوائف نہ سنائے جاسکے۔ انعام بھی تقسیم

نہ ہوسکا۔ ان امور کی انجام دہی کیلئے دوسرا وقت مقرر کیا گیا۔ حسنِ اتفاق سے مولانا محمد ابراہیم صاحب واعظ دہلی تشریف لے آئے ان کی صدارت میں یہ دوسری نشست منعقد ہوئی جسمیں مولانا نے سب سے پہلے علم اور اہل علم کی فضیلت پر تقریر فرمائی۔ اسکے بعد کیفیت مدرسہ سنا کر انعام تقسیم کیا گیا۔ پھر جلسہ برخواست کیا گیا۔

۵۰ سنہ بنائی مطابق ۱۳۳۲ھ

اس سال کے اہم واقعات میں سر سلیم اللہ خاں صاحب ڈھاکہ کا حادثہ انتقال ہے۔ عالی جناب نواب صاحب کو حضرت اقدس تھانوی رح سے جو عقیدت و محبت تھی اسی کا اثر یہ تھا کہ مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا اور ان دونوں مدرسوں کیطرف خصوصی توجہ تھی۔ بڑی فراخ دستی اور کشادہ دلی کے ساتھ مدرسہ کی بارہا اعانت فرمائی۔ مرحوم علم دوست، محب علماء، حق پسند، سلیم الطبع صاحبِ اخلاص سب ہی کچھ تھے۔ ان اوصاف جلیلہ اور تعلقِ مدرسہ کی بناء پر ارباب مدرسہ اس حادثہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مرحوم کیلئے دعاء مغفرت و ایصال ثواب کیا گیا۔

یہاں تک مدرسہ نے اپنی زندگی کے پچاس سال پورے کر لیئے۔ گویا اسے تعلیمی، تبلیغی، روحانی عرفانی خدمات انجام دیتے ہوئے نصف صدی مکمل ہو چکی۔ اس موقعہ پر ارباب مدرسہ نے ایک بہت طویل مضمون مدرسہ کے قیام اجراء اور اسکی غرض و غایت پر مشتمل تحریر کیا۔ جسکے کچھ اقتباسات یہاں نقل کیئے جاتے ہیں۔ افادیت کے پیشِ نظر عنوانات (سرخیاں) ہم نے قائم کر دیئے۔

قیامِ مدرسہ کا مقصد

حضرات! مدرسہ کی تعلیم سے اسی غرض کا حاصل کرنا مقصود ہے جسکے لئے انسان اشرف المخلوقات بنا کر پیدا کیا گیا۔ غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ کونسی غرض ہے۔ جسکے پورا کرنے کو انسان پردۂ عدم سے جلوہ گاہ وجود میں آیا ہے وہ عبادت و معرفت الٰہی کی ایک عظیم الشان امانت ہے۔ جس کے برداشت کرنیسے آسمان و زمین تک عاجز تھے۔ مگر انسان نے اس کو برداشت کیا۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

ابتداء عالم سے اس وقت تک جسقدر انبیاء و رسل علیہم السلام آئے سب اسی امانت الٰہی کی یاد دہانی کرتے آئے یہاں تک کہ سب کے بعد میں سید نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر ایک عالم کو آئینہ حیرت بنا کر دکھا دیا کہ عبادت الٰہی اس کا نام ہے اور معرفت خداوندی کے طریقے یہ ہیں جو کام آج تک کسی سے پورا نہ ہوا تھا آپنے اپنے قول و فعل سے اس کی تکمیل فرما دی اور جب تک

عرفات کے کھلے میدان میں ایک لاکھ سے زیادہ مخلوق کو گواہ کرکے اپنے فرض منصبی کو باحسن وجوہ ادا کر دینے کا اقرار نہ لے لیا اس وقت تک دنیا کو اپنے انوار و تجلیات سے سرفراز فرماتے رہے۔ اسی وقت یہ فرمانِ الٰہی نازل ہوا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ انسان کی شرافت کا اصلی سبب اور اس کے اشرف المخلوقات ہونیکا حقیقی راز یہی عبادت و معرفت الٰہی کی عظیم الشان دولت ہے۔ جسکے برداشت کی قابلیت کا دعویٰ بجز انسان کے کسی نے نہیں کیا۔ اسی عبادت و معرفت الٰہی کی تعلیم اس مدرسہ کی انتہائی غایت ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق حق تعالیٰ شانہ کی عبادت و معرفت کا سیدھا راستہ تمام عالم کو بتلایا جائے۔ ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ مدرسہ کا ہر ہر طالب علم اس غایت کو بخوبی انجام دے سکتا ہے اور نہ ایسا دعویٰ کوئی فردِ بشر کر سکے کیونکہ۔ ع

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

دس لڑکے جو ایک ہی ماں باپ سے ہوں خوبی صورت و سیرت میں یکساں نہیں ہو سکتے۔ پھر آپ اس کے خواہشمند کیوں ہیں کہ ایک مدرسہ کے تمام تعلیم یافتہ عبادت و معرفت الٰہی کا حصہ مساوات کے ساتھ لئے ہوئے ہوں۔

ایک اشکال اور اُس کا جواب

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آجکل رازی و غزالی، جنید و شبلی پیدا نہیں ہوتے؟

گویا در پردہ جماعت علماء پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ اپنے مدارس کی تعلیم کو مکمل نہیں کرتے۔ مگر ہم اس سائل سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آجکل قوائے جسمانیہ پہلے لوگوں کیطرح نہیں پائے جاتے۔ پہلے زمانہ میں زکام نزلہ کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا اور آج کل قریب قریب ہر شخص اسکا شکار ہے۔ بجز اس کے کہ یہ کہا جائے کہ ہر پچھلے زمانہ کی قوت کو پہلے زمانہ سے تفاوت ہے۔ بعینہٖ یہی جواب ہمارا ہے کہ پچھلے زمانہ کی عقل و فہم و قوت حافظہ کو پہلے زمانہ سے بہت کچھ تفاوت ہے، اس لئے جس کثرت سے پہلے زمانہ میں لائق اقتدار علماء پیدا ہوئے تھے اب اس قدر نہیں ہوتے نیز یہ کہ دین کو دنیا سے ضد ہے۔ (بلکہ دونوں سوکنیں ہیں) جس زمانے میں دنیوی ترقی کا چرچا ہو گا دینی ترقی اس میں کامل طور سے نہیں ہو سکتی، اس زمانے میں دین کیطرف وہ توجہ نہیں جو پہلے زمانہ میں تھی، شرفاء و اغنیاء کی اولاد تو عیش پرستی اور دنیا طلبی کی تعلیم حاصل کریں، غرباء اور پست ہمت لوگ علم دین کی طرف توجہ کریں پھر رازی و شبلی کہاں سے پیدا ہوں۔

آخرت کی مسئولیت

حضرات! یہ قرآن وحدیث آپ کے ہاتھوں میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔ اگر اس شافع محشر کے سامنے سرخ رو ہونا منظور ہے تو اس کی خدمت جسقدر ہوسکے کیجئے ورنہ اس وقت کیلئے کوئی جواب سوچ لیجئے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میدان حشر میں سامنا ہوگا اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام حق تعالیٰ شانہ کے دربار میں عرض کریں گے یارب! اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا یا الہا میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔[۵]

اس پچاس سالہ زندگی میں مدرسہ کو جو شہرت حاصل ہوئی اور اس کی خدمات جلیلہ کی جو خبریں ملک بیرون ملک میں پھیلیں اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اکابر اور معزز ہستیاں مدرسہ میں تشریف لاکر اسکا بچشم خود معائنہ فرمائیں اور قال کو حال سے ملاکر دیکھیں اور یہ پتہ چلائیں کہ دین کا جو عظیم الشان کام یہاں ہورہا ہے وہ کس پیمانہ پر ہے۔ چنانچہ اس سال چند باکمال شخصیتوں نے مدرسہ کو اپنے قدوم سے نوازا۔ اور مدرسہ کی ایک ایک چیز اس کے روزنامچے، رجسٹران، کھاتے طلبا، عمارت رہن سہن انداز تربیت کو خوب کنگھالا اور بڑے مفصل معائنے تحریر فرمائے جو بالتفصیل مظاہر علوم کے مختصر حالات مع معائنہ جات" نامی کتاب میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

طلبا طلبا کی مجموعی تعداد اس سال دوسو چون (۲۵۴) رہی جن میں ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) طلبا عربی خواں اور باقی نے قرآن مجید، ریاضی وفارسی کی تعلیم حاصل کی۔ جدید قاعدہ کے مطابق سالانہ امتحان مدرسین مدرسہ نے ۹ شعبان سے لینا شروع کیا اور بخیر وخوبی ۲۰ شعبان تک فراغت پائی، الحمدللہ نوے فیصدی طلبا امتحان میں کامیاب ہوئے۔ ایک اچھی خاصی تعداد فضلائے مظاہر کی اس سال بھی تیار ہوئی جن کے اسماء یہ ہیں، مولوی جان محمد بنوی، مولوی فخر الدین کامل پوری، مولوی اللہ دیا جھالوی، مولوی عبد العزیز جالندہری، مولوی امیر احمد بنوی، مولوی عبد المجید نواکھالی مولوی جلیل احمد گنگوہی، ان فارغین میں سے مولوی جان محمد پسر نور محمد صاحب بنوی، سالانہ امتحان میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے۔ اور نقد انعام کے ساتھ ساتھ ہدایہ اخیرین، مسامرہ مطرقۃ الکرامۃ، تذکرۃ الرشید انعام میں حاصل کیں۔

۵۔ اقتباسات از روئداد مدرسہ۔ (شاہد غفرلہٗ)

تغیرات مدرسہ کے روز افزوں مشاغل اور مدرسہ کے سلسلہ میں کثیر اسفار کی وجہ سے اسکی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ مہتمم صاحب کا کوئی نائب ہونا بہت ضروری ہے جوان کی غیبت میں امور مدرسہ انجام دے سکے۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہ وہ انتظامی معاملات میں معاون بنے۔ اس لئے اس سال ماہ شوال سے سید محمد علی صاحب میرٹھی کو نائب مہتمم مقرر کیا گیا نائب مہتمم صاحب کے ذاتی مشاغل کیوجہ سے یہ بھی طے پایا کروہ مدرسہ میں مستقل قیام نہیں کریں گے بلکہ ضرورت ہونے پر حسب طلبی ہو گی آجایا کریں گے۔ اور خدمات مدرسہ انجام دیں گے۔ اور تیس ۳۰ روپے ماہانہ کے حساب سے ان ایام کی تنخواہ دی جایا کریگی۔ مولانا منظور احمد خاں صاحب اب تک تدریسی خدمات بلا تنخواہ انجام دے رہے تھے۔ اس سال مولانا کی ضروریات کے پیش نظر ۱۰ کا مشاہرہ ان کیلئے تجویز کیا گیا۔

جلسہ سالانہ عالمی جنگ کیوجہ سے یہ سال گذرے ہوئے سالوں سے بالکل مختلف تھا۔ جنگ کی ہولناکیاں اور تباہ کاریاں زوروں پر تھیں۔ ضروریات زندگی کا سامان اگر مفقود نہیں تھا تو کچھ سہل الحصول بھی نہیں تھا۔ اسپر مزید یہ کہ قحط سالی نے خطرناک صورت اختیار کرلی تھی، کاشتکار اور زمین داروں کا طبقہ اپنے مستقبل سے بالکل مایوس اور آنے والے حالات کا کسی طرح بھی مقابلہ کرنے کیلئے تیار نہیں تھا۔ ان حالات میں مدرسہ کا اپنا سالانہ جلسہ جتنا مشکل تھا قرین قیاس ہے کہ اخراجات بہت زائد اور آمدنی اس کے مقابلہ میں صفر۔ لیکن ان حالات میں اکابر مدرسہ نے باہمی مشاورت سے جلسہ ہونا طے کرلیا بقول مہتمم صاحب کے۔!

بعض خیر خواہان مدرسہ کی رائے یہ تھی کہ امسال جلسہ سالانہ ملتوی کر دیا جائے کہ خرچ بہ نسبت سالہائے دیگر زائد ہو گا۔ اور آمدنی موہوم بلکہ برائے نام رہے گی مگر بمقتضائے وان من شیئ الاعندنا خزائنہ۔ ہر قسم اور ہر چیز کے خزانے حق تعالیٰ شانہ کے پاس موجود ہیں اور کسی کو کیا خبر ہے کہ کس وقت اور کس شخص کو ان غیبی خزانوں سے کیا کچھ ملنے والا ہے۔ یہ محض قدرت حق تھی کہ معاملہ برعکس ہوا یعنی مصارف میں کمی رہی اور آمدنی چندہ بجائے ۱۲ - ۱۳ سو کے جو ہر سال ہوتی ہے۔ ڈھائی ہزار سے تجاوز کر گئی۔ اھ۔

مشورہ میں یہ بات طے ہونے کے بعد کہ جلسہ ضرور ہونا ہے۔ اس کی تاریخ تجویز ہوئی جو ۸ رجمادی الثانی ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۱۵ء قرار پائی، مخصوص مہمانوں میں اعلیٰ حضرت

شاہ عبدالرحیم صاحب و مولانا الحاج محمود حسن صاحب سرپرستان مدرسہ اور مولانا حافظ احمد صاحب مولانا حبیب الرحمن صاحب، مفتی عزیز الرحمن صاحب مولانا الحاج رحیم بخش صاحب تشریف لائے سرپرستانِ مدرسہ جلسہ کے امور کی انجام دہی کی غرض سے ایک روز قبل تشریف لے آئے، حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب اپنے اعذار بالخصوص مرض خارش کی وجہ سے رونق افروز جلسہ نہ ہو سکے۔ یہ زمانہ بسیار کے بعد پہلا موقعہ تھا کہ حضرت کی تشریف آوری نہ ہو سکی۔ مخالفین نے جو ہر زمانے میں ہر ایک کے ہوتے چلا آئے ہیں، حضرت کی اس مرتبہ کی تشریف آوری نہ ہونے پر بے بنیاد باتیں پھیلائیں جو جلسہ میں تکدر کا سبب ہو سکتی تھیں لیکن جب حضرت کا مکتوب شریف جس میں آپ نے نہایت افسوس کے ساتھ خارش کی تکلیف اور چند روز قبل مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جو ضعف لاحق ہوا تھا اس کا عذر تحریر فرما کر جسمانی شرکت سے معذوری ظاہر فرمائی جلسہ میں سنایا گیا۔ تب سب کو اطمینان ہوا۔

جلسہ کا آغاز صبح سات بجے درجہ قرأت کے چند طلبا کی باتجوید تلاوت سے ہوا۔ اس سے فراغت پر بعض طلبائے مدرسہ نے تقریر کی۔ اسکے بعد مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے وعظ فرمایا۔
حضرت مولانا عبدالشکور صاحب جلسہ میں شرکت کی غرض سے لکھنؤ سے تشریف لائے تو ارباب مدرسہ نے وعظ و تقریر کی درخواست کی، جسکو مولانا نے منظور فرمالیا اور ڈھائی گھنٹے تک مسلسل تقریر فرمائی مہتمم صاحب مدرسہ اس تقریر کے متعلق فرماتے ہیں۔

> ایسا عجیب وعظ فرمایا کہ ہر طبقہ اور ہر خیال کا شخص اس سے لطف روحانی حاصل کر رہا تھا۔ اور سارے جلسہ پر ایسا سکون طاری تھا کہ رحمتِ خداوندی کا ابر یکساں مترشح تھا اور خدا کی پاکباز مخلوق مے محبت کی متوالی بنی ہوئی سرنگوں بیٹھی تھی۔

مختلف تجربات کی بناء پر اس سال یہ بات طے کر دیگئی تھی کہ شرکائے جلسہ کو مدرسہ کے حالات وعظ سے پہلے سنائے جائیں تاکہ انتشار اور خلفشار کی نوبت آنے سے پہلے تفصیلی حالات سبکے علم میں آجائیں۔ چنانچہ اس مرتبہ شیخ رشید احمد صاحب نے وعظ سے قبل مدرسہ کے تحریری حالات پڑھکر سنائے اس کے بعد وعظ ہوا، دوپہر کو ۱۲ بجے یہ جلسہ ختم ہوا۔ اور حسب سالہائے سابق مہمانان گرام کھانے سے فراغت پاکر رخصت ہوئے۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ مدرسہ اپنے عروج و ترقی کے پچاس سال مکمل کر چکا۔ اس پچاس سالہ دور میں جسکو علم و فضل کی ایک تابناک تاریخ اور روشن عہد سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے مدرسہ نے

جو عظیم خدمات اور کارنامے انجام دیئے وہ گذشتہ صفحات سے بخوبی معلوم ہوگئے۔ اب آئندہ صفحات میں مدرسہ کی اس نصف صدی کی خدمات کا جائزہ طلبا کی مجموعی تعداد اس کے فضلاء شعبہ جات تعلیم وغیرہ کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ تفصیلی تاریخ کے ساتھ ساتھ اجمالی حالات بھی ذہن میں محفوظ رہ سکیں۔

مظاہر علوم سہارنپور کے پچاس سال

(۱) قیام مظاہر علوم سہارنپور ———— یکم رجب المرجب ۱۲۸۳ھ مطابق ۹ر نومبر ۱۸۶۶ء

(۲) تعداد طلبہ ———— چھ ہزار نو سو چوہتر (۶۹۷۴)

(۳) تعداد فارغین ———— تین سو اٹھانوے (۳۹۸)

(۴) حفاظ ———— دو سو پچانوے[ف] (۲۹۵)

(۵) شعبہ جات ———— شعبہ تعلیم قرآن مجید، شعبہ نحو بید و قرأت، شعبہ تبلیغ و مناظرہ تعلیم وعظ، شعبۂ افتار تصنیف و تالیف، شعبہ تعمیر جدید اصلاح عمارات قدیمہ اہتمام و انتظام

(۶) مضامین تعلیم ———— قرآن شریف تجوید کتب تجوید۔ اردو فارسی نظم و نثر املا حساب، عربی کا اول سے آخر تک تمام درس نظامی۔

(۷) پچاس سال کی مجموعی آمدنی ———— ۳۱۸۴۹۲-۴-۱۹

(۸) پچاس سال کا مجموعی خرچ ———— ۱۵۶۲۰۳-۱۵-

(۹) کتب خانہ میں مجموعی کتب کی تعداد ———— پانچ ہزار پانچ سو اٹھارہ (۵۵۱۸) ایسی جن کتابوں کی ۲۰-۲۰- اور ۳۰- ۳۰ جلدیں ہیں۔ ان کو ایک ہی عدد شمار کیا گیا ہے اگر ہر کتاب کو مستقل شمار کیا جائے تو یہی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر جائے۔

ف ۔ یہ تعداد پورے قرآن مجید کے حفاظ کی ہے۔ اسکے علاوہ طلبا کی وہ ایک بہت بڑی جماعت جنھوں نے مختلف مقامات سے قرآن حفظ کیا ان کو اس شمار میں نہیں لایا گیا۔ ان کو بھی اگر شمار کر لیا جائے تو یقیناً حفاظ مدرسہ کی یہ تعداد ہزاروں سے متجاوز ہوگی۔" (شاہد غفرلہٗ)

حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ کے رجسٹروں روزنامچوں تاریخ کبیر اور مختلف تاریخی دستاویزوں میں بہت سا ذخیرہ ہے جو شائع کرنے کے قابل ہے۔ حق تعالےٰ شانہٗ مجھے توفیق عطا فرمائے کہ بہت کچھ شائع کرنے کو جی چاہتا ہے۔ تاریخ مظاہر کے مناسب تین جداول ملیں۔ ۱۔ مدرسہ کے ابتدائی ممبران تا ۱۳۱۹ھ جبکہ حکمین کے فیصلہ سے سابق ممبران کی جگہ جدید سرپرستان منتخب ہوئے، ۲۔ سرپرستان از ۱۳۱۹ھ تا ۱۳۹۲ھ۔ ۳۔ مدرسین مدرسہ از ابتدار مدرسہ تا ۱۳۳۲ھ۔ یہ ہر سہ جدولیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

---

(۱) ابتدار مدرسہ میں نہ تو کوئی باقاعدہ مہتمم تھا نہ کوئی باقاعدہ ممبر تھا حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نوراللہ مرقدہٗ صدر مدرس بھی تھے ناظم اور سرپرست بھی تھے۔ جملہ امور حضرت ہی کے ذریعہ تکمیل کو پہنچتے اور حضرت مولانا سعادت علی صاحب بانیٔ مدرسہ ہر قسم کی جزوی اور کلی مشاورت اور معاونت فرماتے رہتے تھے۔ نیز حضرت قاضی فضل الرحمٰن صاحب قاضی شہر بھی جملہ امور میں ہر نوع کے معاون تھے۔ البتہ پہلے سال کی روئداد میں حضرت مولانا سعادت علی صاحب اور حضرت قاضی فضل الرحمٰن صاحب کا نام مہتممان میں شمار کیا گیا۔ کیونکہ حضرت مولانا مظہر صاحب ضابطہ میں صدر مدرس تھے۔

---

(۲) حضرت مولانا سعادت علی صاحب کا ۱۲۸۶ھ میں انتقال ہوا تو مہتمم صاحب کی جگہ صرف قاضی فضل الرحمٰن صاحب کا نام روئداد میں درج ہے۔ اور اسی طرح ۱۲۹۰ھ تک تنہا قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ رہے۔

---

(۳) حضرت مولانا احمد علی صاحب نوراللہ مرقدہٗ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اندر ملازم تھے، ۱۲۹۱ھ کے اندر کلکتہ سے قطع تعلق فرما کر مستقل سہارنپور تشریف لائے۔ تو قاضی صاحب کے ساتھ مولانا مرحوم بھی مہتمم مدرسہ بنائے گئے۔ اور ہر دو حضرات کے اسم گرامی مہتممان مدرسہ کے نام سے روئداد میں درج ہیں۔ ۱۲۹۶ھ تک یہی سلسلہ رہا۔

---

(۴) ۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ شنبہ کے روز مولانا احمد علی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا وصال ہوا۔ حضرت کے وصال کے بعد ممبران کی کمیٹی کی ابتدا ہوئی۔ روئداد ۱۲۹۷ھ میں تحریر ہے۔

امسال جناب مولوی صاحب مرحوم رحلت فرما ہو دے ۔ پس رائے ارباب شوریٰ کی اس بات پر مستحکم ہوئی کہ چونکہ یہ کام تعلیم کا ہے اس جلسہ میں چند علماء کی شرکت ضروری ہے ۔ تاکہ جو امر علمی مشورہ طلب پیش آئے اس میں ان صاحبوں کی رائے لیجائے ۔ اسلئے یہ بات قرار پائی کہ جناب قاضی صاحب موصوف مہتمم مدرسہ کی معاونت کے لئے چند اشخاص جلسۂ انتظامیہ میں بڑھائے جائیں۔ مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی، مولوی فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپوری مولوی نجف علی صاحب رئیس سہارنپوری، مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی اور مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ابن مولانا احمد علی صاحب کے اسماء ممبران مدرسہ میں تجویز کئے گئے۔

---

(۵) اس کے بعد متفرق سنین میں متفرق ممبران کا اضافہ ہوتا رہا۔ ۱۳۰۲ھ میں جناب شیخ فضل حق صاحب مرحوم جو مظاہر علوم کے قاضی محلہ سے انتقال کے بعد سے مدرسہ کے خزانچی تھے ان کے صاحبزادے جناب الحاج مولوی حبیب احمد صاحب ممبر تجویز کئے گئے اور ان کے ساتھ جناب مولوی ابوالحسن صاحب مہتمم جامع مسجد سہارنپور۔ جناب حافظ الٰہی بخش صاحب بساطی سوداگر سہارنپور اور یہ مؤخر الذکر حافظ فضل حق صاحب مرحوم کی جگہ خزانچی بھی بنائے گئے۔

---

(۶) ۱۳۱۱ھ میں حسب ذیل حضرات ممبران کا اضافہ ہوا۔ جناب ناظر حسن صاحب وکیل۔ جناب میر تونگر علی صاحب، خواجہ احمد حسن صاحب۔ جناب مولوی مشتاق احمد صاحب۔ جناب سید حکیم احمد یونس صاحب۔ جناب سید جمعیت علی صاحب۔ مولانا عنایت الٰہی صاحب جن کا تفصیلی حال جدول ۲ میں آئیگا ان کا نام نامی امسال کے ممبران کی فہرست میں ہے۔

---

(۷) ۱۳۱۴ھ میں خواجہ مظاہر حسن، حافظ محمد حسین، جناب محمد ابوسعید صاحب۔ ۱۶ھ میں حکیم سید محمد اسحاق صاحب کو مدرسہ کا ممبر بنایا گیا۔

---

(۸) ممبران مدرسہ میں آپسمیں اختلافات عرصہ سے پیدا ہو رہے تھے جو روزافزوں بڑھتے رہے۔ آپس کے اختلافات رفع کرنے کیلئے قطب عالم امام ربانی مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کی سرپرستی ۱۴ھ میں تجویز ہوئی جو مدرسہ کی فلاح و بہبود کی وجہ سے حضرت نے قبول فرمائی۔ لیکن ۱۸ھ کے ختم پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی صدر مدرسی کے سلسلہ میں نزاع پیدا ہوا۔ اور اس نے بہت نامناسب صورت اختیار کر لی۔ اس لئے ۲۹ رجب ۱۹ھ میں حضرت گنگوہی

قدس سرہا نے سرپرستی سے استعفار دیدیا۔ اس استعفار کے سلسلہ میں قبول وعدم قبول میں ممبران میں بہت اختلاف رہا۔ اور اس کے ساتھ ہی حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی صدر مدرسی کے سلسلہ میں بھی نزاع اور بڑھ گیا۔ ہنگامہ آرائی جنگ وجدال کی نوبت آگئی۔ سابقہ ممبران چونکہ ذی وجاہت حکام رس تھے۔ اسلئے وہ تو اپنی وجاہت اور اثرات پر مطمئن رہے۔ اور اہل محلہ (جس میں آج کل مدرسہ قائم ہے) نے حضرت سہارنپوری کی صدر مدرسی کی حمایت میں اپنے زور بازو کا مظاہرہ کیا۔ ہنگامی صورت کے پیش نظر پولیس بھی جمع ہوئی۔ اس سب کی تفصیل احکام سرپرستان کے رجسٹروں میں ہے اور اسکا اختصار نمبروار حضرت شیخ مدظلہ کی کاپیوں میں ہے۔ حضرت قطب عالم گنگوہی کا استعفار رنگ لایا اور منجانب اللہ یہ صورت پیدا ہوئی کہ عالی جناب نواب محمد غفور علی خاں صاحب بہادر ڈپٹی مجسٹریٹ درجہ اول سہارنپور۔ اور جناب محمد نعیم اللہ خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ سہارنپور۔ ہردو حضرات نے فریقین کو سمجھایا کہ جنگ وجدل کا نتیجہ خراب ہے۔ بعض حکام اور ممبران نے تو اس کو کچھ اہمیت نہیں دی۔ مگر ہردو فریق کی اکثریت نے انہی دونوں حضرات کو ثالث بنالیا اور ان دونوں حضرات نے جو معائنہ لکھا وہ مدرسہ کی روئداد میں بھی مفصل مذکور ہے۔ اور اس رسالہ میں بھی اپنی جگہ پر گذر گیا۔ ان حضرات کے فیصلہ سے جملہ ممبران معاونِ مدرسہ قرار دیئے گئے اور سرپرستان میں صرف تین حضرات تجویز ہوئے۔

حضرت اقدس مولانا الحاج شاہ عبدالرحیم صاحب رائےپوری، حضرت حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی۔ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی۔ ان حضرات کی سرپرستی پر بعض ممبران نے اختلاف بھی کیا جو مدرسہ کے رجسٹر میں تفصیل سے موجود ہے۔ مگر یہ فیصلہ منجانب اللہ تھا۔ اسلئے مخالفین کی مخالفت مؤثر نہ ہوسکی۔ اور ان حضرات کا فیصلہ ۳ر شوال ۱۳۲۰ھ مطابق ۳ر جنوری ۱۹۰۳ء کو نافذ ہوا۔

جدول نمبر (۱)

اسمار ممبران	ابتدار	اسمار ممبران	ابتدار
جناب خلیل الرحمن صاحب	۱۲۹۶ء	جناب فیض الحسن صاحب	۱۲۹۶ء
" نجف علی "	"	" حبیب احمد "	۱۳۰۲ء
" ذوالفقار علی "	"	" ابوالحسن "	"

جناب الٰہی بخش صاحب	سنہ ۱۳۰۲	جناب سید جمعیت علی صاحب	سنہ ۱۳۱۱
" ناظر حسن "	سنہ ۱۳۱۱	" محمد ابو سعید "	سنہ ۱۳۱۴
" میر تونگر علی "	"	" حافظ محمد حسین حنفی "	"
" خواجہ احمد حسن "	"	" خواجہ مظاہر حسن "	"
" محمد مشتاق احمد "	"	" حکیم سید محمد اسحٰق "	سنہ ۱۳۱۶ھ
" سید احمد یونس "	"		

جدول نمبر (۲)

نمبر شمار	اسماء سرپرستان	ابتداء	انتہا	کیفیت
۱	قطب عالم حضرت اقدس گنگوہیؒ	سنہ ۱۴	سنہ ۱۳۱۹	یہ نام یہاں تبرکاً درج کر دیا گیا ورنہ اصالتاً اسکا تذکرہ جدول نمبر ۱ میں آگیا۔
۲	حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ	سنہ ۲۰	سنہ ۳۷	اپنی عمر شریف کے آخری لمحات تک سرپرست رہے۔ اور ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۳۷ میں وصال ہوا۔
۳	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	"	۶ رجب سنہ ۶۲	رجب سنہ ۶۲ میں وصال فرمایا بعض وجوہ سے آخیر میں مظاہر علوم اور دارالعلوم سے استعفار دیدیا۔ مگر روئداد میں اسماء سرپرستان میں نام طبع ہوتا رہا۔ جب بعض لوگوں نے حضرت سے اسکی وجہ دریافت کی تو فرمایا۔ یہ مجھ سے پوچھنے کی بات نہیں اہل مدرسہ سے دریافت کرو۔
۴	حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ	"	رجب سنہ ۶۲	عمر شریف کے آخری لمحات تک سرپرست رہے۔
۵	حضرت اقدس شیخ الہندؒ	سنہ ۲۲	سنہ ۳۹	مولانا ذوالفقار علی صاحب کے بعد سرپرست تجویز ہوئے۔ سنہ ۳۳ میں حج کے لئے تشریف لیگئے۔ مالٹا جانیکی وجہ سے روئداد میں نام شائع نہیں ہوا۔ ۱۸ ربیع الاول سنہ ۳۹ میں وصال ہوا آخر تک مدرسہ کے سرپرست رہے۔

۶	مولانا احمد صاحب رام پوری	شوال ۳۳ھ	محرم ۴۲ھ	حضرت سہارنپوری کے طویل سفر حج کی غیبت میں سرپرست منتخب ہوئے۔ ۳۰ محرم ۴۲ھ کو وصال ہوا آخر تک سرپرست رہے۔
۷	مولانا سر رحیم بخش صاحب	"	۵۴ھ	۳۰ محرم ۵۴ھ کو انتقال ہوا حضرت سہارنپوری کی غیبت میں مثل ۶ کے سرپرست بنائے گئے۔
۸	حضرت اقدس سہارنپوری	ربیع الاول ۳۶ھ	۱۵ ربیع الثانی ۴۶ھ	اعلیٰ حضرت رائپوری اور حضرت تھانوی کے شدید اصرار پر سرپرست بنائے گئے شوال ۴۴ھ میں حج کو تشریف
۹	حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری۔	۳ جمادی الثانی ۴۴ھ	۸۲ھ	حضرت سہارنپوری کے آخری سفر حجاز کے وقت مؤخر الذکر ۹ و ۱۰ و ۱۱ کا اضافہ ہوا۔
۱۰	مولانا عاشق الٰہی صاحب	۳ جمادی الثانی ۴۴ھ	یکم شعبان ۶۰ھ	مطابق ۲۵ اگست ۴۱ء دوشنبہ کی صبح کو چھ بجے انتقال ہوا۔
۱۱	شیخ رشید احمد صاحب	"	۶۶ھ	۴۷ء میں پاکستان تشریف لیگئے۔ ۱۳ ربیع الاول ۷۲ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۵۲ء سہ شنبہ کو ۱۲½ بجے حافظ متین صاحب کا تار مرسلہ صبح سات بجے ملا کہ والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔
۱۲	حضرت مولانا محمد الیاس صاحب	۵۱ھ	۶۳ھ	۲۱ رجب ۶۳ھ کو وصال ہوا۔ تا انتقال سرپرست رہے۔
۱۳	حافظ عبد العزیز صاحب	۵۹ھ	۶۷ھ	مولانا سر رحیم بخش کی جگہ سرپرست منتخب ہوئے اور ۴۷ء میں پاکستان تشریف لیگئے۔
۱۴	میر آل علی صاحب	۱۸ شوال ۶۰ھ	۸۴ھ	مولانا عاشق الٰہی صاحب کی جگہ سرپرست منتخب ہوئے۔ ۸ رمضان ۸۴ھ کی شب میں انتقال ہوا۔
۱۵	مولانا اکرام الحسن صاحب	"	۹۱ھ	۲۱ شعبان ۹۱ھ دوپہر یوم سہ شنبہ کو سہارنپور میں انتقال ہوا۔ عمر کے آخری لمحات تک سرپرست رہے۔
۱۶	مولانا شبیر علی صاحب تھانوی	۲۳ ربیع الثانی ۶۳ھ	۶۹ھ	مولانا نے ۸ شعبان ۶۹ھ کو تھانہ بھون سے تحریر فرمایا کہ میں شوال میں حج کو جا رہا ہوں۔ ایک سال قیام کا ارادہ ہے لہذا میرا استعفا قبول

				کیا جائے۔ ۲۸ رجب ۸۰ھ کو کراچی میں وصال ہوا
۱۷	حاجی نسیم احمد صاحب	۶۷ھ		شیخ رشید احمد صاحب کی جگہ سرپرست منتخب ہوئے
۱۸	مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب	ذیقعدہ ۷۱ھ		حافظ عبدالعزیز صاحب کی جگہ منتخب ہوئے۔
۱۹	شاہ مسعود صاحب	〃		مولانا شبیر احمد صاحب کی جگہ انتخاب ہوا۔
۲۰	حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ	۳۰ ذی الحجہ ۷۳ھ		
۲۱	مولانا محمد یوسف صاحب	۸ شعبان ۸۲ھ	۸۴ھ	حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کی جگہ منتخب ہوئے۔ ۲۹ ذیقعدہ ۸۴ھ کو لاہور میں وصال فرمایا۔ عمر مبارک کے آخری لمحات تک مدرسہ کے سرپرست رہے
۲۲	مولانا انعام الحسن صاحب	۸۶ھ		حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے بعد منتخب ہوئے۔
۲۳	مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی	۸۶ھ		حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب کیساتھ ہی سرپرست بنائے گئے۔ امتحانات کے پرچوں کی نگرانی بطور خاص سپرد کی گئی۔
۲۴	الحاج محمد شفیع صاحب	۱۰ شعبان ۸۸ھ		
۲۵	الحاج عبدالعلیم صاحب	۴ ذیقعدہ ۹۰ھ		

حضرت اقدس مدظلہٗ کے رجسٹروں تاریخی روزناچوں میں اتنی معلومات ہیں کہ بس دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ اس قدر علمی مشاغل کے باوجود ان زوائد کا وقت کہاں سے ملتا تھا۔ کاش حق تعالیٰ شانہ توفیق عطا فرمائیں کہ ان سب کی طباعت کی مجھے بڑی تمنا ہے۔ حضرت اقدس اپنی بیاض میں مذکورہ فہرست کے بعد سرپرستان کی آمد ورفت کے سفرخرچ کے متعلق ——— تحریر فرماتے ہیں!

۱۳۱۹ھ تک تو ممبران مدرسہ سب مقامی تھے باہر کا کوئی نہ تھا۔ اسلئے (انکے آمدورفت کے) کرایہ کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ ۱۳۱۹ھ سے بیرونی سرپرستان یکے بعد دیگرے مقرر ہونا شروع ہوئے۔ اکابر کے دور کا مجھے حال معلوم نہیں لیکن ان کے کرایہ کا کیا سوال ہوتا جب کہ وہ حضرات مدرسہ کے سالانہ جلسوں میں مدرسہ کا کھانا بھی نوش نہیں فرمایا کرتے تھے۔ ۶۰ھ کے بعد سے مولانا سر رحیم بخش صاحب۔ مولانا میرٹھی اور شیخ جی

سے کہنے کی تو میری ہمت نہیں ہوئی کہ ان کے مدرسہ پر احسانات اور انکی (مدرسہ میں) بلا اجتماع بھی تشریف آوری کثرت سے ہوتی تھی۔ لیکن شیخ جی کے بعد بندہ نے بعض ممبران سے انفراداً بھی اور ایک مرتبہ اجتماع سرپرستان میں بھی اس مسئلہ کو پیش کیا کہ اکابر کی نوعیت دوسری تھی۔ جب آپ حضرات بیکار مدرسہ آتے ہیں اور جملہ مدارس کا دستور یہ ہے کہ جب ممبران مدرسہ آئیں تو کرایہ مدرسہ کے ذمہ ہو تو آپ حضرات کیوں نہیں لیتے؟ ضرور لیں۔ لیکن (ان) حضرات نے باتفاق انکار فرمادیا کہ جب اکابر کا معمول اب تک نہیں رہا تو پھر ہم معمول کو کیوں بگاڑیں۔ جناب الحاج نسیم احمد صاحب سے کئی مرتبہ اصرار کیا کہ کم ازکم کار کا پٹرول ہی لے لیا کریں۔ مگر قبول نہیں کیا۔ جزاہم اللہ تعالےٰ۔ متعدد حضرات سے انفراداً کار کے پٹرول پر بعد میں بھی اصرار کیا۔ مگر قبول نہیں فرمایا۔

حضرت شیخ مدظلہٗ کا ایک معمول یہ بھی دیکھا کہ ہر سال سالانہ جلسہ کی تفاصیل کا نظام الاوقات اپنی بیاض میں تحریر فرمانے کے بعد ایک عنوان "تبصرہ بر جلسہ" کا قائم کر کے اس میں خاص خاص بدنظمیوں پر تنبیہ اور بعض لوگوں کی کارگذاریوں پر تبریک اور خصوصی حضرات اکابر کی آمد و رفت کا نظام الاوقات اور خصوصی اکابر کے بنا مدیر بوجہ عدم تشریف آوری تحریر فرماتے ہیں۔ مثلاً حضرت شیخ الاسلام کا امسال سفر حجاز ہونا فلاں جگہ تشریف لے جانا۔ ایک جگہ تحریر ہے کہ حضرت تھانوی کا وعدہ تشریف آوری کا تھا۔ لیکن وقت پر طبیعت خراب ہوگئی۔ ایک جلسہ سالانہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

ہر دو حضرات رائےپوری اور شیخ الاسلام مدنی کا یہ معمول اہتمام سے رہا کہ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں بھی مدرسہ کا کھانا نوش نہیں فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کا تو قیام بھی دوسری جگہ ہوا کرتا تھا شنبہ کی شام کو مدرسہ قدیم کی مجلس میں اور اتوار کی صبح کو جامع مسجد میں تشریف بری ہوتی تھی۔ لیکن حضرت رائےپوری ثانی کا قیام زکریا کے مکان پر ۲-۳ دن رہتا تھا اور حضرت شیخ الاسلام کی آمد طوفانی دورہ کی طرح سے ہوتی تھی کہ جلسہ کی شب میں تشریف آوری اور اتوار کی دوپہر کو واپسی ان دونوں حضرات کا مستقل معمول زکریا کے یہاں کھانے کا تھا۔ ان دونوں حضرات کی وجہ سے ہر دو کے مخصوص خدام اور ساتھ میں عوام بھی کھانے میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ زکریا کا معمول ایک دیگ اور کبھی دو دیگ

اپنی طرف سے پلاؤ (پکوانے کا) اور سالن کا ایک دو دیگچہ گھر میں اور روٹیاں بھی گھر میں پکوانے کا رہا۔ ان حضرات کی برکت سے اس دن کتب خانہ میں (کتابوں کی) بکری خوب ہوتی۔ اہل مدرسہ کے اس اصرار پر کہ مدرسہ کے خصوصی مہمانوں کی خاطر تیرا مدرسہ میں ہونا بہت ضروری ہے۔ زکریا جلسہ سے فارغ ہو کر سیدھا مدرسہ میں چلا گیا اور عصر تک وہیں رہا۔ ان دو حضرات اکابر نے اس زمانے میں بھی مکان پر ہی کھانا کھایا۔ مگر عوام کا مجمع بہت کم ہو گیا اور خوب یاد ہے کہ اس سال جلسہ کے دوران کتابوں کی بکری آدھی رہ گئی۔ میں نے عزیز مولوی نصیر الدین کو کہ وہ بعض اوقات مجھ پر خفا ہوا کرتے تھے "کہ تیرے جلسہ کے بعد سیدھے گھر آجانے سے مہمانوں کا ہجوم بہت بڑھ جاتا ہے۔ بہت اہتمام سے اللھم اعط منفقاً خلفا کا مطلب سمجھایا۔ زکریا کو اس دن روٹی کھانے کی نوبت نہیں آتی تھی۔

آپ بیتی حصہ اول ۲۶ پر بھی حضرت شیخ نے اس مضمون کو تفصیل سے تحریر فرمایا ہے کہ یہ اکابر جلسہ میں تشریف لاتے لیکن مدرسہ پر اپنے قیام طعام حتیٰ کہ پانوں کا بار بھی نہ ڈالتے تھے۔

جدول نمبر ۳ مدرسین و ملازمین از ۱۲۸۲ھ تا ۱۳۳۳ھ

نمبر شمار	اسمار گرامی	عہدہ	ابتدائی تقرر مع تنخواہ یا بلا تنخواہ	کیفیت
۱	مولانا سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپوری	بانی مدرسہ و مہتمم اول	بلا تنخواہ	۱۲۸۶ھ میں انتقال ہوا۔
۲	قاضی فضل الرحمٰن صاحب قاضی سہارنپور	مہتمم دوم مدرسہ	از ابتدار	مولانا سعادت علی صاحب کے بعد مستقل مہتمم ہوئے ۱۵ رشوال ۳۶ھ کو انتقال ہوا ان کی جگہ انکے خلف الصدق قاضی ظفر احمد قاضی شہر بنے۔
۳	مولانا سخاوت علی صاحب	مدرس عربی	بمشاہرہ ۵ یکم رجب ۸۳ھ	۱۲۸۴ھ میں مدرسے تعلق ختم کر کے شعبان ۸۸ھ میں دوبارہ مدرس فارسی مقرر ہوئے ۸۹ھ میں مستعفی ہو کر انبہٹہ میں مدرس بنے۔

نمبر	نام	عہدہ	تاریخ تقرر	کیفیت
۴/۱	حضرت مولانا الحاج محمد مظہر صاحب	مدرس اول	شوال ۸۳ھ بمشاہرہ ۳۰/-	۲۴ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ میں شب کو ۸ بجے بمرض درد گردہ انتقال فرمایا۔
۴/۲	حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث	بمنزلہ بانی مدرسہ		ابتداء بناء کے وقت مولانا کلکتہ میں ملازم تھے ۹۱ھ میں ملازمت ترک فرماکر سہارنپور میں تشریف لائے اور درس حدیث شروع فرمایا جسکی وجہ سے طلبائے حدیث بکثرت ہوئے ۶ جمادی الاول ۹۷ھ میں انتقال ہوا۔
۵	حافظ فضل حق صاحب سوداگر وحافظ الٰہی بخش صاحب	خزانچی مدرسہ	از ابتداء	آخر صفر ۱۳۰۲ھ میں حافظ فضل حق صاحب کے انتقال کے بعد حافظ الٰہی بخش صاحب خزانچی بنائے گئے۔ ۲۱ھ میں حافظ الٰہی بخش صاحب کا انتقال ہوا اور مدرسہ کا خزانہ حاجی محمد ابراہیم بساطی کے سپرد ہوا
۶	مولانا سعادت علی صاحب بہاری شاگرد نواب قطب الدین صاحب	مدرس	۸۴ھ کے درمیان میں مدرس ہوئے	مولوی صاحب رمضان ۸۶ھ میں رخصت لیکر وطن تشریف لیگئے مگر بعد میں والدہ صاحبہ کی ممانعت کی وجہ سے نہ آسکے۔
۷	مولوی احمد حسن صاحب پنجابی	مدرس	۱۵ ذی الحجہ ۸۶ھ بمشاہرہ ۱۵/- ماہانہ	رمضان ۸۹ھ کی تعطیل میں ملالت کی بنا مکان گئے۔ شوال ۹۰ھ تک نہ آسکے۔ اسلئے انکی جگہ مولوی فخر الحسن بمشاہرہ ۱۵/- مدرس مقرر ہوئے شوال ۹۰ھ میں واپس آئے اور ۹۲ھ سے ۲۵/- اور ۹۵ھ سے ۳۰/- ہوئے۔ بعد ازاں شوال ۹۷ھ میں حسب استدعا روسار کانپور بسبب ترقی تنخواہ مدرسہ

نمبر	نام	عہدہ	تقرر	کیفیت
۱۳	منشی محمد زکریا صاحب	معین مدرس فارسی	بمشاہرہ ۳/- سنہ ۹۳ھ سے تقرر ہوا	ذی الحجہ سنہ میں استعفاء دیا جو کثرت غیر حاضری کی بنا پر قبول کر لیا گیا۔
۱۴	مولوی پیر محمد خاں صاحب	محافظ کتب خانہ	بمشاہرہ ۳/- ماہانہ پر سنہ ۹۴ میں تقرر ہوا	
۱۵	مولانا ثابت علی صاحب	معین فارسی	یکم محرم سنہ ۹۷ھ	۲۰ ربیع الثانی سنہ ۴۲ھ کو انتقال ہوا۔
۱۶	مولانا احمد علی صاحب مرادآبادی	مدرس سوم	بمشاہرہ ۱۰/- یکم محرم سنہ ۹۷ سے تقرر ہوا	یکم محرم سنہ ھ کو استعفاء دیا۔
۱۷	مولوی عبد العلی صاحب میرٹھی	مدرس دوم	یکم رجب سنہ ۹۸ سے بمشاہرہ ۲۰/-	ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۶ھ میں مرادآباد کے مدرسہ میں مدرس ہو کر بھوپال چلے گئے اور پھر مظاہر میں استعفاء بھیجدیا۔
۱۸	عبد الواحد خاں صاحب	نائب مہتمم	شروع سنہ ۹۸ بمشاہرہ ۔/-	آخر رجب سنہ ۱۳ میں انتقال ہوا۔
۱۹	منشی محمد اسمٰعیل صاحب دیوبندی	مدرس فارسی	جمادی الثانی سنہ ۳ سے بمشاہرہ ۔/- تقرر ہوا	
۲۰	مولوی غلام احمد	معین مدرس عربی	۱۵ رجب سنہ ۶ سے بمشاہرہ ۔/- روپے	
۲۱	مولوی عبد الرزاق صاحب	مہتمم مدرسہ	۵ رجب سنہ ۶ سے بمشاہرہ ۱۰/- تقرر ہوا	ذیقعدہ سنہ ۹ میں استعفاء دیا۔
۲۲	مولانا حبیب الرحمٰن صاحب	مدرس	۱۷ ربیع الثانی سنہ کو تقرر ہوا تنخواہ غالباً ۔۔ ہوئی	۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۴ میں ایک ماہ کی رخصت لیکر حیدرآباد تشریف لیگئے۔
۲۳	مولوی سرور شاہ صاحب	مدرس	شوال سنہ ۱۰ھ سے بمشاہرہ ۱۸/-	شعبان سنہ ۱۳ میں اپنے چچا کے انتقال پر ان کی جگہ اپنے وطن میں قاضی مقرر ہوئے۔
۲۴	مولوی سید محمد صاحب	مدرس	رمضان سنہ ۱۱ بمشاہرہ ۱۲/-	
۲۵	مولوی محمد احکم صاحب انبہٹوی	〃	۲۲ شوال سنہ ۱۳ بمشاہرہ ۱۰/-	شوال سنہ ۲۱ میں دہلی کے کسی مدرسہ میں تشریف لیگئے اور مظاہر میں استعفاء بھیجدیا۔

۲۶	مولوی علی محمد ولد منشی فیض محمد صاحب سہارنپوری	محافظ کتب خانہ	یکم رمضان ۱۳ھ سے بمشاہرہ ۶/	آشوب چشم کی وجہ سے جمادی الثانی ۲۵ھ کو استعفا دیا۔
۲۷	مولوی عبدالقادر صاحب	مدرس عربی	شوال ۱۶ھ سے بمشاہرہ ۱۰/	ذی الحجہ ۱۷ھ میں استعفا دیدیا۔
۲۸	حافظ محمد ابراہیم صاحب	مدرس دوم قرآن شریف	محرم ۱۶ھ سے بمشاہرہ ۴/	۱۶ ذی الحجہ ۱۸ھ کو مدرسہ سے علیحدہ کئے گئے۔
۲۹	مولوی مبارک علی صاحب	محصل چندہ دیہات		
۳۰	مولوی عبدالکریم صاحب ایبٹ آباد	مدرس چہارم	۲۸ شوال ۱۸ھ سے بمشاہرہ ۱۰/	دل برداشتہ ہوکر شوال ۲۰ھ میں شاہجہاں پور چلے گئے۔
۳۱	مولوی عبدالسمیع صاحب	مدرس فارسی		رمضان ۱۸ھ میں استعفا دیا۔
۳۲	مولوی سکندر علی صاحب اور انکے بعد مولوی یحیٰی سہسرامی ۶ صفر ۲۵ھ سے بمشاہرہ ۲۵/ روپے	مدرس چہارم	۲۰ ذیقعدہ ۲۵ھ کو ۱۵/ روپے مشاہرہ پر	مولوی سکندر علی ۱۲ شوال ۲۴ھ کو مار دالا اور مولوی محمد یحیٰی شعبان ۲۷ھ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں چلے گئے۔
۳۳	صوفی محمد علی صاحب گلاؤٹھی	مہتمم مدرسہ	ذیقعدہ ۲۰ھ بمشاہرہ ۱۵/	۲۵ صفر ۲۱ھ کو مستعفی ہو گئے۔
۳۴	مولانا عبداللطیف صاحب پورقاضوی	مدرس	یکم جمادی الاول ۲۳ھ کو ۱۰/ مشاہرہ پر تقرر ہوا	
۳۵	منشی مقبول احمد صاحب سہارنپوری	برائے تیاری روئداد مدرسہ	ذیقعدہ ۲۳ھ۔ اسکے بعد ۲۸ھ ذیقعدہ میں نائب مہتمم بمشاہرہ ۱۰/ تقرر ہوا۔	
۳۶	مولوی کفایت اللہ صاحب گنگوہی	مدرس	۲۶ شوال ۲۳ھ کو ۷/ مشاہرہ پر تقرر ہوا	ربیع الثانی ۲۶ھ میں استعفا دیا جو منظور ہوا۔

۳۷	مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری	معین مدرس	۲۰ شوال ۳۲ھ کو [illegible] روپے مشاہرہ پر تقرر ہوا	
۳۸	مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی	مدرس حدیث	۱۹ رجب ۲۶ھ کو عارضی اور ۵ ذیقعدہ ۲۸ھ کو مستقل ہوئی اور بلاتنخواہ خدمات انجام دیں	ذیقعدہ ۳۴ھ میں انتقال ہوا۔
۳۹	منشی یوسف علی صاحب	مدرس اول فارسی	۱۱ ذیقعدہ ۲۶ھ کو مشاہرہ [illegible] تقرر ہوا	۲۹ھ میں استعفاء دیا۔
۴۰	مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی	مدرس	۲ شوال ۲۷ھ کو مشاہرہ [illegible] روپے تقرر ہوا	۱۵ رجب ۳۹ھ مطابق ۲۶ مارچ ۲۱ء کو انتقال ہوا۔
۴۱	حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی	مدرس	۱۷ شوال ۲۸ھ کو [illegible] مشاہرہ پر تقرر ہوا	۳۰ جمادی الاول ۳۶ھ کو دہلی تشریف لے گئے۔
۴۲	مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی	مدرس	۵ جمادی الثانی ۲۵ھ کو [illegible] روپے مشاہرہ پر تقرر ہوا	
۴۳	مولوی عبدالوحید صاحب سنبھلی	مدرس	۱۹ ذی الحجہ ۲۸ھ کو [illegible] مشاہرہ پر تقرر ہوا	ذیقعدہ ۳۳ھ میں استعفاء دیا۔
۴۴	قاری محمد قاسم صاحب لکھنوی	قاری مدرسہ	۱۹ ربیع الاول ۳۱ھ کو مشاہرہ [illegible] تقرر ہوا۔	شعبان ۳۲ھ تک کام کیا پھر الگ ہو گئے۔
۴۵	مولانا منظور احمد خان صاحب	معین مدرس	شوال ۲۸ھ سے بلاتنخواہ مقرر ہوئے	۲۳ جمادی الاول ۴۸ھ دوشنبہ کی صبح کو انتقال ہوا۔ حاجی شاہ میں تدفین ہوئی۔
۴۶	مولوی شبیر علی صاحب	مدرس	۳۱ھ بلاتنخواہ	
۴۷	مولوی شمس الحق صاحب	معین مدرس	۳۱ھ بلاتنخواہ	
۴۸	صوفی محمود حسن صاحب	محصل چندہ	یکم جمادی الثانی ۳۰ھ مشاہرہ [illegible]	
۴۹	مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی	معین مدرس	شوال ۳۰ھ بلاتنخواہ	

خاتمۃ الکلام

اس ناکارہ نے جیسا کہ شروع میں لکھا ہے مدرسہ کے پچاس سالہ حالات لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اپنے حدیثی مشاغل کیوجہ سے ان کو پورے نہ کر سکا۔ جس کو اب میرے نواسہ عزیز **شاہد** سلمہٗ نے پورے کر دیئے۔ یہ مسودہ میرے دوسرے مسودات کی طرح سے زاویۂ خمول میں پڑا رہا اور اس کے ناقص ہونے کی وجہ اس کی طباعت کا ارادہ بھی نہیں تھا۔ مگر عزیز مولوی شاہد سلمہٗ مدرس مدرسہ مظاہر علوم نے اس مسودہ کو نکال کر اس کی تکمیل و طباعت پر اصرار کیا اور مجھ پر تقاضا کیا کہ پورے سوسال کے حالات تحریر کروں۔ مگر اس دوسری فرمائش کا تو میرے ضعف و امراض کیوجہ سے کہ لب گور ہوں پورا کرنا مشکل تھا۔ اس لئے اس سے تو معذوری ظاہر کردی۔ البتہ ان پچاس سالہ حالات کی اشاعت کی اس کو اجازت دیدی اور آں عزیز کو تقاضا کر دیا کہ اس تاریخ کا دوسرا حصہ اسی نہج پر پورا کردے۔ حق تعالیٰ شانہ اس کی مدد فرماوے۔

جیسا کہ شروع کتاب میں وعدہ کیا گیا ہے کہ اس پچاس سالہ حالات میں جن اکابر کا ذکر آیا ہے ان کو حصہ دوم میں تحریر کروں گا۔ مثلاً حضرت مولانا الحاج احمد علی صاحب استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب، حضرت مولانا ثابت علی صاحب وغیرہم تو ان اکابر کے حالات بھی میرے مسودے میں موجود ہیں، مگر اس سیہ کار کے لئے تو انکی تکمیل کی نہ فرصت نہ ہمت اگر مقدر میں ہے تو کسی وقت عزیز شاہد سلمہٗ وفقہ اللہ تعالیٰ یا اور کوئی دوسرا اسکی تکمیل کردے گا ـــــ اکابر مدرسہ کے مختصر حالات مقدمہ اوجز المسالک میں بھی آچکے ہیں جو انھی مسودات سے معرّب ہے۔ اسلئے اس حصہ کی اہمیت اگرچہ زیادہ نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس ناقص و ناکارہ تحریر کو مدرسہ کے لئے مفید بنائے اور اس کے ذریعہ سے مدرسہ مظاہر علوم کے حقوق کا کچھ حصہ ادا کرادے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی النبی الکریم وعلیٰ اٰلہ واصحابہ واتباعہ الیٰ یوم الدین۔

محمد زکریا، کاندھلوی

۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۲ھ

فہرست ہائے مضامین

ختم شد

تقریرِ بخاریِ شریف (اردو)

عارف باللہ شیخ طریقت حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث
(مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

کے درس بخاری کی تقاریر کا وہ دل آویز مجموعہ جو متفرق سالوں کے درسی افادات کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ ائمہ اربعہ کے اختلافات احادیث متعارضہ کے درمیان تطبیق و جمع کو سہل اور جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں صاف ستھرے اور نکھرے انداز میں بیش بحثیں مقدمۃ العلم و مقدمۃ الکتاب کے عنوان سے پیش کیگئی ہیں۔ کتاب کی ایک اہم خصوصیت (جو اسکی اصل روح اور جان ہے) یہ ہے کہ اسکو درس ہی کے انداز پر قلمبند کیا گیا ہے۔ عبارت آرائی اور مضمون نویسی کی کوشش پوری کتاب میں نہیں ہے۔ انشاء اللہ العزیز قارئین اس سے وہی لطف حاصل کر پائیں گے جو ایک محدث وقت کی مجلس حدیث میں بیٹھ کر حاصل ہوتا ہے۔ یہ کتاب جہاں ایک عامی کے لئے راہنمائے ہدایت بنے گی وہیں ایک عالم دین کیلئے مشعل راہ ثابت ہوگی۔ یہ جلد اول ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ باقی جلدیں انشاء اللہ اسی نہج پر طبع ہوتی رہینگی۔ قیمت جلد اول آٹھ روپے۔

اختلاف الائمہ (اردو)

(از حضرت اقدس شیخ الحدیث زید مجدہٗ) تجدد پسند حضرات کہتے ہیں کہ علماء اور ائمہ کے اختلافات نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ ان کے اس انتشار اور خلفشار سے یہ امت مختلف طبقات میں تقسیم ہوگئی اسکی وجہ کیا ہے؟ عہد نبوی سے لیکر آج تک یہ ہر ہر مسئلہ میں اختلاف کیوں ہے؟ ائمہ اربعہ اور صحابہ کرامؓ کے اقوال میں یہ تعارض کس بناء پر ہے؟ ان سوالات کے تشفی بخش جوابات کیلئے ہم آپکو اس بے نظیر کتاب کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں۔ جسمیں جلیل القدر مصنف نے اپنے توسع علمی کی بناء پر کتنی ہی مثالوں سے اس الزام و اعتراض کو بے نقاب کیا ہے اور بتلایا ہے کہ ملت اسلامیہ کا یہ اختلاف عین رحمت ہے اور اس کے عین رحمت ہونے کی وجوہات یہ ہیں" قیمت ۵۰/۱

کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور۔ یو۔پی